عشرہ مجالس

سیرتِ معصومینؑ

۷ر تا ۱۶ر نومبر، یکم تا ۱۰ر صفر ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۳ء

......بمقام......

امام بارگاہِ شہدائے کربلا۔ انچولی

......انیسِ خطابت......

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

Presented by: https://jafrilibrary.com

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.
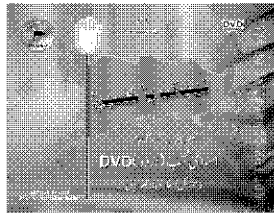
منجانب .

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان
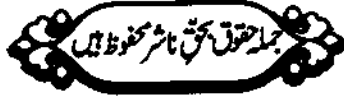
نام کتاب : سیرتِ معصومینؑ (عشرہ مجالس، دس مجلسیں)

مقرر : علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

اشاعت : اوّل (۱۴۳۵ھ بمطابق ۲۰۱۴ء)

تعداد : ایک ہزار

کمپوزنگ : طارق وحید

قیمت : ۳۰۰ روپے

ناشر : محسنہ میموریل فاؤنڈیشن
فلیٹ نمبر 102، مصطفیٰ آرکیڈ،
سندھی مسلم کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی،
کراچی، فون: 02134306686

website: www.allamazameerakhtar.com

---- { کتاب ملنے کا پتہ } ----

MUSTAFA ARCADE Flat #102, Plot 119-A S.M.C.H.S, KARACHI PAKISTAN Ph# 02134306686	IMAM BARGAH DUA-E-ZEHRA 2 Lorne Road NN 1 3RN U.K. Ph# 07989344151	Community News & Views 11 Amesbury Court Robbinsville N.J. 08691 U.S.A Ph# 0016093360015
H.NO.22-3-145, DarabJang Lane, Yakutpura, Hyderabad A.P. INDIA Ph# 00918099247402	6 Edwards Mews Islington London N1 18G Ph# 00447968344614 00442072269057	Abbas Book Agency Rustam Nagar Dargah Hz. Abbas Lucknow-3 U.P. INDIA Ph# 00919369444864
Alamdar Book Depot Imam Bargah Shuhda-e-Karbal Ancholi Society Karachi Ph# 02136804345	Iftikhar Book Depot 43-Main Bazar Islampura, Lahore Ph# 042-37223686	Ahmed Book Depot Phatak Imam Bargah Shah-e-Karbala Rizvia Society Karachi

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

پہلی مجلس

شوکت وشانِ پیمبریؐ

سیرتِ شہزادی فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا

۴۸۔ماں کربلا میں پہلے سے موجود، حسینؑ کا کہنا "اماں میں آ گیا" ------

۴۹۔ زوجۂ حُر کربلا میں نہیں تھی ------------------------

۵۰۔زندان کے سامنے درخت کے نیچے سے کس بی بی کے رونے کی آواز آتی ہے

دوسری مجلس

شاہد و مشہود

سیرتِ حضرت علی علیہ السلام، ذکرِ جناب اُمِّ سلمیٰ

......(صفحہ نمبر ۶۰ تا ۹۰)......

۱۔قرآن کو غور و فکر کے ساتھ سمجھنے کی ضرورت ہے ----------------

۲۔ آسمان کی قسم، قیامت کی قسم اور شاہد و مشہور کی قسم ------------

۳۔ مولا علیؑ رسولؐ خدا کی رسالت پر گواہ ہیں ------------------

۴۔ غالبؔ کے ایک شعر میں شاہد و مشہود کا تذکرہ -----------------

۵۔ قرآن رسولؐ کے ربّ نے نازل کیا ہے ----------------------

۶۔ توریت میں ختمی مرتبتؐ کی رسالت کا ذکر ہے ------------------

۷۔ میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں (ارشادِ رسولؐ) -----------------

۸۔ علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے --------------

۹۔ دعوتِ ذوالعشیرہ میں علیؑ کا وعدہ ------------------------

۱۰۔اولاً علیؑ کی زندگی کے دو حصے ہیں ایک زندگی رسولؐ میں ایک بعد -------

۱۱۔اسلام کی پوری تاریخ دو بھائیوں کے وعدے پر کھڑی ہے ----------

تیسری مجلس

کلمہ طیبہ

سیرتِ امامِ حسنؑ و امام حسینؑ، ذکرِ جنابِ فضہ

......﴿صفحہ ۹۱ نمبر تا ۱۲۳﴾......

چوتھی مجلس

لفظِ ربّ اور دعا

سیرتِ حضرتِ سیّدِ سجادؑ، ذکرِ جنابِ سکینہؑ

......﴿صفحہ ۱۲۴ نمبر تا ۱۶۳﴾......

۲۵۔ پھینکا تھا ذوالفقار کا صدقہ اُتار کے ----------------------

۲۶۔ علم، شجاعت، عبادت میں سب اِمام برابر ہیں ------------------

۲۷۔ علیؑ کے ہاتھ پہ درِ خیبر، سیّد سجادؑ کے ہاتھ میں زنجیریں ------------

۲۸۔ خیبر کے در کا وزن اور سیّد سجادؑ کے لنگر کا وزن برابر ---------------

۲۹۔ حسینؑ نے اجماع، شوریٰ، وصیت خلافت کے سب اُصول ختم کر دیئے --

۳۰۔ حسینؑ اپنی تلوار سے تاریخی فیصلے کر رہے تھے ------------------

۳۱۔ ایک طرف حسینؑ کا عصرِ عاشور سجدہ ایک طرف سیّد سجادؑ کا سجدہ --------

۳۲۔ شامِ غریباں سیّد سجادؑ نے طویل سجدۂ شکرانہ ادا کیا ---------------

۳۳۔ ہر نعمت کے ملنے پر سیّدِ سجادؑ سجدہ کرتے تھے -----------------

۳۴۔ ہر نعمت کے ملنے پر سیّد سجادؑ سجدہ کرتے تھے -----------------

۳۵۔ نسل سادات حسینؑ سے ظاہر میں چلی، حسنؑ کی نسل پوشیدہ چلی --------

۳۶۔ بیٹا کنویں میں باپ نے نہ نماز توڑی نہ سجدے سے سر اُٹھایا --------

۳۷۔ میرا چوتھا جانشین زین العابدین ہوگا (حدیث رسولؐ) -----------

۳۸۔ موسیٰ عصا سے ڈر رہے تھے یہاں اژدہا انگوٹھا چبا رہا تھا ----------

۳۹۔ موسیٰ کے صُلب میں محمدؐ و علیؑ کا نور نہیں تھا --------------------

۴۰۔ اژدھا تو اژدھا لوگ غار میں سانپ سے ڈر جاتے ہیں -----------

۴۱۔ معصوم کے حکم پر فتویٰ نہیں چلا کرتا یاد رہے ------------------

۴۲۔ خاکِ شفا پر سجدہ سب سے پہلے سیّد سجادؑ نے کیا ---------------

۴۳۔ نماز معراجِ مومن ہے سجدہ معراجِ نماز ہے -----------------

۴۴۔ نماز میں دو سجدے کیوں رکھے گئے؟ ---------------------

۴۵۔ محمد حنفیہؑ نے دعوائے امامت کر کے سیّد سجادؑ کی امامت کی گواہی دی ----

Presented by: https://jafrilibrary.com

پانچویں مجلس

اُولِی الاَمرْ

سیرتِ امام محمد باقر علیہ السلام، ذکرِ جنابِ اُمّ لیلیٰ سلام اللہ علیہا

۲۔ بہترین اور خوبصورت زندگی گزارنے کے لئے سیرتِ معصومینؑ کا مطالعہ ضروری ہے ---------------------------------

۳۔ اللہ، رسولؐ اور اولی الامر کے درمیان کوئی فصل نہیں ہے ------------

۴۔ اولی الامر مودّت اور محبت کا سبق دیتا ہے ------------------

۵۔ نمونۂ عمل کو اپنا کر ہی اطاعت ہو سکتی ہے ------------------

۶۔ رسولؐ جو اولی الامر بتا رہا تھا دنیا نے وہ نہیں تسلیم کیئے ------------

۷۔ مسلمانوں کی نظر میں اولی الامر کا معیار تخت اور حکومت بن گیا ---------

۸۔ بنی اُمیہ اور بنی عباس کے تمام حکمرانوں کو اولی الامر مانا گیا ---------

۹۔ دورِ بادشاہت میں ایک عورت بھی اولی الامر بن گئی --------------

۱۰۔ آلِ عثمان کی خلافت کے ساتھ آخری اولی الامر بھی ختم ہو گیا ---------

۱۱۔ اولی الامر کی اطاعت نہ کرنا جہالت کی موت ہے ----------------

۱۲۔ باوجود کوشش کے تاریخ بارہ اولی الامر نہ بنا سکی ----------------

۱۳۔ یزید کے دور میں مجبوراً اُمّت نے حسینؑ کو ہی اولی الامر مانا ---------

۱۴۔ اولی الامر کسی کی بیعت نہیں کرتا، اس کی اطاعت واجب ہے --------

۱۵۔ علیؑ کو کوئی فرقہ سنّی، شیعہ چھوڑ نہیں سکتے ------------------

۱۶۔ کیا معاویہ بھی علیؑ کو خلیفہ مان رہا تھا یا انکاری تھا ---------------

۱۷۔ تین میں نہ تیرہ میں سُتلی کی گرہ میں (محاورہ) ----------------

۱۸۔ جو علیؑ کے مقابل شام میں آیا ہے یہ تین میں ہے یا تیرہ میں ----------

۱۹۔ رسولؐ اللہ نے ہر جنگ اور ہر موقعے پر صرف علیؑ کا تعارف کرایا -------

۲۰۔ مسلمان کہہ رہے تھے ''آج اللہ اور اُس کے رسولؐ نے ہمیں دھوکا دیا''

(سورۂ احزاب) ------------------------------

۲۱۔ جو خیمۂ رسالت پر حملہ کردے وہ کُتّا ہے ------------------

۲۲۔ پہچانیے یہودی سازشیں کہاں کہاں کام کر رہی تھیں ------------

۲۳۔ خندقیں اس لیئے کھدوائیں تاکہ مسلمان بھاگ نہ جائیں ---------

۲۴۔ سب کو روک کر کُلِّ ایمان کی کُلِّ کفر سے لڑائی دِکھائی -----------

۲۵۔ رسولؐ خدا نے سب کے سامنے اپنا عمامہ علیؑ کے سر پر رکھ دیا ---------

۲۶۔ علیؑ پیدل خندق میں مقابلہ کے لئے کیوں گئے؟ ---------------

۲۷۔ کفر اور ایمان کی کبھی آپس میں دوستی نہیں ہوئی ---------------

۲۸۔ کفر اپنے ساتھی کے ساتھ بھی وفا نہیں کرتا ------------------

۲۹۔ علیؑ کی فتح دیکھنے سب گئے، سلمانؓ رسولؐ اللہ کے پاس بیٹھے رہے -----

۳۰۔ جنّت کی لالچ میں مالک جنّت کو چھوڑ کر چلا جاؤں ---------------

۳۱۔ نہ کوئی سخت جنّت لینے کو تیار تھا نہ آسان -------------------

۳۲۔ جنّت اُس کو ملتی ہے جو نفسِ مُطْمَئِنَّۃ کا ساتھی ہو --------------

۳۳۔ باقر کے معنی بیچ سے شگافتہ کرنا، چاک کر دینا --------------

۳۴۔ بوڑھی صحابیت جوان امامت سے درس لیتی ہے -----------------

۳۵۔ ''غربت کو دولت پر فوقیت'' ایمان کی منزل -----------------

۳۶۔ اللہ جو چیز مقدر کر دے امام اُسے پسند کرتا ہے ---------------

۳۷۔ معصوم کو اپنی سیرت میں ''میں'' پسند نہیں ہے -----------------

۳۸۔ اگر نمازیں پڑھ کر غرور رہا تو نمازیں کیا پڑھیں --------------

۳۹۔ غرور کو توڑنے اور ختم کرنے کے لئے نماز میں سجدہ رکھا -----------

۴۰۔ خلافت کی تمنّا سب کو ہے مسائل کا حل نہیں آتا ----------------

چھٹی مجلس

وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ

سیرتِ امام جعفر صادق علیہ السلام، ذکرِ جنابِ اُمّ رباب سلام اللہ علیہا

......﴿صفحہ نمبر ۲۰۲ تا ۲۳۸﴾......

ساتویں مجلس

عِلم ایک نور ہے

سیرتِ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

......﴿صفحہ نمبر ۲۳۹ تا ۲۶۵﴾......

آٹھویں مجلس

اُمّی کے کیا معنی ہیں؟

سیرتِ امام علی رضا علیہ السلام، ذکرِ جنابِ اُمّ البنین سلام اللہ علیہا

......(صفحہ نمبر ۲۶۶ تا ۲۹۷)......

نویں مجلس

حدیثِ کساء

سیرتِ امام محمد تقی علیہ السلام و امام علی نقی علیہ السلام ذکرِ جنابِ زینب سلام اللہ علیہا

......(صفحہ نمبر ۲۹۸ تا ۳۲۵)......

۲۴۔ فدک کے بعد یہ ضد ہوگئی کہ بیٹی کو میراث نہیں ملے گی ------------

۲۵۔ ہم کسی کے شجرے میں شامل نہیں ہونا چاہتے مگر دنیا ------------

۲۶۔ دسویں امام کا سفر سامرا کی طرف، راستے میں بارش، برف باری ------

۲۷۔ درندوں پر سیّدوں کا خون حرام ہے، شیروں نے امام کا احترام کیا -----

۲۸۔ جب بھی کسی معصوم نے مدینہ چھوڑا، ایک نہ ایک بہن ضروری چلی -----

۲۹۔ اگر دوسرا حسینؑ ہوتا تو ساتھ ایک بہن زینبؑ ہوتی ---------------

۳۰۔ حدیثِ کساء میں ہر رشتہ موجود ہے، بہن کی غیر موجودگی زینبؑ نے پوری کی

۳۱۔ کربلا میں اسیروں کے قافلہ کی قیادت زینبؑ کے پاس تھی---------

۳۲۔ اگر میں نے اسلام بچایا ہے تو زینبؑ کا حصہ برابر کا ہے ----------

۳۳۔ سب سے زیادہ اذیتیں میری پھوپھی زینبؑ نے اُٹھائیں ---------

۳۴۔ بہن آرام کر رہی ہے، چہرے پہ دھوپ، دوش سے عبا اُتاری -------

۳۵۔ بھیا بہن تمہاری لاش پر سایہ تو کرتی مگر ظالموں نے چادر لوٹ لی------

۳۶۔ مصائب جنابِ زینبؑ----------------------------------

دسویں مجلس

فلسفۂ امامت

سیرتِ امام حسن عسکری علیہ السلام و سیرتِ ولیٔ عصر علیہ السلام، ذکرِ جنابِ زینب سلام اللہ علیہا

......﴿صفحہ نمبر ۳۲۶ تا ۳۷۹﴾......

۱۔ امامت اصولِ دین کا اہم رکن ہے -------------------------

۲۲۔امام زادہ کبھی کاذب نہیں ہوسکتا------------------------------

۲۳۔محمد حنفیہ نے بھی بعد کربلا دعوائے امامت کر کے اصل امام پہچوایا------

۲۴۔سیّد جعفر بڑے متقی اور پرہیز گار تھے،نقوی سادات ان ہی کی اولاد ہیں

۲۵۔نہ دار الحکومت رہا نہ چھاؤنی رہی، حسنؑ عسکری کا قلعہ موجود ہے--------

۲۶۔بنی اُمیہ میں کسی کی بھی قبر کا نشان نہیں ملتا---------------------

۲۷۔ فرعون نیل میں غرق ہوا میت ایوانِ مصر میں رکھی ہے ----------

۲۸۔ہارون کی قبر پائینتی دیکھ کر سب یاد آئیں گے کہ کہاں ہے قبر --------

۲۹۔مولا علیؑ کی قبر ہارون رشید کے دور میں دریافت ہوئی -------------

۳۰۔امام رضاؑ کے حضور عجیب وغریب نذرانے،مٹی کے تیل کا لیمپ ------

۳۱۔مُلکِ عظیم کیا ہے دماغوں، ذہنوں اور دلوں پر حکومت کا نام ہے -------

۳۲۔نبی کی ہڈی کی خاصیت ،زیرِ آسمان دعا، بارش ہوجائے -----------

۳۳۔نماز پڑھ کر دعا نہ کرتے تو لوگ ربوبیت کے قائل ہوجاتے ---------

۳۴۔ختمی مرتبتؐ کی وفات نہیں شہادت ہے،زہر دیا گیا تھا-------------

۳۵۔عربوں کے پاس گھوڑوں کے بھی شجرے محفوظ تھے -------------

۳۶۔ذوالجناح کا شجرہ پانچ ہزار سال پرانا ہے ------------------

۳۷۔ذوالفقار نہ غیر معصوم سے اُٹھ سکتی ہے نہ چل سکتی ہے -------------

۳۸۔اہلِ بیتؑ کے گھر کی معرفت جانور بھی رکھتے ہیں--------------

۳۹۔قرآن کے معانی ومطالب صرف آلِ محمدؐ ہی بتا سکتے ہیں ------------

۴۰۔میں روم کے بادشاہ کی پوتی ہوں میرا نام ملیکہ ہے -------------

۴۱۔میرے جد عباسؑ نے کربلا میں ایک قسم کھائی تھی (امام نے فرمایا) -----

فیاض زیدی:

پیش لفظ

''سیرتِ معصومینؑ'' کے عنوان سے یہ عشرۂ محرم ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۳ء امام بارگاہ شہدائے کربلا انچولی، کراچی میں پڑھا گیا تھا۔ علامہ صاحب کے دیگر عشرہ ہائے مجالس کی طرح اپنے دامن میں وہ سب کچھ لئے ہوئے ہے جو تحقیق و تصدیق پر مبنی ہوتا ہے۔ اگر ایک معصوم کی زندگی کو ہی عنوان بنایا جاتا تو دس مجالس ناکافی تھیں چہ جائیکہ ''چہاردہ معصومینؑ'' کو عنوان قرار دیتا، مگر علامہ صاحب کو کٹھن اور دشوار گزار علمی اور ادبی راہوں کا راہی ہوئے نصف صدی سے زیادہ گزر چکی ہے اور اب جبکہ مجھے اُن کی کفش برداری کرتے یہ تیرھواں برس ہے تو میں یہ دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ علامہ صاحب نے کبھی مجلس برائے مجلس نہیں پڑھی اور دوسری بات یہ ہے کہ روائتی موضوعات سے ہمیشہ پرہیز کیا۔ آپ نت نئے انداز سے جہاں نئے نئے اور حیران کن موضوعات کو اپنی مجالس کا عنوان بناتے ہیں وہیں اہلِ بیتؑ اطہار کی مقدس حیات کے وہ گوشے بے نقاب کرتے ہیں جنھیں آج کا ذاکر نہ پڑھنا چاہتا ہے نہ سیکھنا چاہتا ہے۔ اب یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ ساڑھے تین سو سے زیادہ کتب کی اشاعت کے بعد ہر زبان کا ذاکر اپنے اپنے انداز میں فکرِ ضمیر ہی کو اپنی مجالس میں بیان کر رہا ہے۔ حسد اور دشمنی اپنی جگہ مگر حق دیر سے سہی اپنے آپ کو منوا لیتا ہے۔ ''تاریخ، قرآن، حدیث اور زمینی حقائق کے ساتھ ساتھ علامہ صاحب اِردگرد کے ماحول

اور میڈیا یا Media یعنی ذرائع ابلاغ کو بھی کما حقہ، ذہن میں رکھ کر اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہیں۔

زیرِ مطالعہ و نظر عشرۂ مجالس میں علامہ موصوف نے بڑی محنت اور لگن سے چودہ معصوموں کی زندگی کا ایک مختصر ترین خلاصہ پیش کیا ہے اور سامعین یقیناً سُن کر محظوظ ہوئے بغیر نہ رہ سکے ہوں گے اور قارئین بھی جب مطالعہ کریں گے تو داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ ناچیز نے شاید پہلے بھی عرض کیا تھا کہ علامہ صاحب کا ایک نکتہ اپنی جگہ ایک عنوان سے کم نہیں ہوتا اور صحبت علم و ادب و سخن سے مسلسل فیض یاب ہونے کے بعد یہ میرے لیئے بڑا مشکل ہو جاتا ہے کہ علامہ موصوف کی کتاب پر کھل کر اظہارِ رائے کروں کیونکہ خدشہ ہے کہ عشرے کی ضخامت کے برابر ایک کتاب اور معرضِ وجود میں آجائے گی۔ ایک شاگرد اپنے اُستاد کا شکریہ کبھی ادا نہیں کرسکتا۔ ایام زندگی میں جس طرح اِس عظیم ہستی نے مجھے علومِ محمدؐ و آلِ محمدؐ سے نوازا، سیراب کیا اور سرسبز و شاداب کیا اُس کے جواب میں صرف اور صرف دستِ دعا بلند کرسکتا ہوں جہاں تک میں سمجھا ہوں علامہ صاحب سے تنگیٔ داماں و تنگیٔ وقت کے باوجود ہر معصوم کی زندگی سے متعلق نئی باتیں نذرِ سامعین و قارئین کی ہیں جس سے مزید علم کے گوشے تلاش کیئے جاسکتے ہیں لیکن مطالعۂ کتب کی عادت بھی تو ہو۔ جب آپ مطالعہ کریں گے تو یہ دیکھیں گے کہ ایک مجلس شروع کرنے کے بعد مکمل پڑھے بغیر کتاب بند کرنے کو جی نہیں چاہتا اور اگر ذہن کے دریچے کھلے ہوں تو علومِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر ذہن میں موجزن ہونے لگتا ہے اُسے بڑھانا، پھیلانا اور خود نئے گوشوں تک رسائی حاصل کرنا یہ قاری کا کام ہے۔ آخر میں گذارش ہے کہ یہ عشرۂ مجالس نہ صرف خود

مطالعہ کریں بلکہ اہلِ خانہ بالخصوص بچوں کو بھی مطالعے کی طرف مائل کریں۔ یہ علامہ صاحب کی لکھی ہوئی اور تقریر سے تحریر میں ڈھالی ہوئی کتابیں نعمتِ غیر مترقبہ اور موجودہ عہد کے ساتھ ساتھ آنے والی نسل کے لئے ایک گراں قدر علمی اثاثہ بھی ہیں۔ اِس اثاثے کی حفاظت کرنا بھی ضروری ہے۔

پہلی مجلس

شوکت وشانِ پیمبریؐ

سیرتِ شہزادی فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے، درود وسلام محمدؐ وآلِ محمدؐ کے لئے

عشرۂ ثانی کی پہلی تقریر ''سیرتِ معصومینؑ'' کے موضوع پر آپ حضرات امام بارگاہِ شہدائے کربلا میں سماعت فرمارہے ہیں۔

علم بڑھتا رہے گا، کوشش کریں کہ اعلیٰ تعلیم حاصل کریں، یہ چھوٹی موٹی سیاست ہے یہ تو لگا رہے گا، یہ سب تو لگا رہے گا۔ بڑے بڑے ذاکر آئے، عام لوگوں نے تو کچھ نہیں دیکھا۔ جو ہم سے چھوٹے جوان اور بچے ہیں آپ لوگوں نے کچھ نہیں دیکھا۔ کسی ذاکر کو نہیں سنا، میں نے سنا میں نے بچپن سے سنا۔ بزرگوں کی بات نہیں کر رہا ہوں میں جوانوں سے بات کر رہا ہوں۔ میں نے دیکھا، میں نے سیاستیں بھی دیکھیں، میں نے بڑے بڑے ذاکروں اور خطیبوں کو دیکھا اور سنا، ہندوستان میں آپ نے ہم سے زیادہ نہیں دیکھا ہوگا لیکن اُن سیاستوں میں ہندوستان کے جوانوں نے حصہ نہیں لیا۔ آپ کا کام صرف یہ ہے کہ آپ مجلس پڑھیں، بس ختم ہوگئی بات۔ اس سے زیادہ نہیں اور یہ سیاست جو ہے چھوٹی موٹی سیاست اس میں ذہن تیز بھی نہیں ہوتا، کچھ ملتا ہی نہیں اس لئے

اسے بھول جائیں اور یہ دیکھیں کیا مل رہا ہے اور آج کے لئے آسانی سے میں اس چیز کا آغاز کر رہا ہوں۔ اب جس کا دل چاہے اس چیز کو شروع کر دے جس جوان کو میری تقریر کی کسی بھی چیز پر اعتراض ہو یا کوئی چیز اُس سے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہے، تو وہ اُٹھ کر سوال کر سکتا ہے۔ میں جواب دے دوں گا اور آپ بہت سلیقے سے کام کرنا چاہتے ہیں تو آپ پرچہ لکھ کر مجھے بھجوا دیں جو سوال آپ کو چاہئے وہ آپ سوال بھیج دیں میں منبر سے اُسی وقت جواب دے دوں گا، جتنے چاہیں سوال کریں۔ میرے عنوان کے بیان کا تسلسل نہیں ٹوٹے گا میں آپ کے جواب دیتا رہوں گا۔ نعرۂ صلوٰۃ

ہدایت کی منزل جہاں ہر نبی، ہر رسول، ہر امام آئے گا اور سلسلۂ ہدایت پر مجھے تقریر کرنی ہے۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ جب ہادی آئے گا تو کس کے لئے آئے گا۔ ظاہر ہے کہ انسانوں کے لئے آئے گا، جب انسانوں کے لئے ہادی آئے گا تو ہادی پہلے ہوگا یا انسان پہلے ہوگا۔ ہادی پہلے ہے یا انسان پہلے ہے پہلا انسان کون، پہلے انسان آدمؑ تو ہادی موجود ہے کہ نہیں، یہ دیکھنا ہے اور ظاہر ہے کہ ہر چیز اللہ نے اس طرح حل کی کہ پیاس بعد میں آئی، پانی پہلے مسئلہ حل ہو گیا۔ سانس لینے کی ضرورت آپ کو ہے ہوا پہلے بنا دی اور یہ احتیاط کہ جب انسان آئے گا، ہادی پہلے سے موجود ہوگا۔ اِسی لئے تو حضورؐ اکرم نے کہا تھا کہ ابھی آدمؑ مٹی پانی کے درمیان تھے کہ میں نبی تھا۔ ہادی پہلے سے موجود ہے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ وہ آخر میں آئے، سب سے آخر میں اس لئے آئے گا کہ اہم ترین چیز آخر میں آتی ہے، جس کی عظمت ہوتی ہے وہ آخر میں آیا کرتا ہے اور آپ یہ نہ سمجھیں کہ آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک سب سازگار ماحول بنا کر گئے تھے تب ختمی مرتبت آئے تھے، نہیں مصیبتیں اور بڑھ

چکی تھیں جب ختمی مرتبتؐ آئے تھے۔ یعنی عیسیٰؑ کے دور سے اب تک پانچ سو سال کا دور گزر چکا ہے اور اب جہالت ہے، جہالت اور ہے، جاہلیت اور ہے۔ عرب میں جاہلیت کا دور ہے یعنی وہ صدی یونان کے فلسفے کی صدی، علم سے ہی ختم ہوتی تھی اور اب جہالت جو ہے وہ بڑھتی جارہی ہے اور عرب میں جہالت بڑھتی جارہی ہے، اس ماحول میں ختمی مرتبتؐ کو جاہلوں میں بھیجا گیا، اُس علاقے کا انتخاب کیا گیا ہے کہ جو سب سے زیادہ خشک ترین علاقہ تھا، تبلیغ بڑھے ختمی مرتبتؐ کی اور تبلیغ کے لئے اور ہدایت کے لئے مشکلیں پیدا ہوگئیں، بلکہ مشکلوں پر مشکلیں۔ بعض دانشوروں نے لکھا، کہ وہ علاقے جو بلندی پر ہوتے ہیں، وہاں سختی ہوتی ہے اور وہاں کے بسنے والوں پر جو آب وہوا کا اثر پڑتا ہے اُن کی بات چیت میں بھی سختی ہوتی ہے، اُن کے مزاج میں بھی سختی ہوتی ہے اور جیسے جیسے نشیب میں آپ جائیں گے، جہاں ترائی آتی جائے گی، وہاں زبان میں مٹھاس اور شیرینی آتی جائے گی اور اب وہ علاقے دیکھتے جائیں کہ جو ترائی میں ہیں وہ تہذیب کے مرکز ہیں۔ اسی طرح پورب کے بارے میں لکھا گیا، فرانس جو ہے وہ ترائی میں ہے، نیچا ہے اس لئے وہاں کی تہذیب اور پورب کی تہذیب ملتی جلتی ہے، یعنی کیا مطلب، ایک مثال دے دوں کہ ایک مورّخ نے لکھا کہ فرانس اور پورب کی تہذیب کا جو اہم ترین جملہ ہے وہ یہ ہے کہ پہلے آپ، پہلے آپ فرانس میں بھی یہی ہوتا ہے اور آپ کی دنیا کی تہذیب میں بھی، پہلے آپ پہلے آپ۔ تو یہ تہذیب ہے کہ صاحب پہلے آپ پہلے آپ کا...... ہے تو یہ صرف وہاں کی تہذیب نہیں ہے، بلکہ انگریزوں کے بارے میں، وہاں کی تہذیب ختم کردو، پہلے آپ پہلے آپ آیئے، وہاں تو ٹرین چھوٹ جاتی ہے پہلے آپ پہلے آپ میں، اور کراچی میں پہلے ہم پہلے ہم میں ٹرین چھوٹ جاتی

ہے۔ انجام دونوں کا ایک ہے، تو تہذیب کے ساتھ ٹرین کیوں نہ چھوڑ دی جائے۔ بدتمیزی سے کیوں چھوٹے، تو جہاں ترائی ہوگی وہاں تہذیب اچھی ہوگی، زبان میٹھی ہوگی، عرب کے دو علاقے اس طرح تقسیم ہیں کہ ایک علاقہ ریگستان ہے، اور ایک علاقہ پہاڑی ہے تو جغرافیہ کا اثر پڑے گا، پہاڑوں میں بسنے والے سخت دل ہیں، سنگ دل ہیں اور ریگستان میں رہنے والے، مختلف جگہوں کے لوگوں کی طرح مستقل مزاج نہیں ہیں اور قافلے بھی بھٹکے رہتے ہیں انتشار کی راہ میں۔ یہ تو مزاجی کیفیت ہے اور اس میں ختمی مرتبتؐ کو بھیجا گیا۔ کتنا مشکل تھا ان کو مسلمان بنانا اور صاحب ایمان بنانا اور یہی نہیں بلکہ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے ہیں، عورت کی اہمیت بھی اُنہیں بتانی ہے تو اب ختمی مرتبت تبلیغ کریں گے اور ایک ایک چیز پر نظر رہے گی، دیکھیں گے کہ مزاج کیا ہے عرب کا، عرب نے دیکھا کہ رسولؐ اللہ قولو لا الٰہ کہہ رہے ہیں، تو عرب والوں نے کچھ الزام لگائے کہ یہ شاعر ہیں، مجنون ہیں، ساحر ہیں تو کیا سوچ سمجھ کر یہ الزام لگائے یا بے خیالی میں کہہ دیا۔ قرآن نے کہا ہمارے نبیؐ کو یہ تین نام دیئے عرب والوں نے، جادوگر ہے، یہ دیوانہ ہے، یہ شاعر ہے۔ سوال یہ ہے کہ سوچ سمجھ کر کہا یا بے خیالی میں کہا؟۔ سوچ سمجھ کر کہا کیوں کہا شاعر! اس لئے کہا کہ شاعر سے ہمیشہ بزرگ لوگ گھبراتے ہیں اُس نے کہا شاعر آ رہا ہے، انہوں نے کہا نکل لو، ایک پیالی چائے پلائی اور تو شاعر سے بوڑھے لوگ گھبراتے ہیں اور جو دیوانہ ہوتا ہے تو دیوانوں کو مجنون کو بڑے بزرگ نہیں چھیڑا کرتے تھے لیکن اگر کسی روڈ پر کسی گھر کے سامنے دیوانہ آ گیا تو بچے جو ہیں وہ اُس کے پیچھے دوڑ کر پتھر مارتے ہیں اور جادوگر، جادوگر سے نہ آپ ڈرتے ہیں، نہ بچے ڈرتے ہیں، نہ جوان ڈرتے ہیں، نہ بزرگ ڈرتے ہیں، کون ڈرتا ہے؟ جادوگر

سے عورتیں ڈرتی ہیں۔اب وہاں سے......اُس گھر میں نہیں جائیں گی۔قرآن میں، فاتحہ قرآن خوانی، اُن کے بھی اگر کوئی تیز سن لیا، اُس گھر میں بھی نہیں جائیں گی، جادو کا اثر ہے،تو جادو سے عورتیں ڈرتی ہیں،تو سوچ کر یہ تینوں نام دیئے کہ عرب کے بوڑھے اُس کو شاعر سمجھ کر تبلیغ کا اثر قبول نہیں کریں گے اور بچے جو ہیں وہ دیوانہ سمجھ کر اس کی تبلیغ کا اثر قبول نہیں کریں گے، یہ عورتیں اس کو جادوگر سمجھ کر اس سے دور بھاگیں گی تو یہ محاذ کھول دیئے عرب والوں نے۔اب مشکل اور بڑھ گئی لیکن ختمی مرتبت آخری نبی،فخر ہیں انبیا کا،فخرِ آدمؑ ہیں،فخرِ نوحؑ ہیں،فخر ابراہیمؑ ہیں،فخرِ موسیٰؑ ہیں،فخرِ عیسیٰؑ ہیں ہر منزل پر ہر محاذ پر اکیلا لڑتا ہوا جائے گا، چند ساتھیوں کو لے گا اور اکیلا چلے گا ایک چھوٹا سا قافلہ بنا کر، اچھا تم نے محاذ کھولے ہیں، تین بوڑھوں کو لائے ہو تم مقابلے پر تو اب دیکھو میں ایک بوڑھا سامنے لاتا ہوں،اُس کا نام ہے ابوطالبؑ۔نعرۂ حیدری!

تم نے بچوں کا محاذ کھولا ہے ،میں ایک نو سال کا بچہ لایا ہوں علیؑ،تم نے عورتوں کا محاذ کھولا ہے، میں ایک بیوی لایا ہوں خدیجہؑ اور محاذ پر تین آدمی لے کر ختمی مرتبت آئے، اب آپ شاعر کہو یا بنی ہاشم کی فصاحت و بلاغت،اس شاعر سے بہتر بھی کوئی شاعر ہوسکتا ہے اور یہ بچے کیا مجھے پتھر ماریں گے،ارے دیکھو یہ ابوطالبؑ کا بیٹا مکے کی گلی میں نظر آئے گا تو سارے بچے بھاگتے نظر آئیں گے اور ہوا یہ ہی کہ ایک بار دیکھا علیؑ نے نکل کر کہ بچوں نے پتھر مارے ہیں،رسولؐ کو زخمی کیا ہے اور پیچھے دوڑے اور جتنے بچے پکڑ میں آ گئے،ابوطالبؑ کا بیٹا ہے، فاطمہؑ بنتِ اسد کا لال ہے،ماں نے نام حیدر رکھا ہے،ابھی بچپن ہے اور جو بچہ ہاتھ میں آ گیا پھر وہ صحیح سلامت گھر نہیں گیا،ٹوٹ پھوٹ کے گیا اور یہ ہی ہوا کہ روزانہ علیؑ نکلتے، اِدھر رسولؐ چلے لا الٰہ کہتے ہوئے اور اِدھر پیچھے پیچھے

علیؑ دُور سے چلے اور جہاں دیکھا کہ گلیوں میں سے بچے نکلے، علیؑ دوڑے، یہ عالم ہو گیا تھا کہ بچے مڑ مڑ کر دیکھتے رہتے تھے اور اگر دیکھا کہ آ رہے ہیں تو پکار کر کوئی بچہ کہتا تھا کہ بھاگو وہ لال آنکھوں والا آ رہا ہے، سرخ آنکھوں والا ابو طالبؑ کا بیٹا آ رہا ہے اور ایک دن یہ ہی ہوا کہ مکے والے اپنے بچوں کو لئے ہوئے ابو طالبؑ کے پاس گئے اور کہا دیکھو بچے کا عالم کیا ہو گیا، کیا ہوا کسی کی آنکھ پھوٹ گئی، کسی کا ہاتھ ٹوٹ گیا، کسی کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ زخمی بچے سب کے باپ لئے ہوئے کھڑے۔ ابو طالبؑ نے پوچھا کہ کیا ہوا، یہ کس نے تمہاری آنکھ پھوڑی، کہا علیؑ نے، یہ ہاتھ کس نے توڑا، کہا علیؑ نے، یہ پیر کس نے توڑا کہا علیؑ نے۔ ارے آواز دی کہا علیؑ اِدھر آؤ، علیؑ آئے کہا علیؑ تم نے اس کی آنکھ زخمی کی، کہا ہاں بابا اس کا ہاتھ تم نے توڑا کہا ہاں بابا، اس کی ٹانگ تم نے توڑی کہا ہاں بابا۔ کیوں کیا ایسا، کہا بابا وہ میرا بھائی محمدؐ۔ نعرۂ حیدری! مکے کی گلیوں میں جب پیغامِ توحید دیتا ہے تو یہ بچے اُس پر پتھر برساتے ہیں، میں نے اپنے بھائی کی حفاظت میں اُنہیں مارا ہے، تو بے اختیار کہا، اچھا یہ بات ہے علیؑ۔ مکے کے بڑے بڑے رؤسا کھڑے ہیں، اپنے بچوں کو لئے ہوئے، اس طاہر کو تو یہ کہنا چاہئے تھا کہ ہم تمہارے سامنے بچے کو آج ڈانٹ دیں گے کچھ نہیں کرے گا تو کُلِ ایمان کے باپ نے یہ کہا، ایک صاحب ایمان نے یہ کہا کہ علیؑ اگر یہ بات ہے تو آج سے تم دن بھر حفاظت کرنا محمدؐ کی اور حفاظت کرنے میں تمہاری جان بھی چلی جائے تو ابو طالبؑ کو کوئی پروا نہیں۔ نعرۂ حیدری!

وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ (سورۂ صافات، آیت ۳۶)

''اور یہ کافر یہ کہا کرتے تھے کہ کیا ہم ایک دیوانے شاعر کے لئے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (سورۂ ذاریات۔آیت ۵۲)

''اور اسی طرح جو لوگ اُن سے پہلے ہو گذرے ہیں اُن میں کوئی رسول ایسا نہیں آیا جسے انھوں نے ساحر یا مجنون نہ کہا ہو''

اتنی مشکلوں میں تبلیغ کرنی ہے اور دیکھنا ہے کہ تبلیغ کے بعد جو شان و شوکت ہے، وہ جب سامنے آئے گی اور عرب والے دیکھیں گے، یہ ہی تو کہا تھا کہ اگر میرا ساتھ دو تو تمہارے پرچم روم اور مصر اور یونان تک لہرا سکتے ہیں، یہ کہا علیؑ نے اور بعد میں ہسٹری نے لکھا کہ ان ہی قاتلوں اور مشرکوں نے شوکت و شان کو سمجھا کیا، اس نبی کی شوکت تھی، کیا شان تھی۔ میر انیسؔ نے کہا تھا نا

کیوں کر بیاں ہو شوکت و شانِ پیمبری
عاجز ہیں یاں فرزدق و حسّان و حمیری
طاقت یہ کس میں ہے جو لکھے زورِ حیدری
دوڑے کُمیتِ خامہ تو کھائے سکندری

یعنی قلم جب چلتا ہے تو سکندری کھا جاتا ہے، سکندری کے کیا معنی، میدانِ جنگ میں گھوڑا دوڑ رہا ہے اور اگلے گھٹنوں کے بل گر گیا میدان میں، اُسے کہتے ہیں سکندری کھانا، ایسے گھوڑوں کو پسند نہیں کرتے جو میدانِ جنگ میں سکندری کھا جائے، میر انیسؔ نے کہا کہ قلم سکندری کھا رہا ہے، چل نہیں رہا ہے:-

قرآں میں جس کے وصف مکرّر خدا کرے
کس کی زباں سے پھر بشر اُن کی ثنا کرے

میر انیسؔ شوکت و شانِ پیمبری بتانا چاہ رہے ہیں کہ آلِ محمدؐ کی ثنا نہیں کی جا سکتی، کیسے لکھی جا سکتی ہے، اس لئے کہ شوکت و شان پیمبری صرف مکی مدنی

زندگی نہیں ہے، شوکت وشانِ پیمبری کل بھی تھی آج بھی ہے تو جب ہسٹری لکھنے والا ہسٹری لکھے گا تو اُسے یہ لکھنا پڑے گا کہ شوکت وشانِ پیمبری مکمل سامنے آئے، تو اب بدر میں علیؑ کی لڑائی، اُحد میں ذوالفقار کا آنا، خندق میں عمر بن عبدِود کا مارنا اور خیبر میں حارث، مرحب، عنتر کو قتل کرنا اور خیبر کا دَر اُکھاڑ لینا، حنین میں بارہ ہزار کے لشکر کو بھگا دینا، شوکت وشانِ پیمبری ہے، شانِ پیمبری خُلق حسنیٰ ہے اور صلح حسنؑ ہے، صلح نامہ شرائط پر یہ ہے شوکت وشانِ پیمبری، صلح حدیبیہ سے ملا رہے ہیں، امام حسینؑ کا اقدام شوکت وشانِ پیمبری ہے بھرے گھر کو ساتھ لے کر چلنا مدینے سے اور کربلا میں آکر قربانیاں دینا، یہ شوکت وشانِ پیمبری سیّد سجادؑ کا ہر نعمت پر سجدہ کرنا، دو لڑنے والے لوگوں میں صلح کرا کے سجدہ کرنا، سیدِ سجادؑ کے سجدے، یہ ہے شوکت وشانِ پیمبری۔ امام محمد باقر کا علوم پھیلانا، امام جعفرِ صادقؑ کا مدرسے بنانا، یہ ہے شوکت شانِ پیمبری، موسیٰؑ کاظم کا غصے کو ضبط کر کے قید خانے میں عبادتیں کرنا یہ ہے شوکت شانِ پیمبری، مامون کے دربار میں ذوالفقار شان سے لگائے ہوئے ولی عہدی کے موقعے پر آنا یہ ہے شوکت شانِ پیمبری، امام محمد تقیؑ کا نہ ڈرنا ہارون رشید سے اور راہ میں کھڑے رہنا یہ ہے شوکت شانِ پیمبری اور یہ امامِ علی نقیؑ کا شیروں کے پنجرے میں جانا اور شیروں کا قدموں پر جھکنا یہ ہے شوکت شانِ پیمبری، امام حسن عسکری کی پوری زندگی قید میں گزرے لیکن جب عیسائی کوئی آکر پانی برسائے تو اب آکر عیسائیت سے اسلام کو بچانا یہ ہے شوکت شانِ پیمبری، وادیٔ خضرا میں عبادتیں، وادی خضرا میں حکومت، وادی خضرا سے نکل کر ملکوں ملکوں میں جا کر اپنے چاہنے والوں کی خبر گیری کرنا، ولی عصرؑ کی شوکت وشانِ پیمبری، نعرۂ حیدری!

وہ شوکت وشانِ پیمبری ،صرف وہ زندگی نہ دیکھیں کہ جو حق کی اور مظالم کی زندگی ہے، آپ کو پوری زندگی دیکھنا پڑے گی اس لئے اسلام کی جو زندگی ہے، اسلام کی زندگی کے تین دور ہیں، پہلا دور جب اسلام بنانا ہے ختمی مرتبت کو، دوسرا دَور جب اسلام پھیلانا ہے ختمی مرتبت کو اور تیسرا دور اب انتقال کے بعد ہے، اسے انتقال نہیں کہتے بلکہ زندگی کہتے ہیں اور وہ دور ہے ختمی مرتبتؐ کا کہ اب اسلام کو بچانا ہے۔ جانے کے بعد اسلام بچانا ہے، تیسرا دور بعد میں آئے گا، تو قدرت نے کہا دیکھو ہم انتظام کرتے ہیں، مددگار تمہیں دیتے ہیں، تمہیں اسلام بنانا ہے، جب تم اسلام بناؤ گے قوتِ بازو ابو طالبؑ ہوگا، اسلام پھیلاؤ گے تو قوتِ بازو علیؑ ہوگا اور جب اسلام بچاؤ گے تو قوتِ بازو حسینؑ ہوگا دادا ابوطالبؑ، حسینؑ کے باپ علیؑ، حسینؑ ابوطالبؑ کے پوتے۔ (نعرۂ صلوٰۃ)

یہ ہے شوکت وشانِ پیمبری اور اب آخرِ تقریر میں دو چار جملے یہ بھی کہہ دوں کہ اگر سوانح حیات لکھی جائے ختمی مرتبتؐ کی، سیرت لکھی جائے، بڑی کتابیں لکھی گئیں اور سارے مسلمانوں کے فرقے مل کر لکھتے رہتے ہیں لیکن کتنی بڑی ستم ظریفی ہے کہ جو سوانح حیات مکمل کریں گے اُسی میں نہ ولادت کی تاریخ ہے نہ وفات کی تاریخ ہے آپ کو دوسری مثال دے دیں، ڈاکٹر اقبال کی دس سالہ ولادت کی یادگار منائی جانے لگی تو حکومت کی طرف سے آڈر یہ تھا کہ صحیح ترین تاریخ تلاش کرو، اسکالر بٹھا دیئے گئے دانشور، علما تمام اسکالر بیٹھ گئے اور اُس کے بعد اُنہوں نے چھان بین شروع کی اور وہاں پہنچے جہاں اقبالؔ پیدا ہوئے، اُس ہاسپٹل میں جہاں ولادت کا کارڈ بنا تھا، وہ کارڈ سیالکوٹ سے نکلوایا گیا۔ اُس میں ولادت کی تاریخ دیکھی گئی، اُس سے پتہ چلا نو نومبر ہے، طے کر دیا، نو نومبر کو اقبالؔ پیدا ہوئے اور پوری دنیا میں اقبالؔ کا جشن اُسی تاریخ

کو منایا جانے لگا۔ ارے بانی پاکستان کے لئے اتنی پرواا ور بانی اسلام کے لئے کوئی خبر نہیں، کوئی دانشور نہیں، کوئی کمیٹی نہیں کہ بٹھا کے یہ کہا جائے کہ ہر فرقے میں سے ایک دانشور لے لیا گیا ہے، لیجئے یہ بہتر دانشور بیٹھے ہوئے ہیں، یہ فیصلہ کردیں گے کس دن پیدا ہوئے اور کس دن وفات پائی۔

پرانے مؤرخین نے کچھ اور لکھا، نئے نے کچھ اور لکھا، کسی نے کہا بارہ ربیع الاوّل ہم نے کہا سترہ ربیع الاوّل! تاریخ نہ ولادت کی نہ وفات کی اور بعد میں مسلمانوں نے یہ طے کرلیا کہ پہلی ربیع الاوّل سے لے کر بارہ ربیع الاوّل تک کسی ایک دن تو وفات پاگئے اور اِسی درمیان میں کسی دن پیدا ہوگئے۔ یہ کیا بات ہوئی، ارے انسانوں کے لئے ایسا کہا جاتا ہے کہ پہلی سے بارہ تک پیدا بھی ہوئے اور ان ہی تاریخوں میں مر بھی گئے، یہ بارہ ہے کیا، یہ بارہ وفات ہے کیا کہ نام آپ نے بارہ وفات رکھا ہوا ہے اور اِسی میں ولادت بھی وفات بھی، یہ کیا ہے، تو صحیح تاریخ آپ کو نہیں ملی۔ اب تک کیوں نہیں ملی، مل جانی چاہئے تھی کہ دنیا کا اتنا بڑا انسان اور اُس کی صحیح ولادت اور وفات کی تاریخ نہ ہو، سیرت نامکمل ہے۔ یہ کیوں نہیں ملتی ولادت کی تاریخ، گھر کی بات گھر والا ہی بہتر جانتا ہے۔ گھر کی باتیں گھر والے بہتر جانتے ہیں۔ جس کی آنکھوں کے سامنے پیدا ہوا وہ صحیح تاریخ بتا سکتا تھا اور واحد ذات ابوطالبؑ کی ہے، اُن کی آغوش میں پرورش پائی ہے۔ نعرۂ صلوٰۃ

رسولؐ اللہ کی ولادت کی تاریخ اگر لینا ہے تو ابو طالبؑ سے لے لو اور اب وفات کی تاریخ ظاہر ہے کہ جو موجود تھا اُس وقت اُس کا نام ہے علیؑ، جس کے زانو پر دم نکلا ہے وہ بتائے گا کہ کس دن اور کب انتقال ہوا ہے لیکن مسلمانوں نے ابوطالبؑ کے ایمان سے انکار کرکے اُن کی ولادت کی تاریخ کھودی، علیؑ کا

حق چھین کر وفات کی تاریخ کھودی۔نعرۂ حیدری۔

تاریخ ملے تو کیسے ملے، ابوطالبؑ کو تم نے کافر کہہ دیا، اب مسلمان اُس سے کیسے پوچھیں گے بتاؤ کس دن پیدا ہوا تھا، جس کو چوتھا بنا دیا اُس سے کیسے پوچھیں گے کہ بتاؤ کس دن اور کس تاریخ کو وفات ہوئی تھی رات کو وفات ہوئی یا دن کو کیا تم نہیں تھے، کیا تم لوگوں سے پوچھتے ہو، تم چوتھے سے کیوں پوچھ رہے ہو تو سوال اب یہ کہ کیسے پتہ چلے بتانے والا ابوطالبؑ ہے جب رسولؐ اللہ کی ولادت ہوئی حجرۂ آمنہؑ میں صرف فاطمہ بنتِ اسد تھیں اور جیسے ہی ولادت ہوئی تاریخوں میں لکھا ہے کہ فاطمہ بنتِ اسد تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی ابوطالبؑ کے پاس آئیں، چہرے پر مسرت کے آثار، چہرہ خوش تھا اور آتے ہی کہا میرے والی، میرے سر تاج اللہ نے آمنہؑ کو ایک چاند سا بیٹا عطا کیا ہے تو ابوطالبؑ نے کہا مبارک ہو تمہیں فاطمہؑ بنتِ اسد تمہاری پیشانی کی چمک دیکھ کر بتا رہا ہوں۔آج سے پورے تیس سال کے بعد، اللہ تمہیں بھی ایک ایسا ہی بیٹا دے گا، اب یہ جملے ابوطالبؑ کی تاریخ میں محفوظ کر لو، میں تاریخ تلاش کروانا چاہ رہا ہوں اور اب دیکھو علیؑ جس دن پیدا ہوئے، متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ تیس عام الفیل تیرہ رجب کو پیدا ہوئے، کوئی اختلافانہ تاریخ نہیں ہے، بس لکھ لو اور کیلنڈر کے پیچھے کی جانب جاؤ، تیس عام الفیل تیرہ رجب کیلنڈر کو پیچھے چلاؤ جہاں تیس سال پورے ہو جائیں اور جس تاریخ پر دن رُک جائے وہی رسولؐ کی ولادت کی صحیح تاریخ ہے۔نعرہ صلوٰۃ۔

علیؑ سے پوچھ لو، ہاں اب یہ مسئلہ رہ گیا کہ یہ بارہ وفات کیا چیز ہے۔یہ ہے کیا چیز، یہ بارہ ربیع الاوّل کیا ہے، اس کا تعلق ختمی مرتبتؐ سے کتنا ہے تو جب آپ وفات کی تاریخ دیکھیں گے تو تاریخ میں اٹھائیس صفر ملے گی لیکن یہ اٹھائیس صفر

سے نکل کر وفات کی تاریخ ربیع الاوّل میں کیسے چلی گئی۔ ایک بات کہہ دوں کہ جس دن وفات ہوئی اُس دن عرب میں اعلان نہیں ہو سکا، دوسرے دن بھی نہیں ہوا، تیسرے دن بھی نہیں ہوا یہاں تک کہ بارہ دن گزر گئے، ربیع الاوّل کے گیارہ دن گزر گئے، بارہ تاریخ آنے والی تھی۔ بعدِ رسولؐ بات یہ تھی کہ جب یہ اعلان ہو گیا کہ مسلمانوں نے خلیفہ وقت کا انتظام کر لیا ہے تو سُلیم بن قیس اپنی کتاب میں یہ لکھتے ہیں کہ جب یہ فیصلہ ہو گیا تو مسجد کو بند کر کے اندر سے سلمانؑ، ابوذرؓ و مقدادؓ و عمارؓ نے یہ کہا کہ اس منبر پر نہیں بیٹھنے دیں گے اور وہاں اطلاع بھی پہنچ گئی۔ اگلا جملہ سنو گے، مولا علیؑ نے سلمان و ابوذر اور عمار سے پوچھا میں کون ہوں، سب نے کہا آپ امامِ وقت ہیں، علیؑ نے کہا میری خاموشی دیکھو، جو میں کر رہا ہوں وہی کرو، اس کی اطلاع وہاں بھی ہو گئی کہ ایسا ہو گا اب منبر پر بیٹھیں تو کیسے بیٹھیں، اب منبر پر جائیں تو کیسے جائیں، اب لکھا گیا بیرونِ مدینہ خالد بن ولید کو کہ لشکر لے کر آ جاؤ تاکہ اعلانِ خلافت ہو سکے۔ لشکر آتے آتے گیارہ ربیع الاوّل ہو گئی، جب لشکر آ گیا تب مدینے کے بازاروں میں، مدینے میں، یہ اعلان ہوا کہ نبی مر چکا ہے، خلیفہ وقت یہ ہے۔ وہ بارہ کی تاریخ تھی، یہ جشنِ عید میلادالنبیؐ نہیں، یہ جشنِ خلافت ہے۔ نعرۂ حیدری!

تو مسلمانوں کو بارہ کو وفات کی اطلاع ملی، تو اُس دن سب سمجھے کہ وفات ہوئی ہے اس لئے اب طریقہ ایک نہ بچا کہ زمانہ ترقی یافتہ ہو گیا، اب چیزوں کو چھوڑ دو، ان چیزوں کو چھوڑ دیجئے، جہاں علم ملے وہاں آگے بڑھ جایئے، جہاں علم نہ ملے وہاں سے ہٹ جایئے، تو جب سوانحِ حیات لکھی جائے گی تو یہ دیکھنا پڑے گا کہ ختمی مرتبتؐ کی صحیح ولادت کی کیا تاریخ ہے اور وفات کی صحیح تاریخ کیا ہے۔

ایک سوال یہ آیا تھا کہ رسول اللہؐ کی نمازِ جنازہ کس نے پڑھائی؟۔

اس سلسلے میں صحابیِ رسولؐ عبداللہ ابنِ مسعود کی ایک روایت اہلِ سنّت کی کئی کتابوں میں بیان ہوئی ہے "روضۃ الاحباب"، "مسند احمد بن حنبل"، "مناقبِ احمد بن حنبل"، "تاریخِ کامل جلد دوم"، "تاریخِ ابنِ خلدون جلد دوم"، "کتابِ خُمِ غدیر" آغا محمد زکی قزلباش مطبع اثنا عشری دہلی مطبوعہ ۱۹۱۹ء عبداللہ ابنِ مسعود بیان کرتے ہیں "مجھے رسولؐ اللہ نے اپنی وفات کے ایک مہینے پہلے سے خبر دی تھی، ایک روز میں رسولؐ اللہ کے طلب کرنے پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، جب رسولؐ اللہ کی نظر مجھ پر پڑی تو ازراہِ ترحم و شفقت آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ میں تم کو تقویٰ اور پرہیز گاری اور خوفِ خدا کی وصیت کرتا ہوں تم کو چاہیئے کہ تکبر نہ اختیار کرو، میں نے پوچھا آپ کی وفات کب واقع ہوگی؟ رسولؐ اللہ نے فرمایا قریب زمانہ ہے، میں نے پوچھا آپ کو غسل کون دے گا، آپ نے فرمایا میرے قریب ترین اہلِ بیتؑ، میں نے پوچھا آپ کا کفن کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا یہی جو پہنے ہوں، جامۂ مصری خواہ حُلّۂ یمن! میں نے پوچھا نماز آپ کے جنازے کی کون پڑھائے گا، حضرت آبدیدہ ہوئے اور فرمایا کہ بعدِ غسل میری میّت قبر کے متصل رکھ دی جائے گی، پہلے میرا خدا نماز پڑھے گا، پھر ملائکہ، پھر میرے اہلِ بیتؑ، اُس کے بعد جس کا جی چاہے۔

رسولؐ کے جنازے پر خدا نماز پڑھے گا عبداللہ ابنِ مسعود کے اس جملے پر مسلمانوں کو حیرت نہیں ہونا چاہیئے اس لئے کہ قرآن میں آیت ہے اللہ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود پڑھتا ہے، رسولؐ کی نمازِ جنازہ کوئی عام لوگوں کی نمازِ جنازہ نہیں تھی بلکہ صرف حکم یہ تھا کہ جنازے پر کھڑے ہو کر درود پڑھو اور ہٹ جاؤ دوسروں کو آنے دو اللہ نے بھی رسولؐ کے جنازے پر درود پڑھا اور سب سے پہلے اللہ نے نمازِ جنازہ پڑھی پھر علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ نے نمازِ جنازہ پڑھی پھر

حضرت علیؑ نے تمام مسلمانوں کو اجازت دی کہ پانچ پانچ کر کے جنازے پر جائیں اور نمازِ جنازہ یعنی درود پڑھیں اور دوسروں کو موقع دیں کہ وہ پڑھیں۔ نمازِ جنازہ جو عام مسلمانوں کی ہوتی ہے اس میں مغفرت کی دعا ہوتی ہے۔ رسولؐ کے لئے نعوذ باللہ ایسی کوئی حاجت نہیں تھی اس لئے کہ اُمت کے مومنین کی مغفرت اور شفاعت رسولؐ اللہ فرمائیں گے اسی طرح ہر معصوم کی نماز جنازہ ہوئی صرف درود پڑھا گیا۔

اُس کے بعد پھر آپ کو یہ دیکھنا ہوگا کہ سیرتِ طیّبہ میں کیا ہے، آپ جب ایک ضعیفہ عورت کے گھر کے سامنے سے گذرتے تو وہ کوڑا پھینکتی تھی، یہ اخلاقِ محمدیؐ ہے، یہ اخلاقِ نبیؐ ہے کہ اُسی راستے سے جاتے تھے، کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ راستہ بدل دو، دوسرے راستے سے جایا کرو، تو جواب یہی دے گا، خُلقِ محمدی بولے گا کہ ہادی بھی کہیں راستہ بدلا کرتا ہے، میں راستہ کیسے بدل لوں، جاؤں گا اِدھر ہی سے اور پھر ایک دن یہ بھی پتہ چلا کہ کُوڑا نہیں آیا اگر نہیں آیا تو پوچھا کہاں ہے، بیمار ہے، اب آپ کو وہ جملہ یاد ہے نا کہ میں نے کہا تھا کہ عورتوں سے یہ کہا گیا کہ یہ جادوگر ہے، وہ ڈریں گی اور جب یہ پردہ ہٹے گا جادو گری کا تو اب عورت قریب آجائے گی عرب کی، کیسے کہا نبی جا رہے تھے، دیکھا ایک عورت لکڑی کا گٹھا لئے ہوئے آگے جا رہی تھی، چل نہیں پا رہی تھی، گئے اور کہا میں پہنچا دوں اور وہ لکڑی کا گٹھا سر پہ رکھ لیا، اُس کے ساتھ چلے، دروازہ اُس کا سامنے آگیا تو اُس نے کہا، تم نے تو میرے ساتھ نیک عمل کیا، تم نے ہماری مدد کی، ایک نصیحت کرتی ہوں، نصیحت یہ کرتی ہوں کہ اس عرب کے جزیرے میں ایک جادوگر آیا ہے، اُس جادوگر سے ڈرتے رہنا، اُس کے قریب نہ جانا، اُس کی بات کبھی نہیں سننا، کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں اُس سے بچوں،

کہا اتنی بڑی دنیا ہے کہیں چلے جاؤ لیکن اُس جادوگر کے قریب نہ جانا، کہا میں کیا بتاؤں میں اُس جادوگر کا ساتھ چھوڑ بھی نہیں سکتا اس لئے کہ وہ میرا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا، میں اُس کے ساتھ ہوں وہ میرے ساتھ ہے، کہا کیا مطلب، کہا جس کو تو جادوگر کہہ رہی ہے، وہ میں ہی تو ہوں بس یہ سننا تھا کہ ایک بار بولی کہ یہ عمل جو تم نے ابھی کیا یہ تمہارا ذاتی عمل تھا یا اسلامی عمل تھا رسولؐ اللہ نے فرمایا یہ ہمارے دین کا طریقہ ہے دوسروں کی مدد کرنا اُس بوڑھی عورت نے کہا کہ لا الہ الا اللہ، جب پردہ ہٹا تو وہ ایمان لے آئی، پتہ یہ چلا کہ جہاں اپنا جیسا سمجھتا رہے گا، کوئی اُس وقت تک ختمی مرتبتؐ آئے ہوں، تو میں بیمار پڑی تو انتقام لینے آئے ہو، تو کہا نہیں انتقام لینے نہیں تیری عیادت کو آئے ہیں تو جب یہ سنا تو اُس نے بھی کہا لا الہ الا اللہ، جب تک اپنا جیسا سمجھ رہی تھی کہ میرے جیسا انسان ہے، انتقام لینے آیا ہے جب تک جادوگر سمجھ رہی تھی اور جب یہ سمجھ میں آ گیا کہ یہ میرے جیسا نہیں ہے یہ کوئی اور چیز ہے جو عیادت کے لئے آیا ہے، کوڑا پھینکتی رہی ہوں، میں ظلم کرتی رہی ہوں، یہ کوئی اور شے ہے کوئی اور شخصیت ہے تو اب سمجھ گئی کہ یہ رسولؐ ہے، ایمان لے آئی تو جب تک آپ اپنا جیسا سمجھیں گے، آپ صاحبِ ایمان نہیں ہوں گے۔ نعرۂ حیدری!

ظاہر ہے عورتوں کو بھی قریب لے آئے، عورتیں بھی سمجھ گئیں کہ یہ نہیں ہے اور اب وہ عرب جو لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے ہیں اُن کو مجھے بتانا ہے کہ عورت کا کیا احترام اور عزت ہے تو قدرت بھی دیکھ رہی تھی کہ عورت کی عظمت بڑھانی ہے اس لئے وہ اللہ جو قابیل ہابیل کو قتل کر دے تو آدمؑ کو شیثؑ جیسا بیٹا عطا کرتا ہے، وہ اللہ جو نوحؑ کا ایک بیٹا ڈوب کر مر جائے کافر تو پھر تین بیٹے ایسے عطا کر دے کہ جس سے نسلِ انسانی چلے، سام حام اور وہ اللہ جو ابراہیمؑ کو بڑھاپے میں

اسماعیلؑ جیسا بیٹا دیتا ہے، وہ اللہ جو یعقوبؑ کو بارہ بیٹے دیتا ہے، وہ اللہ اگر چاہتا تو ختمی مرتبت کو بیٹا دے کر زندہ بھی رکھ سکتا تھا، بیٹا دیتا چار بیٹے دیئے لیکن زندہ ایک بھی نہیں رہا اور اہتمام یہ ہے کہ یا پہلی بیوی سے بیٹا ہوگا یا آخری بیوی سے یہ عجیب بات ہے کہ ختمی مرتبت کو اللہ نے بیٹا کیوں نہیں دیا یا پہلی بیوی یا آخری بیوی۔ ماریہ قبطیہؑ اُن سے ایک بیٹا، خدیجہؑ سے تین بیٹے، بیٹا نہیں ملے گا، بیٹا کیوں نہیں ملے گا۔ اگر بیٹا دے دیا تو نبوت کی شان کہیں نہ کہیں گھٹ جائے گی، کیسے؟ اگر نبیؐ سے کم تر ہے بیٹا تو نبیؐ کی عظمت نہیں، اگر برتر ہے نبیؐ سے تو رسالت گھٹ گئی، اب نہ اِدھر سے بیٹا دے سکتا ہے نہ اُدھر سے اور درمیانی بیویوں کو اس لئے بیٹا نہیں دیا کہ جب بیٹا دے دیتا تو مائیں اپنے ایمان پر چلاتیں اور نبیؐ اپنے ایمان پر لاتا تو بیٹا دو حصوں میں بٹ جاتا، دوہری شخصیت ہو جاتی تو وہ کیسے تبلیغ کرتا، کیسے ہدایت کرتا تو کہا بیٹا تو نہیں دیں گے اور دیں گے تو واپس لے لیں گے، بیٹی دیں گے اس لئے کہ یہ عرب والے وارث کو زندہ نہیں رہنے دیں گے اور جب تک تم زندہ رہو، وارث کا انتظام ایسے ہو جائے کہ عرب والے سمجھ نہ پائیں۔ بیٹیوں کو تو دفن کر دیتے ہیں زندہ، انہیں معلوم ہی نہیں کہ نسل بیٹی سے بھی چلتی ہے اس لئے بیٹی دے کر پردے میں چھپایا اور وارث کا انتظام پہلے کر لیا۔ اطمینان ہو گیا، اب عرب والے سمجھتے رہیں، عرب والے کہتے رہیں کہ یہ ابتر ہے اور ہم یہ کہتے رہیں کہ یہ کوثر ہے۔ عرب والے سمجھیں گے نہیں کہ یہ پردے میں جو ہے وہ کوثر کیا چیز ہے، جب حسنؑ اور حسینؑ کاندھے پر آئیں گے تو ساری کہانی سمجھ میں آجائے گی۔ نعرۂ حیدری!

اور اب تک فاطمہؑ کوثر تھیں تو اب عظمت بڑھانی ہے عورت کی تو اب اس طرح عظمت بڑھے گی کہ آپ تشریف فرما ہیں بیٹی آ رہی ہے تو تعظیم کے لئے

اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ تاریخ میں نہیں ملتا کہ کسی نبیؑ نے کہیں اپنی اولاد کی تعظیم کی ہو۔ ایک ہے مثال اور یہ مثال بھی ایسی مثال کہ علیؑ اس دور میں موجود ہیں اور آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ رُتبے میں علیؑ بلند ہیں فاطمہؑ سے، رتبہ علیؑ کا بلند ہے فاطمہؑ سے، لیکن تاریخ میں آپ نہیں دکھا سکتے کہ کبھی علیؑ کی تعظیم کے لئے رسولؐ کھڑے ہوئے ہوں کیوں علیؑ کی تعظیم کھڑے ہو کر کیوں نہیں کی، فاطمہؑ کی تعظیم کیوں کی تو بات صرف یہ ہے کہ علیؑ کا عہدہ ابھی شروع نہیں ہوا، بعد میں شروع ہوگا اور زہراؑ کو رُتبہ مل چکا، یعنی شریک کارِ رسالت ہیں یہ عہدے کا احترام ہے۔ (نعرہ صلوٰۃ) یہ بی بی کے عہدے کا احترام ہے، شریک کارِ رسالت رہیں، اس لئے تعظیم ہے۔ اب وحی آ جائے کہ محمدؐ کو اس طرح نہ پکارو، جیسے اپنے رشتے داروں کو پکارتے ہو اور آ جائے گھر میں نبیؐ تو فاطمہؑ یہ کہیں یا رسولؐ اللہ، آپ پر میرا سلام ہو، تو سلام کا جواب دینے سے پہلے کہا یہ آپ نے سلام کا انداز کیوں بدل لیا، کہا حکمِ الٰہی جو ہے نہ کہ آپ کو اپنے رشتے داروں کی طرح نہ پکارا جائے، کہا یہ اُن لوگوں کے لئے ہے، یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے، ان کے لئے ہے، کہا بیٹی تیرا ایمان تو فخرِ اسلام ہے، یہ تیرے لئے نہیں ہے تو اُسی طرح سلام کر، بابا کہہ کر سلام کر اس لئے کہ میرے دل کو سکون ملتا ہے تیری زبان سے بابا کا لفظ سن کر اور اللہ بھی خوش ہوتا ہے، بیٹی تم اُسی طرح پکارو اور اُسی طرح سلام کرو، عظمت بڑھائی، اور عظمت بڑھائیں گے، چادر میں لے کر اور جب چادر کے نیچے لیٹیں گے تو اب ارادۂ الٰہی ہوگا کہ تعارف بھی ہو جائے فرشتوں نے پوچھا چادر کے نیچے کون ہیں، اور فرشتے بھی وہ فرشتے جو روز آتے ہیں، کبھی جھولا جھلا رہے ہیں، کبھی چکی پیس رہے ہیں، کبھی کپڑے لے کر آتے ہیں، خیاط بن کر آتے ہیں، کبھی فقیر بن کر روٹی لے جاتے ہیں۔ پروردگارِ عالم تعارف

کرواتا ہے۔

پہچانو فاطمہؑ ہے، میری کنیزِ خاص، اُس کا باپ اور اُس کا شوہر ہے اور اُس کے بیٹے تو اللہ دیکھ رہا تھا کہ اگر امامت سے تعارف کروادیا تو رسالت کا پلّہ گھٹ جائے گا رسالت سے تعارف کروادیا تو امامت کا پلّہ گھٹ جائے گا اس لئے عصمت سے تعارف ہوگا کہ جو سب میں مشترک یعنی نبوت اور امامت میں مشترک ہے اللہ نے عصمت سے تعارف کروایا۔ عصمت سے تعارف ہوا، عصمت اِدھر بھی ہے، عصمت اُدھر بھی ہے اور فاطمہؑ نے اس طرح بیلنس کرلیا کہ اگر آپ سامنے کی بات دیکھتے ہیں تو آپ نام لکھے ہوئے دیکھیے، محمدؐ علیؑ فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ محمدؐ کے چار حروف، علیؑ میں تین، اور فاطمہؑ کے پانچ اور اُدھر سے آپ دیکھیں، حسنؑ کے تین حسینؑ کے چار اور سات اور پانچ بارہ اُدھر بھی بارہ اِدھر بھی بارہ، فاطمہؑ نے ناموں کا بیلنس کردیا۔ نعرۂ صلوٰۃ۔

اب حکمت اس میں یہ ہے کہ فاطمہؑ کی عظمت بڑھانی تھی، تو گھر میں چادر میں لے کر بتایا تا کہ یہ معلوم ہوجائے کہ اگر اُمِ سلمٰی کہیں کہ میں آسکتی ہوں تو کہنے لگے کہ تم خیر پر ہو لیکن اس میں تم نہیں آسکتیں اور اب ضرورت یہ ہے کہ پوری دنیا یہ دیکھ لے کہ مرکزِ رسالت کون ہے اور مرکزِ امامت کون ہے؟ انھیں کو لے کر میدان مباہلہ میں آئے، اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ کُمْ وَنِسَآءَ نَا وَنِسَآءَ کُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ (آلِ عمران:۶۱) اب لے کر آگئے وہی پانچ ہیں جو چادر میں تھے، وہ گھر میں تھے اب باہر آگئے اور شان یہ ہے کہ رسولؐ آگے ہیں، زہراؑ پیچھے ہیں چادر میں چہرا چھپا ہوا اور اُس کے پیچھے علیؑ آگے حسنؑ کی انگلی پکڑے ہوئے، حسینؑ کو گود میں لئے ہوئے تو اب بعض علما نے لکھا کہ صاحب فاطمہؑ کو بیچ میں کیوں رکھا اور علیؑ پیچھے کیوں تھے بیچ میں فاطمہؑ کو اس لئے رکھا

گیا کہ پہلی بار بی بی گھر سے نکلی تو اب جہاں نبوت کے قدم پڑیں اُس پر فاطمہؑ کے قدم پڑیں اور جہاں فاطمہؑ کے قدم پڑیں وہاں امامت کے بھی قدم پڑ جائیں تا کہ عصمت کے پیروں کے نشانوں کا پردہ ہو جائے تا کہ زمین محسوس نہ کر سکے عصمت کے قدم کو نہ آسمان کی نظر پڑ سکے، اِدھر امامت کو ادا کیا، قدم کے نشان رسالت کی فتح کے لئے، یہ اہتمام ہے قدرت یہ چاہتی ہے کہ میرے نبیؐ کا سایہ نہیں، اس لئے سایہ نہیں کہ سائے پہ قدم نہ پڑ جائے، تو اب فاطمہؑ کے لئے یہ اہتمام کہ نشانِ قدم بھی نہ کوئی دیکھ سکے اور میں کہتا ہوں کہ پردہ بہت ضروری چیز ہے اور بی بی نے اپنی سیرت میں اہم ترین جو چیز رکھی وہ پردہ ہے اور دنیا کو بتا کے گئیں کہ دیکھو پردے کی اہمیت کیا ہے اور یہ کوئی اسلامی نئی شریعت نہیں شروع ہوئی تھی۔ رسولؐ کے زمانے میں پردے کا نزول پہلے سے تھا۔ بنی ہاشم میں آلِ ابراہیمؑ میں پردے کا دستور تھا ایک بات آپ کے سامنے کہہ رہا ہوں، حضرت خدیجہؑ کے بچپن کا واقعہ ہے، قصرِ خدیجہؑ کے سامنے سے ایک راہب گزر رہا تھا ایک گلی سے، اُس نے دیکھا کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں کھڑی ہوئی ہیں تو راہب نے دیکھا کہ اُن بچیوں میں ایک بچی ایسی ہے کہ جس نے اپنے چہرے پر اپنی چادر سے نقاب بنائی ہوئی ہے، یہ رُک گیا اور وہیں زمین پر بیٹھ گیا اور اُس راہب نے بچی سے پوچھا کہ تم نے یہ چہرے پر کیا باندھا ہوا ہے، ذرا سی نقاب کھینچی، پردہ ہے، کہا پتہ نہیں کیا بات ہے کہ جب تک یہاں پر دستور نہیں ہے اس چیز کا کہ جب میں گھر سے نکلتی ہوں تو میرا دل مجھ سے یہ کہتا ہے کہ جب باہر نکلو تو چہرے کو چھپا لیا کرو۔ پانچ سال کی بچی یہ کہہ رہی ہے، راہب نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے، بیٹی کس کی بیٹی ہو، کہا میرا نام خدیجہؑ ہے، میں خویلد کی بیٹی ہوں، جس بی بی کا پردہ ماں کی طرف سے آ رہا ہو، نور میں پردہ

آ رہا ہو، شہزادیؑ کے پردے کا کیا پوچھنا، فاطمہ زہراؑ کے پردے کی عظمت کا کیا پوچھنا، اگر دربارِ خلافت میں خطبہ دینے جائیں کنیزیں چاروں طرف سے پردہ کئے ہوئے ہیں، کنیزیں حلقے میں لے جائیں گی، بلکہ دیکھ لو یہی اہتمام ایک دن زینبؑ واُمِ کلثومؑ کے لئے ہوگا، شہزادیوں نے کہا کہ بابا بہت دن ہو گئے نانا کے مزار کی زیارت کونہیں گئے، دل چاہ رہا ہے کہ آج زیارت کریں علیؑ نے کہا بیٹا زینبؑ واُمِ کلثومؑ ہم تمہیں لے کے چلیں گے ہم تمہیں نانا کی قبر پہ لے کے چلیں گے، لیکن ذرا شام ہو جانے دو، شام کو بیٹیاں آئیں، کہا بابا آپ نے وعدہ کیا تھا، قبرِ نبویؑ کی زیارت کا، کہا ہاں ہاں میری بچیو میں لے کر چلوں گا، بیٹیوں کو ساتھ لے کر صحنِ خانہ میں تشریف لائے آواز دی فضہ میری بیٹیوں کے مقنعے اور برقعے اور چادر لاؤ۔ تاریخ لکھتی ہے کہ اپنے ہاتھ سے دونوں بیٹیوں کو آراستہ کیا، پردے میں چھپا دیا، مقنعہ پہنایا، چادر سے چھپایا، چہرے پر نقاب ڈالی۔ اب جب اطمینان ہو گیا تو ایک بار دروازے پر محلۂ بنی ہاشم کی اُس گلی میں آ کر آواز دی، تاریخ لکھتی ہے کہ جب یہ واقعہ ہوا تو اُس وقت علیؑ کے بارہ جوان بیٹے حیات تھے، بعض ناظرین نے لکھا کہ اٹھارہ بیٹے اُس وقت تھے۔ ایک بار دَر پر آ کر آواز دی، حسنؑ، حسینؑ، محمد حنفیہؒ، عباسؑ اور جعفرؒ، تیار ہو جاؤ، بہنیں باہر رہی ہیں، اِدھر ایک حلقہ تو علیؑ کے بیٹوں کا ہے، جیسے ہی بہنیں باہر آئیں، تلواروں کے سائے میں بھائیوں نے بہنوں کو لے لیا اور اُس کے گرد ایک اور حلقہ بنی ہاشم کا بنا، اُس میں عبداللہ ابنِ جعفر بھی ہیں، اُس میں ابنِ عباس بھی ہیں اور دیگر خاندان کے لوگ ہیں اور جب یہ سواری آگے بڑھی، سب سے آگے آگے بوڑھا باپ کاندھے پر ذوالفقار رکھے ہوئے، اور اعلان کرنے والا کہتا جاتا ہے کہ رسولؐ کی نواسیاں مدینے کے بازاروں سے گزر رہی

ہیں، سواریاں روضۂ رسولؐ پر جارہی ہیں، آواز گونجی مدینے کے بازاروں میں ابھی تو شام ہوئی تھی۔ دکانداروں نے ابھی چراغ جلائے تھے۔ اپنی دکانوں کے، جیسے ہی کانوں میں آواز گئی کہ علیؑ کی بیٹیوں کی سواری آرہی ہے تو مورّخین نے لکھا کہ جلدی جلدی لوگوں نے دکانیں بند کرنا شروع کیں دکانیں بند ہونے لگیں اور جو جلدی میں دکان بند نہ کر سکے انہوں نے اپنی دکانوں کے چراغوں کو بجھا دیا تاکہ اندھیرا ہو جائے کہ ایسا نہ ہو کہ ہم میں سے کسی کی نظر شہزادیوں پر پڑ جائے۔ یہ مدینہ ہے اور جب سواریاں پہنچیں تو ایک بار کہا، حسن جاؤ اور روضے میں جا کر کہو کہ رسولؐ کی نواسیاں آئی ہیں زیارت کرتے ہوئے باہر نکل جاؤ، پچھلے دروازے سے سب واپس نکل گئے، سب منہ کو چھپائے ہوئے اور اس طرح علیؑ کی بیٹیاں، فاطمہؑ کی بیٹیاں روضۂ رسولؐ پر پہنچیں اور اپنے نانا کی قبر کی زیارت کی، یہ عظمت فاطمہؑ دے کر اپنی بیٹیوں کو گئیں ہیں کہ یہ شان ہے اور حسینؑ بار بار یہ کہتے ہیں کہ زینبؑ میرے گھر میں تم ماں کی جگہ ہو، ایک پوری تقریر میں جنابِ زینبؑ کے حالاتِ زندگی پر ہوگی آج کی تقریر میں نذر کر رہا ہوں۔ ذکرِ جنابِ فاطمہؑ اپنی شہزادی کے ذکر پر۔ اس لئے کہ اس عزاداری کی معمار ہیں اور آپ کے آنسوؤں کی خریدار اس لئے تو کہا تھا کہ بابا میرے حسینؑ پر روئے گا کون، پہلی تقریر بی بی کی نذر ہے، شہزادی کی نذر ہے، بڑی محبت ہے ماں کو حسینؑ سے، جب سن لیا کہ واقعۂ کربلا ہوگا، اب اُس کی تیاری بھی ہے، اب زینبؑ کو کبھی سمجھاتی ہیں، کبھی اُمِ کلثومؑ کو سمجھاتی ہیں اور کبھی یہ بھی کہہ دیتی ہیں زینبؑ یہ کُرتا بھی سیا میں نے اور پھر وہ دن بھی آیا سب سے زیادہ حسینؑ سے محبت ہے فاطمہؑ کو، بڑا خیال ہے ماں کو بیٹے سے کتنی محبت ہے اور بیٹے کو ماں سے کتنی محبت ہے، وہ وقت بھی آ گیا کہ جب علیؑ نے کہا کہ تمہاری

ماں کا جنازہ تیار ہے، آؤ بچو ماں کی زیارت کرلو، اب تاریخ لکھتی ہے کہ حسنؑ تو پیروں کی طرف بڑھے اور ماں کے قدموں سے لپٹ گئے اور رونے لگے اور حسینؑ چہرے کی طرف پہنچے آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے اور کہتے ہیں اماں حسینؑ پکار رہا ہے اور کہا اماں کبھی ایسا ہوا کہ حسینؑ پکار رہا ہو اور جواب نہ دیا ہو، اماں میں رونے لگوں گا اگر جواب نہ دو گی۔ بندِ کفن ٹوٹ گئے اماں نے ہاتھ پھیلائے اور بیٹے کو سینے سے لگا لیا۔ یاد رکھئے گا یہ جملہ بیٹے نے کہا اماں میں پکار رہا ہوں، ماں نے پکارا، سینے سے لگا کر بتا دیا، کہ میرے لعل مجھے خیال ہے، میں جواب ضرور دوں گی، تو نے پکارا میں ضرور بولوں گی، تو اب بعد زندگی محبت کا یہ عالم کہ اٹھائیس رجب کو ماں کی قبر کو دیکھ کر کہا، اماں خدا حافظ۔ آواز آئی میرے لعل تو جہاں بھی جائے گا ماں بھی تیرے ساتھ چلے گی۔ محبت دیکھئے ماں بھی تیرے ساتھ چلے گی۔ دوسری محرم کو کربلا میں پہنچے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ صحرا میں گئے، نشیب میں اترے، میں نے سنا حسینؑ کسی سے باتیں کر رہے ہیں، اب جملے جو سنے تو حسینؑ یہ کہہ رہے ہیں کہ اماں میں آ گیا۔ راوی نے کہا میں نے الفاظ سنے، جواب یہ سنا میرے لعل ماں پہلے آ گئی، ماں کربلا میں موجود ہے، اب وہ وقت آیا کہ راوی کہتا ہے کہ میں جب قریب گیا، تو میں نے لاش کے گرد ایک بے قرار بی بی کو دیکھا، جو لاش کا طواف کر رہی تھی اور اب یہ وہ وقت ہے کہ جب ماں نے یہ کہا کہ حسینؑ ماں پکار رہی ہے، حسینؑ نے کہا تھا، اماں میں پکار رہا ہوں، آج ماں یہ کہہ رہی ہے، میرے لعل بولو، لیکن بیٹا بولے کیسے ماں پکارتی رہی، ماں پکارتی رہی، لیکن بیٹے نے جواب نہیں دیا، تو اب ماں کیا کرے، کبھی مقتل میں، کبھی خیمے میں جاتی ہے، ایک ماں ہے، چاہنے والی ماں کبھی زینبؑ کی طرف جاتی ہے، کبھی لاش کی طرف آتی ہے اور ایسے میں

شامِ غریباں آ گئی، اب میں اس روایت کو یہاں بیان کر دوں کہ زوجہ حرؑ کی روایت بالکل غلط ہے، زوجہ حر کربلا میں نہیں آئی تھی، شامِ غریباں کی بہت سی ایسی روایتیں ہیں جس پر گریہ ہوتا ہے، ایک اور مثال دے رہا ہوں۔ جلے ہوئے خیمے، جلی ہوئی قناتوں کے پاس، ایک بار آواز آئی زینبؑ، حسینؑ کے بچوں کو ڈھونڈ کر لے آئی ہوں، سکینہؑ کو بھی مقتل سے لے آئی ہوں، یہ وہ وقت ہے کہ جب زینبؑ نے جمع کیا ایک دوسرے کو جمع کیا۔ اب بیٹھنے جا رہی ہیں۔ ایک بار آواز آئی زینبؑ قریب گئیں، دیکھا ایک بی بی سیاہ چادر میں لپٹی ہوئیں ہیں، ایک بچّے کی انگلی پکڑے ہوئے کہا، زینبؑ تیرے قافلے سے یہ بچہ بچھڑ گیا تھا میں تیرے بچّے کو لے آئی ہوں، بے اختیار زینبؑ نے بچّے کو آغوش میں لے لیا، کہا بی بی یہ بتاؤ کہ لشکرِ یزید کی کسی عورت سے یہ امید نہیں کہ ہمارے قافلے پر رحم کھائے اور ہمارے قافلے میں کوئی بی بی کم نہیں، تم کون ہو جس نے مجھ پر رحم کھایا، پوچھا کہ بی بی تم کون ہو، تو اتنا جواب ملا کہ زینبؑ اگر چاند میں گہن نہ ہوتا، صحرا میں اندھیرا نہ ہوتا، تو اپنے منہ پر سے بالوں کو ہٹا کے دکھاتی کہ میرے چہرے پر میرے لعل حسینؑ کا خون لگا ہوا ہے، ماں بھی ساتھ ہے، قافلے کے ساتھ ساتھ ہے۔ فاطمہ زہراؑ قافلے کے ساتھ ساتھ ہیں، اب جہاں جہاں قافلہ جائے گا، ماں ساتھ ساتھ ہے، اب قید خانے میں ماں ساتھ ہیں، دربان کہتا ہے کہ سیّدِ سجّادؑ رات کو کوئی بی بی قید خانے کے دروازے کے سامنے آ کر روتی ہے کبھی سامنے والے درخت کے نیچے آ کر روتی ہے، قید خانے سے کوئی بی بی باہر آ جاتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بادشاہِ وقت کی طرف سے مجھے سزا ملے ذرا بیبیوں کو سمجھا دو جا کر کہا پھوپھی اماں تم میں سے کون باہر جاتا ہے، کہا بیٹا قفل لگا ہوا ہے دروازہ بند ہے ہم میں سے کون باہر جائے گا۔ شہزادی زینبؑ

نے کہا اچھا اب وہ بی بی آئے تو سیدِ سجادؑ ذرا دَر پر مجھے ملوا دینا میں دیکھوں گی کون ہے۔ رات آئی شام کے زنداں کے قریب اندھیرا چھا گیا، دربان ٹہل رہا تھا، ایک بار سامنے کے درخت کے نیچے سے رونے کی آواز آئی، ایسے کہ جیسے کوئی ماں اپنے جوان لعل کو بین کر کے روتی ہے، دربان نے آواز دی، سیّدِ سجادؑ زنجیروں اور ہتھکڑیوں، بیڑیوں کو سنبھالتے ہوئے درِ زنداں پر آئے، پھوپھی بھی ساتھ آئی، سیّدِ سجادؑ نے کہا پھوپھی اماں یہ کون بی بی ہے، جو رو رہی ہے تو بے اختیار کہا میرے لعل، ارے یہ تو میری ماں کے رونے کی آواز ہے۔ میری ماں فاطمہؑ زہراؑ ہیں۔

دوسری مجلس

شاہد و مشہود

سیرتِ حضرت علی علیہ السلام، ذکرِ جناب اُمِّ سلمیٰؑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے، درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

عشرۂ ثانی کی دوسری تقریر "سیرتِ معصومینؑ" کے موضوع پر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں۔

کل بھی مجلس کے آغاز میں عرض کیا گیا تھا کہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جسے اِس ترقی یافتہ دَور میں غور و فکر کے ساتھ سمجھنے کی ضرورت ہے، قرآن نے بار بار وضاحت کی ہے کہ عقل سے کام لو اَفَلَا تَعْقِلُوْن کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ عقل سے کام لو، نشانیوں کو پہچانو، تقریر کا آغاز کلام پاک کے سورہ ۸۵ پچاسی "اِلبروج" کی ابتدائی تین آیات سے کر رہا ہوں"۔

وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ (۱) وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ (۲) وَشَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ (سورۂ البروج۔ آیت ۱ تا ۳)

"قسم ہے بُرجوں والے آسمان کی، اور اس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے، اور گواہی دینے والے کی اور اس کی جس کی گواہی دی گئی"۔

اِن آیات میں چار قسمیں کھائی گئی ہیں، اللہ نے بُرجوں والے آسمان کی قسم کھائی ہے پھر یومِ قیامت کی قسم کھائی ہے، اس کے بعد شاہد و مشہود کی قسمیں کھائی گئی ہیں۔

کلامِ پاک میں شاھِدٌ کا لفظ چار آیات میں استعمال ہوا ہے، "شاہداً کا لفظ تین بار آیا ہے، شاہدونَ ایک مرتبہ شاہدین آٹھ مرتبہ شُھُودٌ ایک مرتبہ اور شُھُوداً دو مرتبہ، شہیداً بیس مرتبہ مشھودٌ کا لفظ دو بار اور مشھوداً ایک مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

سورۂ بُروج کی آیات میں "شاھِدٍ و مَشْھود" یعنی قسم ہے گواہی دینے والے کی اور جس کی گواہی دی گئی"۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ شاھِدٌ سے مراد حضرت رسولؐ خدا ہیں اور "مشہود" سے مراد ہیں حضرت علیؑ غدیرِ خُم میں رسولؐ خدا شاہد تھے اور حضرت علی مشہود تھے لیکن دعوتِ ذوالعشیرہ میں رسولؐ خدا مشہود تھے اور حضرت علیؑ شاہد تھے۔

سورۂ ہود گیارھواں سورہ ہے، اِس سورے کی آیت ۱۷ میں ارشاد ہوا کہ :-

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ (ہود، آیت ۱۷)

"تو کیا جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے دلیلِ روشن پر ہو اور اس کے پیچھے ہی پیچھے اُنہی کا ایک گواہ ہو"۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی ایک حدیث "کافی" میں موجود ہے، آپ فرماتے ہیں، مولا علیؑ حضرت رسولؐ خدا کی رسالت پر شاہد ہیں اور رسولؐ اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل پر ہیں"۔

اِن آیات کو خود حضرت علیؑ نے اپنی فضیلت میں پیش فرمایا تھا، آٹھ دس

تفاسیر کی کتابوں میں تحریر ہے کہ یہ آیات حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں، مثلاً تفسیر دُرِ منثور، تفسیرِ ثعلبی، تفسیر طبری، تفسیرِ کبیر، تفسیرِ حسینی، اس کے علاوہ ینابیع المودت اور ارجح المطالب میں بھی یہ الفاظ موجود ہیں کہ ''ایک مرتبہ حضرت علیؑ نے منبر پر فرمایا کہ قریش میں کوئی ایسا نہیں جس کے بارے میں کچھ نہ کچھ قرآن میں نازل نہ ہوا ہو، یہ سُن کر ایک شخص اُٹھا اور کہنے لگا آپ کے بارے میں کیا نازل ہوا ہے، مولا علیؑ نے فرمایا کیا تو نے سورۂ ہود کی یہ آیت

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ (ہود، آیت ۱۷)

نہیں پڑھی ہے، "عَلٰی بَیِّنَۃٍ" سے مراد حضرت رسولؐ خدا ہیں اور "یَتلُوہُ شَاھِدٌ مِّنہُ" سے میں مقصود ہوں''۔

اُردو زبان کے عظیم شاعر مرزا غالبؔ نے قرآن، تفسیر، حدیث اور تاریخ کا بہت گہرا مطالعہ کیا تھا۔ اُن کی غزل کے ایک شعر میں اِسی گفتگو کی طرف اشارہ ہے:-

اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہے
حیران ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

رسولؐ اللہ کی رسالت پر حضرت علیؑ گواہ تھے، رسالت کا گواہ معصوم ہو اور علوم کا ماہر ہو یہ ازل سے طے کر دیا گیا تھا۔ قرآن نے یہ آیات جب نازل کی جب یہودیوں کی طرف سے یہ اعتراض آیا کہ ہم محمدؐ کو کیسے سچا نبی تسلیم کریں کیونکہ اُن کی رسالت پر کوئی گواہ نہیں ہے، معاذ اللہ قرآن کو تو خود انھوں نے بنا لیا ہے، سچا پیرو اُن کا کوئی نظر نہیں آتا، تیسرا اعتراض یہ تھا کہ توریت میں محمدؐ کا کہیں ذکر نہیں ہے، یہودیوں کے اس اعتراض کا جواب اس آیت سے دیا گیا ہے۔

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ (ہود، آیت ۱۷)

''تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل لے کر آیا ہو اور ایک گواہ جو اس کا جزو ہو اس کے پیچھے پیچھے ہو اور اس سے قبل موسیٰؑ کی کتاب توریت ہو جو لوگوں کے لئے پیشوا اور رحمت ہے اس کی تصدیق کرتی ہو تو وہ بہتر ہے یا کوئی اور، یہی قرآن کے ایمان لانے والے ہیں اور تمام فرقوں میں سے جو کوئی انکار کرے تو اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے تو تم کہیں اس قرآن کی طرف سے شک میں نہ پڑے رہنا، یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے''

قرآن نے ان آیات میں وضاحت کر دی ہے کہ اے یہودیوں قرآن رسولؐ کا بنایا ہوا نہیں ہے بلکہ اُن کے ربّ کی طرف سے نازل ہوا ہے اگر شک ہے تو تم بھی ایسا ایک قرآن بنا کر دکھا دو۔

یہودیوں کے دوسرے اعتراض کے جواب میں قرآن کی اِن آیات نے کہا کہ رہی پیروی تو ان کا ایک گواہ ''شاہد'' ان کے ربّ کی طرف سے ظہور کر چکا ہے جو رسالت کی تصدیق کرنے والا ہے کہ وہ سچے رسول ہیں۔

تیسرے اعتراض کے جواب میں ارشاد ہوا کہ کتاب موسیٰ توریت میں محمدؐ کی رسالت کا ذکر ہے تم نے تحریف کر کے اس کو توریت سے نکال دیا ہے۔ اللہ نے رسالت پر تین گواہ پیش کئے ہیں، پہلا گواہ قرآن ہے، دوسرا قرآنِ ناطق ہے جو محمدؐ کے گھر کا ایک فرد ہے جو اُن کے قدم بقدم چلنے والا ہے اگر اس کو محمدؐ کی رسالت میں شک ہوتا تو ان کی پیروی ہرگز نہ کرتا، چونکہ گھر والے کسی انسان کی کمزوریوں سے سب سے زیادہ واقف ہوتے ہیں، گھر والا اُن کی سچائی پر یقین رکھتا ہے۔ علیؑ کو یقین ہے کہ محمدؐ کا دعویٰ غلط نہیں ہے۔ قرآن محمدؐ کا گواہ ہے جو محمدؐ کے

گھر میں اُتارا گیا علیؑ دوسرے گواہ ہیں اُنھیں اللہ نے اپنے گھر کعبے میں اُتارا۔

علیؑ ایسے گواہ ہیں جو دیکھ کر گواہ بنے ہیں۔ اُمت کے لوگ سُن کر گواہ بنے ہیں، محمدؐ کو رسولؐ بنتے نہیں دیکھا، مولا علیؑ کے متعلق رسولؐ اللہ نے فرمایا۔

"اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُورٍ وَّاحِدٍ" میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں، خلقتِ آدمؑ سے کئی ہزار برس پہلے جب حضورؐ کو نبی بنایا گیا تھا اُس وقت نبوتِ محمدیؐ کے عینی گواہ مولا علیؑ کے سوا اور کون ہوسکتا ہے۔ عینی اور سماعی گواہ میں فرق یہ ہوتا ہے کہ سماعی گواہ کے دل میں چھوٹا یا بڑا شک کسی وقت پیدا ہوسکتا ہے لیکن عینی گواہ پلک جھپکتے بھی رسالت پر شک نہیں کرسکتا، رسولؐ اللہ نے فرمایا عَلِیٌّ مِنِّی وَاَنَا مِنْہُ علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں، یعنی ہم دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں جو بات میری ہے وہی علیؑ کی بات ہے، جو میرا کام ہے وہی وہی علیؑ کا کام ہے، میں نبیؐ ہوں وہ میرا وصی ہے، اِسی طرح قرآن میں اور علیؑ میں فرق نہیں عَلِیٌّ مَعَ الْقُرآن وَالقُرآنُ مَعَ عَلِیٍّ، علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے، یعنی علیؑ کا کوئی عمل قرآن سے الگ نہیں ہے، قرآن کی تصدیق علیؑ کرتے ہیں اور علیؑ کے ہر عمل کی تصدیق کرتا ہوا قرآن نازل ہوتا ہے۔

عالمِ نور میں حضورؐ کی نبوت پر سب سے پہلے گواہ علیؑ تھے اس لئے دنیا میں اعلانِ رسالت کے بعد بھی سب سے پہلے گواہ مولا علیؑ ہی ہوے، مولا علیؑ کی حیات کے دو حصّے ہیں، ایک وہ جو ختمی مرتبتؐ کی زندگی میں گزر رہا ہے اور دوسرا دور حیاتِ علیؑ کا بعدِ وفاتِ نبیؐ شروع ہوا، پہلے دَور میں، دعوتِ ذوالعشیرہ، ہجرت، بدر، احد، خندق اور خیبر کی جنگیں ہیں، علیؑ کی زندگی کا پہلا حصہ جو ہے وہ اصل میں ایک وعدہ ہے جسے پورا کرنا ہے۔

تو بات اتنی سی تھی کہ دعوت ذوالعشیرہ میں رسولؐ نے یہ کہا تھا کہ آج جو میری نصرت اور مدد کا وعدہ کرے گا، آنے والے دور میں میرا وصی ہوگا، جانشین ہوگا۔ دو بھائیوں میں عہد ہوا اور مؤرخین نے لکھا، بس میں یہ دیکھ رہا ہوں، تاریخِ اسلام میں کہ دو بھائیوں نے آپس میں عہد کیا، وعدہ کیا، بڑے بھائی نے ایک وعدہ کیا، چھوٹے بھائی نے ایک وعدہ کیا، بڑے بھائی نے کہا اگر میری مدد کا وعدہ کرو گے تو آنے والے دور میں جانشین بناؤں گا تو چھوٹے بھائی نے اُٹھ کر کہا نو سال کی عمر میں کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ مدد کروں گا، چھوٹے بھائی نے وعدہ کیا مدد کروں گا، بڑے بھائی نے کہا کہ اگر مدد کرو گے تو جانشین بناؤں گا۔ وہ کہتا ہے کہ پوری تاریخ میں میں نے دیکھا کہ چھوٹے بھائی نے وعدہ پورا کیا، چالیس تلواروں کے سائے میں لیٹ کر سویا، وہ کہہ رہا ہے میں نے دیکھا بدر میں تنہا دشمنوں کو قتل کیا، جتنوں کو پورے لشکر نے مل کر ختم کیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ اُحد میں میں دیکھتا ہوں کہ ذوالفقار چل رہی ہے، ناقے کی مہار ہاتھ میں ہے، رسولؐ کی حفاظت بھی ہے، قتلِ عام بھی کرتے جاتے ہیں، اب خندق کے میدان میں آئے تو عمرو کو قتل کیا، خیبر میں آئے تو مرحب کو قتل کیا، عنتر و حارث کو قتل کیا، حنین میں آئے تو بارہ ہزار کے لشکر کو ختم کیا، مکے میں آئے تو مکے والوں کو دہلا دیا اور آخری نصرت یہ تھی کہ اپنے ہاتھ سے جنازے کو غسل دیا اور دفن کیا۔ (نعرۂ حیدری)

چھوٹے بھائی نے وعدہ پورا کرنے کا جو عہد کیا تھا، اُسے پورا کیا، اب بتاؤ کہ بڑے بھائی نے وعدہ پورا کیا کہ نہیں، جب یہ نصرت کر چکا تو اب بڑے بھائی کا فرض یہ ہے کہ وہ اب یہ کہے کہ میں نے تمہیں وصی بنایا، میں نے تمہیں جانشین بنایا تو اب وہ یہ لکھتا ہے کہ ضرور ماننا پڑے گا کہ غدیر کے میدان میں

بڑے بھائی نے اپنے وعدے کو پورا کیا۔ (نعرۂ صلوٰۃ)

یہ علیؑ کی زندگی کا پہلا دور ہے، اس میں لڑائیاں ہیں لیکن دوسرا دور بھی لڑائیوں سے خالی نہیں ہے، جمل ہے، صفین ہے، نہروان ہے، بہرحال اس لڑائی سے ہم ہٹ نہیں سکتے، مولاؑ کی زندگی سے یہ لڑائیاں نکالی نہیں جا سکتیں، وہاں کا ذکر ضرور کریں گے، اُن کی شجاعت کا ذکر ضرور کریں گے لیکن آپ جو پہلو مانگ رہے ہیں، آج ہم اُس کا ذکر کریں گے وہ ذکر کیا ہے، تو قرآن میں جب کہا یہ گیا یہودیوں، نصرانیوں اور مشرکوں کی طرف سے کہ یہ رسولؐ نہیں ہے، اس کی رسالت کو ہم نہیں مانتے، وحی آئی

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا (سورۂ رعد۔ آیت ۴۳)

اور وہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار کیا وہ کہتے ہیں کہ تو مُرسل نہیں ہے۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًام بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (الرعد: آیت ۴۳)

"کہہ دو اے رسولؐ ان سے کہ اگر یہ تمہاری رسالت کو نہیں مان رہے ہیں، تو ان سے کہہ دو کہ تیری رسالت پر دو گواہ کافی ہیں۔ ایک اللہ ہے اور دوسرا وہ ہے جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے"۔

مفسّرین نے کہا کہ جو اللہ ہے، وہی پوری کتاب کا علم رکھتا ہے، گواہ اس میں ایک ہی ہے، لیکن ہائے دنیا کیا کرتی کہ واؤ کا جو حرف ہے وہ دو چیزوں کو الگ الگ بانٹ دیتا ہے، یعنی میں اگر کہوں کہ دو شخص آئے اور میں نے یہ کہا کہ زید آیا بکر آیا، یعنی دونوں ساتھ آئے اور جو میں نے کہا کہ بکر آیا اور زید آیا، یعنی آگے پیچھے آئے واؤ نے دو حصوں میں بانٹ دیا، تو اس آیت میں واؤ لگا ہوا

ہے۔ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ۔ یعنی اللہ الگ ہے جو گواہی دے رہا ہے اور جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے وہ الگ ہے اور یہ ایک واؤ نے مفسرین کی ساری کوششوں پر پانی پھیر دیا، تلاش کرنا ہے کہ وہ کون ہے جو پوری کتاب کا علم رکھتا ہے، اُسی قرآن سے پوچھ لیں، آیئے دیکھتے ہیں پوری کتاب میں، پورے قرآن میں، یہ لفظ علمِ کتاب کتنی بار استعمال ہوا اور یہ علم اور کتاب کا لفظ ایک جگہ اور استعمال ہوا لیکن بیچ میں ایک چھوٹا سا لفظ اور آ گیا اس لئے دو حصوں میں وہ لفظ بٹ گئے، علم اور کتاب اور وہ سورۂ نحل میں حضرت سلیمانؑ اپنے دربار میں بیٹھے ہوئے ہیں، ایسے میں ہدہد آیا اور حضرتِ سلیمانؑ نے کہا تو کہاں غائب ہو گیا تھا میں تجھے قتل کر دوں گا، اُس نے کہا یا نبی اللہ میں سیر کو نکلا اور ملکِ سباء کی طرف گیا، وہاں میں نے عجیب عالم دیکھا کہ وہاں ایک پوری قوم ہے جو آفتاب کی پرستش کرتی ہے اور اُس پر ایک ملکہ جو ہے وہ حکومت کرتی ہے، وہ ملکہ بڑی حسین ہے، اُس ملکہ کا نام بلقیس ہے، اُس کے پاس ایک تخت ہے، اُس کی حکومت جو ہے وہ یمن میں جاری و ساری ہے، بس یہ سننا تھا تو سلیمانؑ نے کہا، اگر ایسی بات ہے تو اُسے پیغام دو کہ اسلام قبول کر لے، سلیمانؑ کا خط وہاں تک پہنچا، ہدہد نے وہ خط جا کر بلقیس کے پاس پھینک دیا، بلقیس نے خط پڑھا، اپنے درباریوں سے مشورہ کیا اور کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ میں خود ملنے جاؤں، اُس سے میں خود ملنے جاؤں وہ کوئی ضرور نبی یا رسول معلوم ہوتا ہے، یہ کوئی عام آدمی نہیں جس نے یہ پیغام بھیجا ہے۔ اُدھر بلقیس کی سواری چلی اور اِدھر بھرے ہوئے دربار میں دیو بھی تھے، جن بھی تھے، انسان بھی تھے، چرند بھی تھے، پرند بھی تھے، درندے بھی تھے، سب دربار میں تھے، ایک بار

سلیمانؑ نے کہا کہ کون ہے جو تختِ بلقیس کو ابھی لائے تو جنوں سے مخاطب ہو کر کہا دیو بھی کھڑے تھے، اُن سے کہا تو اُنہوں نے کہا کہ ہم تختِ بلقیس لائیں گے، جنابِ سلیمانؑ نے کہا، کتنی دیر میں لاؤ گے، جِناتوں نے کہا کہ بس آپ دربار برخواست بھی نہیں کریں گے، تو تختِ بلقیس یہاں آ جائے گا، کہا اتنی دیر میں آئے گا، تو اب جب چاروں طرف سے مایوسی ہوگئی، ایک بار آواز آئی اور سورہ یہ کہتا ہے چھوٹی سی آیت قَالَ الَّذِیْ وہ بولا، کون بولا قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ وہ بولا جس کے پاس کتاب کا تھوڑا سا علم تھا، وہ بولا اور اُس نے بول کر کہا، یا نبی اللہ میں تخت بلقیس لاؤں گا، سلیمانؑ نے کہا کتنی دیر میں، وزیر نے کہا آپ کی پلک بھی نہ جھپکے گی اور تختِ بلقیس آ جائے گا چشم زدن میں، تختِ بلقیس آ تا ہے، لوگوں نے لکھا کہ یہ آصف بن برخیا وزیر تھے، حضرت سلیمانؑ کے، ایک ہی خاندان ہے، یعنی نبوت کے خاندان سے ہیں۔ یعنی وزیر جو ہے وہ نبی کے خاندان سے ہے، وزیر یہ کہہ رہا ہے کہ میں لاؤں گا تخت تو مفسّرین نے لکھا کہ صرف یہ کہا تھا کہ چشمِ زدن میں لاؤں گا، پلک جھپکی تھی کہ سامنے تخت تھا، تخت سامنے تھا، یہ تخت کون لایا، اب سوچنے کی بات اتنی ہے کہ وہ نبی جس کو قدرت معجزہ عطا کرتی ہے وہ دوسروں کا محتاج ہے کہ تخت کوئی اور لائے اور یہ کس کی مجال ہے کہ معجزہ نبی کے سامنے وزیر دکھائے، اب یہ نہ کہنا کہ نبی کے سامنے اگر اُس کا وزیر معجزہ دکھائے تو یہ ہم اُس کا رُتبہ بڑھا نہیں دیتے ہیں وزیر کا، نبی تو چاہتا ہے کہ وزیر معجزہ میری موجودگی میں دکھائے، جب وصی ایسا ہے تو نبیؐ کیسا ہوگا اور وہ تخت لایا جس کے پاس کتاب کا تھوڑا سا علم تھا، جس کے پاس کتاب کا تھوڑا سا علم ہوتا ہے وہ کئی ہزار

میل دور سے تخت کو ہوا کے دوش پر لاتا ہے، چشمِ زدن میں اور جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہو، وہ آفتاب کو پلٹائے گا، ستارے کو گھر پر لائے گا۔ (نعرۂ حیدری)
ماشاءاللہ مولاؑ کی قسم انچولی میں مجلس پڑھ کے جو مزہ آتا ہے مجھے وہ کہیں نہیں آتا۔ (نعرہ صلوٰۃ)

اور جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہوگا، پھر اُسے پہچانو، اب جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہوگا اگر کوئی اُس سے پوچھ لے، پوچھنے والا یا علیؑ کبھی یہ کہا کہ اگر آپ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا اور کبھی یہ بھی پوچھتے تھے کہ یا علیؑ یہ بتایئے کتنے جانور ایسے ہیں کہ جن کے کان اندر ہیں اور کتنے ایسے ہیں کہ جن کے کان باہر ہیں اور کبھی یہ پوچھا کرتے تھے کہ یا علیؑ بتایئے کہ آپ ہر سوال کا جواب کیسے دے دیتے ہیں چشمِ زدن میں تو جواب بھی دیا تو مولا نے کیا جواب دیا، کہا یہ بتاؤ ہاتھ کی کتنی انگلیاں ہیں، کہا پانچ کہا۔ کیسے بتا دیا، کہا سامنے کی بات ہے، کہا علیؑ کے لئے ہر بات سامنے کی ہے اور جیسا کہ کل کہہ رہا تھا کہ یہ مولائے کائناتؑ کا کمال ہے کہ عرب میں مور نہیں ہوتا تھا اور ابنِ ابی الحدید معتزلی نے لکھا کہ حیران نہ ہوں، یہ دیکھنے کے لئے بے قرار نہ ہوں کہ علیؑ مور کہاں دیکھ رہے تھے، صرف مور پر دنیا حیران رہ گئی، عرب میں مور نہیں ہوتا تھا اب جو بولنا شروع کیا تو مور کے رنگوں کو بتانا شروع کیا کہ دیکھو رنگ نیلا ہوتا ہے لیکن اُس میں سے کبھی سبز زمرد کی طرح جھلکتا ہے، کبھی نیلا جھلکتا ہے، کبھی سبز جھلکتا ہے اور پروں کے نیچے جو شاخیں سی ہوتی ہیں وہ چاندی کی طرح ہوتی ہیں اور تم نے دیکھا کہ جس طرح وہ اپنی دم کو پھیلا کر خسور یعنی پنکھ بناتا ہے تو ایسا لگتا ہے ایک کشتی نما ہے، ایک اُس کا بادبان ہے، سر کے بالوں کی جگہ پر سبز رنگ کی منقش

چوٹی ہے، گردن صراحی دار ہے اور کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ جب مور رونے لگتا ہے تو مورنی آتی ہے اور مور کے آنسوؤں کو پیتی ہے تو اُس کے بعد وہ انڈے دینا شروع کرتی ہے لیکن لوگوں کا یہ خیال غلط ہے، مولا علیؑ بتاتے جارہے ہیں اور یہ بتارہے ہیں کہ سینے پر کونسا رنگ ہوتا ہے اور پروں پر کونسا رنگ ہوتا ہے اور اُسے ایسے پر دیئے گئے ہیں جن کی جڑیں ایک دوسرے میں داخل ہیں، ایسی دُم ہے جو لمبی ہے اور جب مورنی کے پاس جاتا ہے وہ اُسے اونچا کرتا ہے۔ مولاؑ نے مور نہیں دیکھا تھا اور اس بیان پر دنیا حیران ہوگئی کہ مور دیکھا کہاں ہے، تو اتنے بڑے مفسر نہج البلاغہ کے وہ فرماتے ہیں کہ ہندوستان سے جو وفود آتے تھے، کل جو میں پڑھ رہا تھا کہ کوفے میں جو وفود آتے تھے وہ تحفے بھی لاتے تھے تو ایک بار تحفے میں مور بھی لائے تھے۔ کیونکہ دنیا یہ کہے کہ تحفے میں مور آیا تھا تب دیکھ کر علیؑ نے بتایا۔ میں یہ کہوں گا کہ علیؑ بغیر دیکھے بھی بتا سکتے تھے اس لئے کہ مثال دوں گا میں مولا علیؑ کو اس کی ضرورت نہیں کہ ہر چیز کو چیر پھاڑ کر پوسٹ مارٹم کر کے پھر بتائیں، مشہور یورپ کا ایک دانشور ڈاکٹر لارڈ فروڈے ہے، اُس کا سبجیکٹ (Subject) یہ تھا پی ایچ ڈی کا اُس نے یہ طے کیا کہ میں جس چیز پر تحقیق کروں گا، مقالہ لکھوں گا، وہ ہے چیونٹی تو ایک مقالہ لکھنے کے لئے اس نے ایک کنویں کا انتخاب کیا اور اُس کنویں کے کنارے جا کر بیٹھا، وہاں چیونٹیوں کے گھر تھے، اُس نے وہاں پر جھونپڑی ڈالی، چیونٹیوں سے دوستی کی اور دوستی کرنے کے بعد اب چیونٹیوں کو سمجھنا شروع کیا، بیس سال تک اُس کنویں کی جگت پر بیٹھ کر کتاب لکھی، کتاب کا نام ہے دی اینٹ (The Ant) اور اُس کا ترجمہ بعد میں چیونٹی کے نام سے عربی اور فارسی میں بھی ہوا، بڑی

مشہور کتاب ہے۔ اُس پر بعد میں ڈاکومینٹری ہالی وڈ نے بھی بنائی۔ ابھی تذکرہ کروں گا اور اُس کے بعد، تب جا کر اُس کی ریسرچ دنیا کے سامنے آئی، صاحبِ منبر سلونی جب منبر پر آئے اور جب پوچھنے والے نے پوچھا تو چیونٹی پر خطبہ دیتے ہوئے کہا ذرا اس ننھے سے کیڑے کو دیکھو مولا علیؑ نے بیس سال چیونٹی پر نہیں گزارے اور فوراً ہی کہنا شروع کیا، چلتے چلتے اُس کے اُچھلنے کو دیکھو اور دانہ لے جانے کو دیکھو، اس کی قطار کو، چلنے کو دیکھو، ذرا اس کے گھر کو دیکھو، تین حصوں میں گھر بناتی ہے، ایک حصہ وہ ہوتا ہے جہاں کھانے کی رسد رکھی جاتی ہے اور ایک حصہ مکان میں وہ ہوتا ہے جہاں ملاقاتیں ہوتی ہیں اور ایک حصہ وہ ہوتا ہے جہاں خوابگاہ ہوتی ہے، یعنی ملاقات کا کمرہ، ڈرائنگ روم اور خواب گاہ، ان ہی سے انسانوں نے سیکھا ہے۔ علیؑ نے سائنسدانوں سے پہلے بتایا ہے، ذرا اس کی آنکھ کو دیکھو کون ہے جو دعویٰ کرے کہ میں نے چیونٹی کی آنکھ کو دیکھا ہے، اور مولا کہتے ہیں کہ ایک آنکھ سے ڈھائی ہزار آنکھیں ہیں، اُس کی وہ ڈھائی ہزار چیزیں دیکھ سکتی ہے اور اُس کی حس اتنی تیز ہوتی ہے کہ اُس کے پیروں کو دیکھو اور اُس کے پیٹ کو دیکھو اور اُس کی پسلیوں کو دیکھو، آج تک سائنسدان تلاش کر رہے ہیں کہ پسلیاں کہاں ہیں، پیر کہاں ہیں۔ (نعرہ حیدری)

یہ اپنی رسد کا انتظام برسات سے پہلے کر لیتی ہیں اور اس کی قوم تین حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔ ان میں ایک مزدور ہوتے ہیں، ایک سپاہی ہوتے ہیں اور ایک شاہی خاندان کے لوگ ہوتے ہیں اور جو مزدور ہوتے ہیں وہ جاتے ہیں رسد لینے کے لئے اور سپاہیوں کا کام یہ ہے کہ مزدوروں کی مدد کرتے ہیں، راستے میں اگر کوئی چیونٹی زخمی ہو جائے تو وہ اپنی زبان سے لعابِ دہن نکال کر

چیونٹی کے بازوؤں کو جوڑ دیتی ہیں اور اُس کے بعد دو چیونٹیاں اُس کو سنبھال کر گھر کی طرف لے کر چلتی ہیں، یہ کام ہے سپاہیوں کا اور مزدور رسد لے کر چلتے ہیں اور برسات سے پہلے گرمیوں اور جاڑے میں یہ اپنے کھانے کا سامان جمع کر لیتی ہیں اور جب کھانے کا سامان لاتی ہیں، تو گھر میں جہاں رسد خانہ ہے، وہاں رکھ دیتی ہیں اور پورے سال کا انتظام کرتی ہیں اور ان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کھانے کا سامان کہاں ملے گا اور کس راستے سے لے کر آنا ہے راستوں کا بھی پتہ ہوتا ہے اور اُسی راستے پر پوری قوم چلتی ہے، راستہ یہ بدلا نہیں کرتیں، پوری قوم اُدھر ہی چلتی ہے جدھر ہادی چلتا ہے اگر غلطی سے کبھی دھنئے کے بیج لے کر کوئی چیونٹی آجاتی ہے تو گھر میں پورا بیج لے کر نہیں جاتی ہے۔ بلکہ اُس دھنئے کے بیج کو مکان کے دروازے پر چار ٹکڑے کرتی ہیں، پھر ایک ایک ٹکڑا لے جاتی ہیں، کیوں؟ اس لئے کہ انہیں معلوم ہے کہ اگر دھنئے کا پورا بیج گھر میں لے گئے، تو جب بارش ہوگی، پانی آئے گا تو دھنئے کے بیج سے درخت اُگ آئے گا، میرا مکان ٹوٹ جائے گا۔ (نعرۂ حیدری)

آج کوشش کر رہے ہیں سائنسدان کہ چیونٹی کے چلنے کی آواز کو ٹیپ کریں، چودہ سو برس پہلے سیّد الساجدین نے کہا تھا کہ چیونٹی کے قدموں سے آواز بھی نکلتی ہے اور اب کبھی سائنسداں سن لے گا اور ٹیپ کرے گا۔ سائنس کیسے ثابت کرے گی کہ چیونٹیوں کے چلنے کی آواز نہیں ہوتی، معصومینؑ کو جو کہنا تھا وہ کہہ گئے، لیکن ڈاکٹر لارڈ فروڈے (Froday) کو یہ کہنا پڑا کہ مولائے کائنات جو کچھ کہہ گئے تھے، ہم اُس میں اضافہ نہ کر سکے۔ مولا علیؑ نے اس لئے کہا کہ مولا یہ دیکھ رہے تھے کہ قرآن میں اگر کوئی چھوٹی سی آیت ہے اور اُس کی تشریح

نہیں ہو پا رہی ہے تو مولا اُس کی تشریح کے لیے یہ سب کچھ کہتے تھے تاکہ قرآن کا ایک ایک لفظ تمہاری سمجھ میں آجائے، تم عقل سے کام لو اور انسانیت کو سمجھ سکو، تم دیکھو کہ سلیمانؑ کا تخت جو ہے وہ ہواؤں کے دوش پر رواں ہے اور چیونٹیوں کی آواز کان میں پہنچ رہی ہے، نبی کو یہ معجزہ ملا ہے کہ سماع کی حس اتنی تیز ہے کہ چیونٹیوں کا سردار اپنی قوم سے یہ کہہ رہا تھا کہ جلدی جلدی اپنے گھروں کو واپس چلو۔ ملک کے بادشاہ کی سواری آرہی ہے، سلیمانؑ نے آواز سن لی اور تخت کو روک دیا، پورا لشکر رُک گیا، سب درباری رُک گئے اور وہیں صحرا میں اُتر گئے، اُس کے قریب پہنچے جو چیونٹیوں کا سردار تھا، ہاتھ پر اُٹھایا اور اُٹھا کر کہا کہ تجھے بڑی باتیں کرنا آتی ہیں، اب سورۂ نمل بیان کر رہا ہے، قرآن میں یہ سب کچھ بیان ہوا، حضرت سلیمانؑ نے چیونٹی سے کہا تجھے بڑی باتیں کرنا آتی ہیں، تو نے یہ کیسے کہہ دیا کہ ہم تجھے کچلتے ہوئے نکل جائیں گے تو چیونٹی نے کہا، ارے بادشاہوں کا کیا معلوم کب کس کو روندتے چلے جائیں، کچھ ٹھیک ہے بادشاہوں کا حضرت سلیمانؑ نے کہا اچھا اچھا تجھے بڑی باتیں کرنا آتی ہیں یہ تو بتا کہ تو نے کیوں اپنی قوم کو واپس کروایا تھا، کہا اصل میں ہماری عبادت کا وقت قریب آرہا تھا، آپ کے جاہ و حشم کو دیکھنے میں قوم لگ جاتی، عبادت کا وقت قضا ہو جاتا حالانکہ اتنا سمجھدار بادشاہ ہے چیونٹیوں کا، ایک نبی سے بات کر رہا تھا، اس لئے یہ نہیں کہا، دلیل ایسی دی اس لئے کہ یہ نبی جو ہے یہ ہر ایک کا نبی ہے یعنی دیو، چرند، پرند سب پر یہی حکومت کر رہا ہے، اس لئے بادشاہ کے سامنے ایک بادشاہ بول رہا تھا، تو اب نبی نے کہا کہ تو اپنی قوم کا سردار میں اپنی قوم کا سردار، میں انسانوں کا سردار، یہ بتا ہم دونوں میں رُتبہ کس کا بلند ہے تو

اُس نے کہا یا نبی اللہ اس وقت تو میرا رُتبہ بلند ہے، کہا کیوں؟ اس لئے کہ آپ تخت پر سوار ہیں میں نبی کے ہاتھ پر سوار ہوں، تو اب پوچھنا یہ ہے کہ اگر ایک چیونٹی نبی کے ہاتھ پر آ جائے تو تھوڑی دیر کے لئے وہ بھی بلند ہو گئی لیکن میں یہ نہیں کہوں گا کہ فتحِ مکہ کے روز جو نبیؐ کے دوش پر آیا اُس کا مرتبہ کیا تھا مسلمانوں کے لئے۔ (نعرۂ حیدری)

مولائے کائنات صحرا سے گزر رہے ہیں۔ سلمانِ فارسیؓ ساتھ ہیں، ہزاروں چیونٹیاں بکھری پڑی ہیں تو سلمانِ فارسیؓ نے کہا قابلِ تعریف ہے وہ ذات جس نے ان ننھے سے کیڑوں کو بنایا اور قابلِ تعریف ہے وہ ذات کہ جو جانتی ہے کہ اس میں نر کتنے ہیں اور مادہ کتنے ہیں کدھر سے آ رہے ہیں اور کدھر جا رہے ہیں تو مولاؑ نے کہا سلمانؓ یہ کہو کہ قابلِ تعریف ہے وہ ذات کہ جس نے ان کو خلق کیا۔ اِن میں کتنے نر ہیں اور کتنے مادہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں۔

حضرت سلیمانؑ کے دَور میں چیونٹیوں کے سردار نے اپنی قوم سے یہ کہا تھا کہ جلدی جلدی اپنے گھروں کو واپس چلو، عبادت کا وقت نکل جائے گا۔ سلمانؓ نے کہا مولا سنوایئے اس وقت کیا کہہ رہا ہے ان کا سردار ہاتھ پھیرا آنکھوں پر کہا دیکھو اب سنو کیا کہہ رہا ہے ان کا سردار اپنی قوم سے، اب جو سلمانؓ نے سنا تو سردار یہ کہہ رہا تھا کہ پوری قوم باہر آ جائے جو اندر ہیں وہ بھی باہر نکل آئیں اس لئے کہ آج ہم میں وہ آ گیا جس کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔ (نعرۂ حیدری!)

اب آپ سمجھے میرے جوان بھائی جیسا کہ کل آغاز میں کہا تھا کہ قرآن میں یہ چرندوں پرندوں، کیڑے مکوڑوں کے نام پر، حشرات الارض کے نام پر سوروں کے نام کیوں رکھے گئے۔ یہ سورۂ نحل کیوں ہے، یہ سورۂ نمل کیوں ہے،

یہ سورۂ عنکبوت کیوں ہے، چیونٹی، شہد کی مکھی، مکڑی، ان چیزوں کے نام پر سورے بتا رہے ہیں کہ مالک کائنات انسانوں کو بتانا یہ چاہ رہا تھا کہ تم معرفتِ امام نہیں رکھو گے، لیکن یہ ننھے ننھے کیڑے عرفانِ امام رکھتے ہیں، اس لئے اُن کو یہ عظمت دے رہا ہوں، اس لئے یہ میں نے یہ ان کو عظمت دی ہے کہ یہ اپنے امام کو پہچانتے ہیں اور اتنی عظمت بڑھا دی کہ سورے کا نام نحل رکھ کر اُس میں ایک آیت رکھ دی۔ وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ ہم نے شہد کی مکھی پر وحی کی اور میں یہی کہا کرتا ہوں، کہ وہ مالک کائنات جو یہ دعویٰ کرے قرآن میں کہ ہم نے شہد کی مکھی پر وحی کی، ارے شہد کی مکھی پر وحی ہو یا تو آدمؑ پر وحی ہو، نوحؑ پر وحی ہو، ابراہیمؑ پر وحی ہو، داوٗدؑ و سلیمانؑ و شعیبؑ، الیاسؑ، ادریسؑ و عیسیٰؑ پر وحی ہو اور یا یہ عالم کہ شہد کی مکھی پر وحی کرتا ہوں، شہد کی مکھی پر وحی کرنے والے، تیرا تو یہ بھی کمال ہے کہ تو مادرِ موسیٰؑ پر بھی وحی کرتا ہے، مریمؑ تو معصوم تھیں وحی ہوئی تو ٹھیک ہوئی، لیکن مادرِ موسیٰؑ پر وحی کیوں کی، معصوم تو نہیں ہیں۔ لیکن اللہ یہی کہے گا کہ ہم وحی کرتے ہیں، ہم کیڑے مکوڑوں پر بھی وحی کرتے ہیں، حیرانی نہ ہو، بس اتنا ہی پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ اللہ جو کیڑے مکوڑوں پر وحی کر سکتا ہے، جو مادرِ موسیٰؑ پر وحی کر سکتا ہے، کیا وہ فاطمہ بنتِ اسدؑ پر وحی نہیں کر سکتا، ابو طالبؑ پر وحی نہیں کر سکتا ہے، آپ گھبراتے کیوں ہیں، ایمان پر بحث نہیں ہے کہ یہ صاحب عصمت ہیں، ان کا رابطہ اللہ سے ہے یا نہیں، اتنا گہرا رابطہ ہے کہ جب خانہ کعبہ کے پاس آئیں گی تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیسے یہ پتہ چلا کہ گھر کے اندر جانا ہے تو آواز آئی کہ فاطمہ بنتِ اسد آجاؤ، گھر ٹوٹ کر بتا رہا تھا کہ آؤ اس گھر کے اندر آؤ، اگر وحی نہ ہوتی تو فاطمہ بنت اسدؑ کو یہ کیسے معلوم ہوتا کہ

بچّے کی ولادت گھر میں ہوئی ہے، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ علیؑ کا نام تو اسمِ الٰہی میں تھا۔ یعنی علیؑ، محمدؐ، حسنؑ، حسینؑ وہ نام ہیں کہ ان سے پہلے یہ نام نہیں رکھے گئے تھے، یہ اچانک محمدؐ نام آ کہاں سے گیا، یہ اچانک علیؑ نام آ کہاں سے گیا آپ یہی کہیں گے کہ ابوطالبؑ نے گود میں لے کر بچے کا نام رکھا، اب یہ دیکھنا پڑے گا کہ ابوطالبؑ کو بتایا کس نے کہ اِس بچے کا نام علی رکھو، آواز آئی جو آواز آئی اسی کا نام وحی ہے کہ ابوطالبؑ بچے کا نام علیؑ رکھ دو۔ نعرۂ حیدری۔

اور جس پر وحی آتی ہو اگر نبی نہیں ہے، وہ ولی ضرور ہے اور ولی کا رابطہ جو ہے وہ اللہ سے رہتا ہے اور جو ولی ہوگا جس کا رابطہ اللہ سے ہوگا، اب اُس کا ایمان میں کیوں ثابت کروں، میں تو عصمت ثابت کروں گا، میں تو یہ ثابت کروں گا کہ ابوطالبؑ معصوم تھے، رضویہ کے عشرے میں میں عصمتِ ابوطالبؑ ایک موضوع رکھا تھا میں نے، اُس پر میں تقریر کر رہا تھا، مرحوم ہو گئے، ایک وکیل صاحب رضویہ میں رہتے تھے، اُن کا انتقال ہو گیا، محمد حسین صاحب وہ آئے اور میرے اوپر بگڑ گئے، ناراض ہو گئے کہنے لگے پہلے ایمان تو ثابت کیجئے بعد میں عصمت ثابت کیجئے بہت ناراض ہو گئے میرے اوپر اور پیہم مجھ سے بحث کرتے رہے کہ واہ واہ ابھی تو ایمان ثابت کر نہیں پائے آپ عصمت ثابت کرنے لگ گئے میں نے کہا آپ کو پریشانی کیا ہے، میں نے ابوطالبؑ کو معصوم کہہ دیا کہنے لگے کہ بس چودہ معصوم ہیں، میں چپ ہو گیا، میں نے کہا اچھا چودہ معصوم ہیں، ذرا یہ بتایئے کہ آدمؑ معصوم نہیں تھے، ابراہیمؑ معصوم نہیں تھے، موسیٰؑ معصوم نہیں تھے۔ عیسیٰؑ معصوم نہیں تھے کیا مریمؑ معصوم نہیں تھیں۔ اب صاحب وہ چپ ہو گئے، میں نے کہا اچھا اُن سب کو چھوڑ دیجئے، یہ بتایئے کہ کربلا میں

عباسؑ معصوم ہیں کہ نہیں، کہنے لگے کہ نہیں، میں نے کہا علی اکبرؑ معصوم ہیں، کہنے لگے کہ نہیں، میں نے کہا جناب قاسمؑ معصوم ہیں کہنے لگے نہیں، میں نے کہا علی اصغرؑ معصوم ہیں کہ نہیں، کہنے لگے کہ ہاں وہ ہیں۔ میں نے کہا چودہ تھے پندرہ تو ہو گئے، تو ایک سولھواں اور ابو طالبؑ کو بڑھا لیجئے پریشانی کیا ہے۔ میں نے اُنہیں سمجھایا ایک عصمتِ صغریٰ ہے، ایک عصمتِ کبریٰ ہے، چودہ معصوم جو ہیں وہ عصمت کبریٰ کے مرتبے پر فائز ہیں، اس کے علاوہ ایک لاکھ نبی جو ہیں وہ عصمتِ صغریٰ کے مرتبے پر فائز ہیں اور اُسی دائرے میں ابو طالبؑ بھی آ رہے ہیں، عبدالمطلبؑ بھی آ رہے ہیں۔ (نعرۂ حیدری)

تو عصمت کی بات کرو، ایمان کی بات نہ کرو، ایمان کی بات کیا کرنا اس لئے کہ یہ لوگ تو وہ تھے کہ جو اپنا ایمان ثابت کرنے نہیں آئے تھے بلکہ تم کو صاحبِ ایمان بنانے آئے تھے جیسا کہ کل میں نے کہا تھا کہ رسولؐ کی زندگی کے تین دور ہیں۔ اسلام بنانا ہے، اسلام پھیلانا ہے، اسلام بچانا ہے، تو اسلام بنانے میں ابو طالبؑ کی مدد درکار ہے، اسلام پھیلانے میں علیؑ کی مدد درکار ہے، اسلام بچانے میں حسینؑ کی مدد درکار ہے۔ یہ دادا ہے، یہ بیٹا ہے، یہ پوتا ہے۔ (نعرۂ حیدری)

شہد کی مکھی پر وحی آتی ہے تو اب امام جعفر صادقؑ نے بھی بتایا اور تشریح کر کے بتایا کہ دیکھو کیا تم نے کبھی ان کے چھتے کو غور سے دیکھا، ایک چھتہ ہوتا ہے لیکن اُس میں چھ لاکھ حجرے ہوتے ہیں اور اس طرح کمرے بنتے ہیں کہ تم تو چار رُخے کمرے بناتے ہو، وہ چھ رُخے کمرے بناتے ہیں تا کہ جانے اور آنے میں اُنہیں تکلیف نہ ہو اور اُن کی قوم بھی تین حصوں میں بٹی ہوئی ہوتی ہے ایک شاہی خاندان کے افراد ہوتے ہیں اور ایک سپاہی ہوتے ہیں اور ایک مزدور

ہوتے ہیں اور وہ جو سپاہی ہوتے ہیں وہ پیغامبر بھی ہوتے ہیں اور پیغامبری میں چند مکھیاں جاتی ہیں اپنی ملکہ کی اجازت لے کر، اپنے بادشاہ کی اجازت لے کر اور کسی چمن کا پتہ لگاتی ہیں اور جب رس دار پھولوں کو پاتی ہیں تو آ کر اطلاع دیتی ہیں۔ جب واپس آتیں ہیں تو موسیقی کی آواز نکالتی ہوئی آتی ہیں ملکہ کو پتہ چل جاتا ہے کہ اب رس دار پھولوں کا پتہ چل گیا اور جب وہ پہنچتی ہے اپنی قوم کو لے کر تو آگے آگے ملکہ چلتی ہے، پیچھے پیچھے قوم چلتی ہے، کوئی ملکہ سے آگے نہیں بڑھتا، جدھر جدھر ملکہ جائے گی، پیغامبر راستہ بتاتے جائیں گے، جیسے ہی وہ چمن زار میں پہنچے، اُنہیں یہ پتہ ہے کہ کس پھول سے موم نکالنی ہے اور کس پھول سے رس نکالنا ہے لیکن جب وہ پھولوں پر بیٹھتی ہیں تو دامنِ گل پر گرد بھی نہیں پڑتی اور رس لے کر وہ اُڑ جاتی ہیں اور اُس کے بعد جب رس لے کر چلتیں ہیں تو اُن کو یہ بھی پتہ ہوتا ہے کہ کس پھول سے کڑوا رس نکلتا ہے، اب وہ مکھی جو کڑوا رس لے کر آئی ہے، دروازے پر اُس کی چیکنگ ہوتی ہے اور دیکھتے ہیں سپاہی کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ زہریلا رس لائی ہے، اگر اُس نے اندر جانے کی کوشش کی تو دروزے پر اُسے قتل کر دیا جاتا ہے یا اُسے واپس کیا جاتا ہے کہ میٹھا رس لے کر آؤ اور اس طرح کوئی موم لے کر آتا ہے اور کوئی رس لے کر آتا ہے اور اُس کے بعد وہی رس شہد بنتا ہے۔ جب وہ شہد بنتا ہے تو اُس شہد سے انسانوں کے لئے شفا ہے اور سنو ان کے سردار کا نام، ان کے بادشاہ کا نام یعسوب ہے اور اُن کے یہاں الیکشن نہیں ہوتا۔ اگر بادشاہ مرجائے تو شاہی خاندان سے بیٹے کو جانشین بنایا جاتا ہے، سلیکشن ہوتا ہے الیکشن نہیں ہوتا اور مولا علیؑ نے فرمایا تھا سنو اپنی قوم کا یعسوب میں ہوں، میں یعسوب الدین

ہوں۔ (نعرۂ حیدری)

شہد کی مکھیوں کے یہاں الیکشن نہیں ہوتا بتانا تھا کہ نبوت اور امامت میں بھی الیکشن نہیں ہوتا، یعسوب یعنی الیکشن نہیں ہوتا، شاہی خاندان سے جانشین چنا جاتا ہے اگر ملکہ مکھی کہیں پر بھی ہے، اب ہزاروں میل دُور سے اُس نے آواز دی ہے تو پوری قوم اُس کی آواز کو سن کر، اُسی کی طرف پہنچتی ہے جہاں بادشاہ ہوا کرتا ہے، ہم ان چیزوں سے بے خبر ہیں، ہم ان چیزوں سے کام نہیں لے رہے ہیں اور یورپ والوں کا اور امریکہ والوں کا کیا کہنا کہ آپ دیکھیں کہ معصومینؑ کے ایک ایک جملے پر اس طرح ریسرچ ہے کہ ملکہ مکھی جو ہوتی ہے، اُس کی آواز پر ہزاروں میل دور سے پوری قوم وہاں پہنچتی ہے۔ اس ایک جملے پر پوری فلم انگریزوں نے بنا دی، فلم کا نام رکھا ''دی سوام'' یعنی ''شہد کی مکھیوں کا حملہ'' اور دکھایا صرف یہ ہے کہ امریکہ کے ایک شہر اسٹین پر شہد کی مکھیوں نے حملہ کر دیا اور اس سے بچاؤ کے لئے سائنسدانوں نے انتظام کیا، بڑا انتظام کیا لیکن وہ حملہ کرتیں تھیں اور شہر والوں کو مار کر چلی جاتی تھیں یہاں تک کہ آرمی بلائی گئی اور ہیلی کاپٹروں اور جہازوں سے گیسز پھینکی گئیں، دوائیاں پھینکی گئیں کہ گھروں میں یہ لوگ، یہ مکھیاں سب مر جائیں لیکن اُن پر دوا کا اثر نہیں ہوا۔ کروڑوں، لاکھوں، اربوں کی تعداد میں آتیں تھیں کہ شہر میں اندھیرا چھا جاتا تھا، آدھے راستے میں ٹرین پہنچی تھی کہ ٹرین پر مکھیوں نے حملہ کیا، ٹرین اُلٹ گئی لوگ مر گئے، تمام ملک پریشان کہ شہد کی مکھیوں سے پیچھا کیسے چھڑایا جائے، فوج بلائی گئی کہ تم انتظام کرو اور بڑا کمانڈر جو ہے وہ کہتا ہے کہ شیشے کے مکانوں میں تم لوگ چھپ جاؤ اور یہاں سے گیس پھینکو اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ جو گیس ماسک

پہنے ہوئے تھے اُن کو بھی مکھیوں نے مار دیا۔

فوجی کرنل جو ہے وہ باہر نکلتا ہے اور کہتا ہے کہ میں جا کر خود اس مہم کا مقابلہ کروں گا، بہت غور سے سنئے یہ جملے کہاں سے ہالی وڈ والے لیتے ہیں اور کس طرح سیرتِ معصومینؑ کا مطالعہ کرتے ہیں، وہ لوگ اور کس طرح اُس سے فوائد حاصل کر رہے ہیں اور یہ کہہ کر باہر نکلا کہ آج تک کسی محاذ پر میں نہیں ہارا، لیکن یہ حقیر کیڑا مجھے شکست دے دے گا اور یہ کہہ کر باہر نکلا اور وہی ہوا کہ اُس حقیر کیڑے نے اُس کرنل کو بھی مار دیا، جو فوج کو کمانڈ کر رہا تھا، جملہ آیا کہاں سے یہ فکر آئی کہاں سے، وہ لوگ نشانیاں پہچانتے ہیں قرآن کی، حدیثوں کی نشانیاں پہچانتے ہیں، سیرتِ معصومینؑ کو اتنے غور سے پڑھتے ہیں منصور دوانیقی کا دربار ہے اور آپ کا چھٹا امام سامنے بیٹھا ہوا ہے، مکھی آتی ہے اور بار بار منصور کی ناک پر بیٹھتی ہے، مکھی آئی اور ناک پر بیٹھی منصور نے اُڑایا، پھر گھوم پھر کر آئی، پھر ناک پر بیٹھی، کئی بار ایسا ہوا کہ بار بار ناک پر بیٹھ رہی تھی، اب اُس کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا، ایک بار غصے میں کہا کہ یہ آپ کے اللہ نے مکھی کیوں بنائی، جیسا سوال تھا غصے میں ویسا ہی جواب دیا کہ تیرے جیسے ظالم و جابر بادشاہ کے سر کو جھکانے کے لئے، کہ فوجوں پر حکومت کرتا ہے، تخت و تاج رکھ کر ایک حقیر کیڑے پر تیرا بس نہیں چل رہا ہے امریکن فوج کے کرنل نے بھی یہی کہا کہ سب سے جیت گیا لیکن اس حقیر کیڑے سے ہار گیا، جملہ کہاں سے لیا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے شہد کی مکھی کے بارے میں جو کہا اُس پر پوری فلم بنا دی گئی، ملکہ مکھی کی آواز قوم سن لیتی ہے، اب آپ دیکھیں آخر میں سائنسدانوں کی میٹنگ ہوئی اور سب کو بٹھایا گیا کہ اس حقیر کیڑے سے ہم پیچھا

کیسے چھڑائیں، اب دیکھیں سائنسدان جنگل میں گئے اور ترکیب کے ساتھ ملکہ مکھی کو گرفتار کیا اور شیشے کے مرتبان میں بند کیا گیا اور اُس کے بعد ملکہ مکھی کی آواز کو ٹیپ میں اتار لیا گیا۔ ٹیپ میں اتارنے کے بعد مختلف ٹیپ ریکارڈرز میں اُن آوازوں کو ٹیپ کیا گیا اور کئی ہزار ٹیپ ریکارڈرز جن کا کمپیوٹر سے سسٹم تھا اُنہیں ہیلی کاپٹر سے سمندر میں پھینکا اور جب وہ ٹیپ ریکارڈز سمندر میں پھینکے گئے تو ہیلی کاپٹر سے کمپیوٹر کے ذریعے سے آوازوں کو آن کیا گیا اور اِدھر سمندر کے کنارے آرمی گیسز لئے کھڑی ہے، پٹرول پھینکنے کے لئے سپاہی تیار ہیں اور ایسے میں جب ملکہ مکھی کی آوازوں کے ٹیپ کھلے تو جنگلوں سے کروڑوں مکھیاں ملکہ مکھی کی آواز پر چلیں اور سب سمندر پر گرنے لگیں، ملکہ مکھی اُنہیں پکار رہی تھی، اِدھر کروڑوں مکھیاں پانی میں گرتی جا رہی تھیں، آرمی پٹرول سمندر میں چھڑکتی جا رہی تھی، آگ لگاتی جا رہی تھی، کروڑوں مکھیوں کو سمندر میں جلا کر چین پایا اسپین شہر والوں نے۔ اگر مولاؑ یہ نہ بتاتے کہ ملکہ مکھی کی آواز پر پوری قوم جاتی ہے، تو یہ فلم بنتی کیسے (نعرۂ حیدری)

اب ان باتوں کو سمجھو، ان نشانیوں کو پہچانو، مولا علیؑ نے جتنے علم دیئے، خدا کی قسم جتنے علم رائج ہیں، سب کا سلسلہ جا کر مولا علیؑ پہ ختم ہوتا ہے، علم کا سلسلہ مولا علیؑ پہ ختم ہوتا ہے، وہ چاہے الجبرا ہو، کیمسٹری ہو، فزکس ہو، فلسفہ ہو، منطق ہو، یا علم رجال ہو، جو بھی علم ہے اس وقت جتنے بھی علم رائج ہیں، مولا علیؑ نے ہر علم کے بارے میں کچھ نہ کچھ بتایا، ارے کیوں نہ بتاتے یہ وہ گواہ ہیں۔ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ جسے پوری کتاب کا علم ہے۔ وہ بتائے گا، وہ منبر پر بیٹھ کر بتائے گا، کہے گا کہ پوچھو مجھ سے زمین کی باتیں پوچھو، آسمان کی باتیں پوچھو، مگر

پوچھنے والے بھی کیسے کیسے تھے، عقل مند بھی تھے اور بے عقل بھی تھے، کوئی یہ پوچھتا تھا کہ مولا یہ بتائیے آج سے ہزاروں برس پہلے سقراط نے اپنے شاگردوں سے یہ کہا تھا کہ یہ بتاؤ کہ اگر قضا کے تیر آسمان سے چلیں اور چلانے والا خدا ہو اور تیروں کا رُخ بندوں کی طرف ہو اور قضا کے تیر اُن کو لگ رہے ہوں، تو اب بندے کس کو پکاریں گے، یہ کہ تیر تو اللہ چلا رہا ہے لیکن آج تک ہزاروں سال میں بھی کوئی جواب نہ دے سکا، مولاؑ آپ جواب دیجئے اور کوئی پوچھنے والا ایسا تھا، کہ یہ بتائیے کہ میرے سر پر بال کتنے ہیں۔ سعد ابن ابی وقاص نے پوچھا میرے سر پر بال کتنے ہیں، مولا نے کہا بتا تو دوں تیرے سر پر بال کتنے ہیں، تصدیق کیسے کرے گا تعداد کی، اس لئے کہ تو گن نہ سکے گا، تعداد تو بتا دوں، ہاں بس اتنا بتائے دیتا ہوں کہ تیرے گھر میں میرے بیٹے کا قاتل پل رہا ہے، عمرِ سعد پیدا ہو چکا تھا، سعد کا بیٹا۔ تیرے گھر میں میرے بیٹے کا قاتل پل رہا ہے، پرورش پا رہا ہے، جا ایک بات تجھے بتا دی اور جس نے یہ پوچھا تھا کہ سقراط کے سوال کا جواب دیجئے اُس سے کہا کون سا مشکل مسئلہ تو نے پوچھا کہ سقراط کے زمانے سے اب تک اتنی صدیوں سے کوئی اس کا جواب نہ دے سکا، اس کی مثال تمہارے گھر میں موجود ہے، کہا مولاؑ کیسے! کہا قضا کے تیر اگر چلیں اور چلانے والا خدا ہو اور اُن تیروں کا رُخ بندوں کی طرف ہو، تو سنو اللہ اُسی کو پکارو، اُس ہی کی طرف رجوع کرو اس لئے کہ جب باپ یا ماں اپنے بچے کو طمانچہ مارتے ہیں تو بچہ کسی اور کو مدد کے لئے نہیں پکارتا بلکہ باپ کے دامن سے لپٹ جاتا ہے۔ (نعرۂ صلوٰۃ)

اُسی سے مدد مانگو، وہی تمہاری مدد کرے گا، نا معلوم کتنے سوال پوچھے گئے،

جب مولا علیؑ نے سلونی کہا تو کیسے کیسے مسائل حل کئے اور ایسی ایسی باتیں بتا دیں، کیا کہنا ارے ان کے گھر میں جو آ جائے اور آنے کے بعد اس گھر میں چند دن زندگی گزارے تو وہ فضہ اور قنبرؓ بنتا ہے، وہ سلمانؓ بنتا ہے، وہ ابوذرؓ بنتا ہے، کوئی بھی مسئلہ حل کرنے میں، جیسا کہ میں نے اعلان کیا تھا کہ میں مصائب میں بیبیوں کا ذکر کروں گا اور یہ بات بھی ہے کہ چہلم کے مہینے میں بیبیوں کا ذکر ہوتا ہے لیکن میں نے انتخاب کربلا کی بیبیوں کا کیا لیکن کیا کروں چند بیبیاں ایسی ہیں جو کربلا میں تو نہیں ہیں لیکن کربلا سے گہرا ربط ہے، ایک کا ذکر کل کیا، جو مرکزی نقطہ ہیں کربلا کا یعنی شہزادی جنابِ فاطمہؑ اُن کا ذکر کل کر چکا، اب دو بیبیاں ایسی ہیں جو کربلا میں نہیں ہیں اور اُن دونوں کا ذکر بھی کروں گا، لیکن کربلا کے ربط کے ساتھ ایک بی بی تو اُمِ سلمیٰؑ ہیں اور ایک اُم البنینؑ۔ کل میں نے رسولؐ کی بیٹی کا ذکر کیا آج میں رسولؐ کی بیوی کا ذکر کروں تا کہ دنیا والے جو یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ازواجِ نبیؐ کا احترام ہم نہیں کرتے تو آج ہم بتا دیں کہ کتنا احترام کرتے ہیں اور کیا کہنا شاید ہمارے بچوں اور جوانوں کو یہ نہ علم ہو کہ اُمِ سلمیٰؑ کون ہیں اور کس خاندان سے ہیں، سنئے اُمِ سلمیٰؑ جنابِ عبدالمطلبؑ کی سگی نواسی ہیں، عبدالمطلبؑ کی بیٹی کا نام عاتکہ ہے اور سہیل ابن مغیرہ ابنِ عبداللہ کی بیوی ہیں عاتکہ خواب دیکھتی ہیں کہ پتھر گرا پہاڑ پر سے اور آ کر مکے میں گرا اور اُس کے ذرّے ذرّے سے مکے والے فنا ہو گئے، صبح کو اُٹھ کر اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلبؑ سے خواب بیان کیا، پورے مکے میں خواب پھیل گیا، لوگوں نے سنا، ابوجہل نے سنا تو کہا کہ پہلے تو بنی ہاشم میں مرد نبی ہوا کرتے تھے اب عورتیں بھی نبی ہونے لگیں۔ ابھی تین دن گزرے تھے کہ خواب کی

تعبیر سامنے آئی اور جنگِ بدر چھڑی اور مکے والے مدینے والوں کے ہاتھوں فنا ہو گئے، خواب کی تعبیر سامنے آئی تو مکے والے یہ سمجھے کہ خواب سچا تھا، ایسی خاتون کی بیٹی ہیں اُمِ سلمیٰؑ اور کب پیدا ہوئیں ہیں، اُس وقت پیدا ہوئیں اور حضرت علیؑ کا سن اور ان کا سن برابر تھا، ایک ہی سال میں دونوں پیدا ہوئے، اُمِ سلمیٰؑ اور علیؑ ہم سن ہیں اور انہوں نے دو ہجرتیں کیں، ایک حبش کی طرف ہجرت کی ہے اور ایک حبش سے مدینے کی طرف، چار بچے ہیں ان کے۔ شوہر کا نام عبداللہ ہے اور شوہر کون ہیں، حضرت عبدالمطلبؑ کے سگے نواسے عبداللہ، یہ دوسری بیٹی کے بیٹے تھے، یعنی اُمِ سلمیٰؑ کے خالہ کے بیٹے ہیں، ان کے شوہر عبداللہ اور دونوں کی شادی ہوتی ہے، چار اولادیں تھیں دو بیٹے دو بیٹیاں اور جنگ میں شوہر شہید ہوئے، اب اُس کے بعد رسولؐ نے دیکھا کہ اُمِ سلمیٰؑ بیوہ ہو گئیں اور رسولؐ کی سگی پھوپھی کی بیٹی ہیں اور مورخینؒ نے یہ لکھا کہ جنابِ عبداللہ اور جنابِ ابو طالبؑ اپنی بہن عاتکہ سے بہت محبت کرتے تھے اس لئے بھانجی سے بھی بہت محبت تھی اور رسولؐ کو اس لئے ان سے محبت تھی، جب بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمر نے اور حضرت ابوبکر نے شادی کا پیغام بھیجا لیکن اُمِ سلمیٰؑ نے انکار کر دیا اس لئے کہ شوہر کی زندگی میں ایک دن گفتگو ہوئی تھی اور اُمِ سلمیٰؑ نے کہا تھا کہ عبداللہ میں یہ چاہتی ہوں کہ آؤ یہ دعا کریں کہ مرنے کے بعد بھی ہمارا اور تمہارا رشتہ قائم رہے، تو عبداللہ نے کہا تھا کہ سنو اُمِ سلمیٰؑ میں یہ دعا کروں گا کہ اگر میں مر جاؤں تو تمہیں میرے بعد اچھا شوہر ملے، شوہر کی دعا قبول ہوئی اور رسولؐ جیسا شوہر ملا، اُمِ سلمیٰؑ کو بیاہ کر لے آئے اور جس دن بیاہ کر لائے کہا اُمِ سلمیٰؑ میں نے ہر بی بی کے یعنی پانچ بیویاں آ چکیں ہیں، اب یہ

چھٹی بیوی ہیں اور مورّخین نے لکھا کہ خدیجہؑ کے بعد اگر خدیجہؑ کی کمی کو کسی نے پورا کیا تو اُس کا نام اُمِ سلمیٰؑ تھا۔ (نعرۂ صلوٰۃ)

اُمِ سلمیٰؑ بیاہ کر آئیں تو رسولؐ پہلا جملہ یہ کہتے ہیں کہ ہر بی بی کے لئے میں نے ہفتے کا ایک دن مقرر کیا ہے، اُمِ سلمیٰؑ ہفتے کا پہلا دن میں نے تمہارے لئے رکھا ہے، اِدھر تو رسولؐ یہ کہہ رہے ہیں وہاں شادی جب ہوئی تھی، اُس ہی وقت چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں، باتیں شروع ہوگئیں تھیں کہ ایک بی بی دوسری بی بی سے یہ کہہ رہی تھی کہ ارے اب تو بڑا غضب ہوگیا اس لئے کہ میں نے سنا ہے کہ اُمِ سلمیٰؑ بڑی خوبصورت ہیں، کیا کروں ساری حدیثیں کتابوں میں موجود ہیں اس لئے بیان کرنا پڑتی ہیں، تو اُمِ سلمیٰؑ آئیں لیکن حُسن پر ناز کرتی ہوئی نہیں آئیں، اُمِ سلمیٰؑ یہ نہیں بتانا چاہتی تھیں کہ رسولؐ اس لئے میری عزت پر ناز کرتے تھے کہ بڑی خوبصورت ہیں، جس کو ہوگا اپنے حُسن پر ناز ہوگا، یہ دیکھو کہ جب دونوں بیویاں سامنے بیٹھیں تو رسولؐ کیا کہہ رہا ہے کہ کاش ایسا نہ ہوتا کہ میری ایک بیوی اونٹ پر بیٹھ کر جائے اور حوّاَب کے کتے اُس پر بھونکیں، اُمِ سلمیٰؑ گھبرا گئیں کہا یا رسولؐ اللہ میں تو نہیں ہوں تو دوسری بیوی کی طرف دیکھ کر اُس کا وہ نام جو زیادہ مشہور تھا، وہ نام لے کر کہا شاید وہ ہو اور جب وہ دن آیا تو اُمِ سلمیٰ نے کہا جا کر ارے کیا کرنے جا رہی ہے، بھول گئی تو کہ رسولؐ نے یہ کہا تھا، کہ حوّاَب کے کتے بھونکیں گے، کہا کیا تم وہی بننا چاہتی ہو، بس اُمِ سلمیٰؑ نے جب پورا خطبہ دیا اور سب کچھ یاد دلایا تو گھر کی طرف واپس چلیں، لیکن طلحہ اور زبیر کھڑے ہوئے تھے دروازے پر، کہا اس عورت کے بہکانے میں نہ آئیں، لیکن وہ بی بی کیا کہنا اُس کا کہ اُس نے مولائے کائنات کو خط لکھا کہ اگر رسولؐ کی

طرف سے اجازت ہوتی تو جمل میں میں آپ کی طرف سے جنگ کرتی، لیکن میں نہیں جاسکتی تو میں اپنے بیٹوں کو ساتھ ساتھ کر رہی ہوں اور بیٹوں کو ساتھ کیا کہ جمل میں جاکر مولائے کائنات کے ساتھ جنگ لڑنا اور بی بی سے تین سو اٹھتر (۳۷۸) حدیثیں ہیں، ایک بی بی سے دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) تو دوسری سے تین سو اتنی کی لیکن اُس کے باوجود اس کمی کو اس طرح دیکھیں کہ اُس دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) میں ضعیف زیادہ ہیں اور اُس تین سو میں ایک بھی ضعیف نہیں یعنی حد ہے حدیثِ کساء اُمِ سلمیٰؑ سے بیان ہوئی اور ایک دو نہیں بلکہ مورّخین نے لکھا کہ واقعی خدیجہؑ کے بعد جو انہیں مرتبہ ملا تو یہ راز دارِ رسالت تھیں، یہ مرتبہ کسی بیوی کو ملا، ایسی راز دار بیوی تھیں کہ رسولؐ اپنے راز بتایا کرتے تھے اور اُمِ سلمیٰؑ اکثر کہتی تھیں کہ ان رازوں میں سے کوئی راز آپ چاہیں تو میں آپ کو بتا دوں، جب رسولؐ اجازت دیا کرتے تھے تو اکثر بتا بھی دیا کرتیں تھیں اور کبھی کبھی ناراض بھی ہو جایا کرتیں تھیں۔ جب آخری وقت رسولؐ کا آیا اور سب نے دیکھا کہ فاطمہؑ سے کچھ کہا تو بی بی رونے لگیں اور تھوڑی دیر کے بعد جب کوئی جملہ کہا تو مسکرانے لگیں، اب تشویش ہوگئی کہ کیا کہا، اب تم بتاؤ تم تو راز دارِ رسالت ہو، رسولؐ نے اس وقت اپنی بیٹی سے کیا کہا تو بی بی یہ کہتی ہیں کہ مجھے معلوم ہے کہ رسولؐ نے کیا کہا ہے لیکن میں شہزادی کی اجازت کے بغیر تمہیں بتاؤں گی نہیں، یہ ہے بی بی کا مرتبہ یعنی اتنا عظیم مرتبہ ہے اس بی بی کا کہ چوراسی سال کی عمر پائی۔ یہ واحد بی بی ہیں کہ جو کربلا کے واقعے تک موجود ہیں، یہ قدرت کا انتظام ہے کہ جب واقعۂ کربلا ہوا تو علیؑ کی بھی ایک بیوی موجود رہے اور رسولؐ کی بھی ایک بیوی موجود رہے تا کہ محشر میں گواہی

دینے والوں میں رسولؐ کی بیوی بھی ہو اور علیؑ کی بیوی بھی ہو۔ کربلا کا واقعہ جب محشر میں پیش کیا جائے تو گواہی میں رسولؐ کا نمائندہ بھی ہو اور علیؑ کا نمائندہ بھی ہو، اور ایسی بیوی ہو کہ جس کے اوپر رسالت کو اعتماد تھا اس لئے اللہ نے اُمِ سلمیٰؑ کو چوراسی سال زندہ رکھا اور اب یہ راز دارِ کربلا بھی ہیں اور مقتل میں لکھا گیا کہ جتنے تبرکاتِ نبی تھے وہ آخر میں اُمِ سلمیٰؑ کے سپرد کئے گئے تا کہ قید خانہ شام سے بیٹا واپس آئے تو نانی یہ چیزیں اُس کے حوالے کر دے تو واحد بی بی ہے چوراسی سال کی ضعیف بی بی حسینؑ کو سینے سے لگا کر کہتی ہیں میرے لعل! عراق نہ جاؤ، اس لئے کہ ایسا واقعہ اُمِ سلمیٰؑ کے سامنے ہوا تھا کہ یہ بی بی بڑی حیران ہے۔ اٹھائیس رجب کو بڑی حیرانی ہے واقعہ صرف اتنا تھا کہ بی بی کہتی ہے کہ ایک دن جیسا کہ ایک ایک دن بٹا ہوا تھا، اُس دن رسولؐ میرے گھر مہمان تھے۔ آئے اور کہا ضعف بہت ہے میں حجرے میں آرام کرنے جا رہا ہوں، اُمِ سلمیٰؑ میری چادر مجھے دے دو، میں سونا چاہتا ہوں اور دیکھو اُمِ سلمیٰؑ اگر کوئی آئے تمہارے حجرے میں تو کسی کو میرے قریب نہ آنے دینا۔ دروازہ بھیڑ دو، میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ اُمِ سلمیٰؑ کہتی ہیں میں نے دروازے کو بھیڑ دیا، دیکھا رسولؐ چادر اوڑھ کر لیٹ گئے تھوڑی دیر گزری تھی کہ میں اپنے کام میں مصروف تھی کہ رسولؐ کا چھوٹا نواسہ کھیلتا ہوا آیا اور سیدھا اُس حجرے کی جانب چلا میں دوڑی اور دوڑ کر حسینؑ کو پکڑ لیا اور کہا بیٹا نانا آرام کر رہے ہیں اندر مت جانا، کہتے ہیں نانی نانی میں تو جاؤں گا نانا کے پاس، ابھی نانی اور نواسے میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک بار حجرے سے آواز آئی اُمِ سلمیٰؑ کون آیا ہے، کہا آپ کا نواسہ حسینؑ آیا ہے فرمایا کہ اُسے مت روکنا، اُسے آنے

دو۔ اُمِ سلمٰیؑ کہتی ہیں میں نے اجازت دی۔ بچہ دروازہ کھول کر اندر گیا اور میں نے دیکھا کہ جیسے ہی حسینؑ پہنچے رسولؐ نے حسینؑ کو اپنے سینے پر لٹا لیا۔ مسکرا کر نواسے سے باتیں کرنے لگے میں باتوں کی آواز سن رہی تھی۔ حسینؑ ہنس رہے تھے، رسولؐ باتیں کر رہے تھے نانا اور نواسے میں بڑی محبت کی باتیں ہو رہی تھیں۔ مجھے بڑا اطمینان ہو گیا میں آ کر اپنے کام میں مصروف ہو گئی ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ میرے کانوں میں رونے کی آواز آئی۔ اُمِ سلمٰیؑ کہتی ہیں کہ میں حجرے کے قریب گئی۔ اب جو میں نے دیکھا تو منظر میں نے یہ دیکھا کہ حسینؑ نانا کے سینے پر کھیلتے کھیلتے سو گئے تھے رسولؐ خدا کا ایک ہاتھ زمین پر تھا اور مٹھی بند تھی اور رسولؐ رو رہے تھے، آنسو بہہ رہے تھے، میں حجرے میں داخل ہو گئی میں نے کہا یا نبی اللہ یہ مسرت کا موقع ہے رونے کی وجہ۔ کہا اُمِ سلمٰیؑ کیا بتاؤں ابھی میرا پیارا میرے سینے پر سویا تھا کہ جبریلؑ امین آئے اُنہوں نے مجھے اطلاع دی کہ اس نواسے کو بہت چاہتے ہیں آپ کربلا کے میدان میں تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کیا جائے گا اور دیکھو اُمِ سلمٰیؑ جبریلِؑ امین نے مجھے اُس جگہ کی خاک بھی لا کر دی اور دیکھو اُمِ سلمٰیؑ اس خاک سے مجھے حسینؑ کی خوشبو آتی ہے۔

یہ کہہ کر اُمِ سلمٰیؑ سے کہا کہ اس خاک کو حفاظت سے رکھ لو۔ بی بی کہتی ہیں میں نے اُس خاک کو اُسی دن ایک شیشی میں رکھ کر طاق میں رکھ دیا۔ اُس کو میں نے پردے سے بند کر دیا۔ اُس خاک کو میں اکثر دیکھتی رہتی تھی یہاں تک کہ رسولؐ کی وفات ہو گئی، فاطمہؑ کی وفات ہوئی، علیؑ کی بھی وفات ہوئی، حسنِ مجتبٰیؑ کی بھی وفات ہوئی کہ اب وہ دن آیا کہ میرا نواسہ مجھ سے کہنے لگا نانی خدا حافظ میں عراق جا رہا ہوں۔ اُمِ سلمٰیؑ کہتی ہیں کہ حسینؑ رات سے میں گھر کے مکان کی

دیواروں کے پیچھے سے رونے کی آوازیں سُن رہی ہوں۔

حسینؑ نے کہا نانی یہ جنات رو رہے ہیں، نانی کو سمجھایا رخصت ہوئے۔ اُمِ سلمیٰؑ کہتی ہیں کہ جب میرا لعل سدھارا اُس دن سے میری یہ عادت ہوگئی تھی کہ صبح کی نماز پڑھتی تھی اور اُس خاک کو جا کر دیکھ لیتی تھی۔ ظہر کی نماز پڑھتی تھی اُس خاک کو جا کر دیکھتی تھی یہاں تک کہ رجب گزرا، شعبان گزرا اور اس کے بعد شوال گزرا، ذیقعد اور ذوالحج گزرا اور اُس کے بعد محرم کا چاند ہوا۔ محرّم کے چاند کے ہوتے ہی میرا اضطراب بڑھ گیا، میری پریشانی بڑھنے لگی۔ بی بی کہتی ہیں کہ جب سات تاریخ آئی تو میں جب پانی پیتی تھی تو میرے گلے سے پانی نہ اُترتا تھا اور پانی حلق میں اٹکتا تھا اور یہاں تک کہ عاشور کا دن آیا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے صبح کی نماز پڑھی۔ اُس حجرے میں جا کر میں نے خاک کو دیکھا، شیشی میں خاک اُسی طرح رکھی ہوئی تھی۔ جب ظہرین کی نماز پڑھ چکی اور مصلے پر میری آنکھ لگ گئی اور ظہرین کی نماز کے بعد میں اُس شیشی کو جا کر نہ دیکھ سکی بی بی کہتی ہیں کہ ابھی میری آنکھ لگی تھی میں نے عجب خواب دیکھا، میں نے ختمی مرتبتؐ کو دیکھا، بالوں پر خاک پڑی ہوئی تھی، ہاتھ میں دو شیشے تھے۔ جس میں تازہ لہو جوش مار رہا تھا۔ میں پریشان ہوگئی میں نے کہا یا رسولؐ اللہ یہ آپ کا کیا عالم ہے تو بے اختیار کہا اُمِ سلمیٰؑ میرے حسینؑ کو مار ڈالا گیا، سب قتل ہو گئے دیکھو کربلا والوں کا لہو لے کر آیا ہوں۔ اُمِ سلمیٰؑ کہتی ہیں میری آنکھ کھل گئی اور اب میں اُس طاق کے پاس پہنچی، پردہ میں نے ہٹایا تو اُس شیشی میں خاک تو نہیں تھی تازہ لہو جوش مار رہا تھا، میں نے اُس شیشی کو طاق سے اُٹھایا اور ایک بار محلۂ بنی ہاشم کے ایک ایک گھر میں لے کر گئی اور کہا کہ ارے کچھ خبر بھی ہے

ارے آج میرا لعلؑ مارا گیا، آج میرا حسینؑ مار ڈالا گیا۔ آؤ مل کر حسینؑ کا ماتم کریں، بیبیاں ساتھ ساتھ اور اُم سلمیٰؑ اُس شیشی کو دیکھ رہی ہیں، ارے یہ کیسا تعزیہ ہے جو رسولؐ کے گھر میں رکھا گیا ہے، ہر بی بی نے اس تعزیئے کے سامنے ماتم کیا ہے، یہ تعزیئے کا آغاز ہے، یہ تابوت کا آغاز ہے، اُس شیشی کو سامنے رکھا اور اُم سلمیٰ نے کہا آؤ سب مل کر شیشی کے گرد حسینؑ کا ماتم کریں۔ بیبیوں نے ماتم شروع کیا۔ بس آخری جملہ کنیز نے آ کر اطلاع دی کہ اُم سلمیٰؑ فاطمہ صغریٰؑ آ رہی ہیں بس یہ سننا تھا کہ سب نے چادریں اتاریں اور شیشی پر ڈال دیں ارے کہیں فاطمہ صغریٰؑ نہ دیکھ لے۔

تیسری مجلس

کلمۂ طیبہ

سیرتِ امامِ حسنؑ وامام حسینؑ، ذکرِ جنابِ فضّہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے، درود وسلام محمدؐ وآلِ محمدؐ کے لئے

''سیرتِ معصومینؑ'' کے موضوع پر آج اس عزاخانے میں عشرۂ ثانی کی تیسری تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں۔ ارشادِ ربّ العزت ہے کہ:

لَعَمۡرُكَ اِنَّهُمۡ لَفِىۡ سَكۡرَتِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ (سورۂ الحجر، آیت ۷۲)

ترجمہ: (اے رسولؐ) تمہاری جان کی قسم! وہ یقیناً اپنے نشہ میں لڑکھڑا رہے ہیں۔

اپنے حبیب کو پروردگار نے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، تمہاری پوری زندگی کی قسم۔

عمر پانچ برس کی بھی ہوتی ہے ۱۰ برس کی بھی ہوتی ہے ۲۵ برس کی بھی ہوتی ہے، یہاں کوئی قید نہیں ہے کہ عمر کے کس حصّے کی قسم کھائی گئی ہے، یہ قید نہیں ہے کہ جب تم ۴۰ برس کے ہوجاؤ گے اُس وقت کی قسم، پوری عمر کی قسم، پوری حیات کی قسم۔

جب تم نبی بنو گے اس وقت کی قسم، نہیں تم تو ہمیشہ سے نبی تھے، پوری حیات

کی قسم۔ قسموں میں راز رکھے گئے۔

عقائد کی اصلاح کی گئی ہے، پوری حیات میں کوئی عیب نہیں ہے، میں کامل شے کی قسم کھا رہا ہوں، بطنِ آمنہؑ سے طلوع ہے اور یثرب کی سرزمین پر پوشیدہ ہوگئے۔ پوری حیات کی قسم، میدان میں ہو یا مکان میں، حالتِ صحت ہو یا حالتِ مرض تم بے عیب ہو، میں تمہاری بے عیب عمر کی قسم کھا رہا ہوں۔

اللہ نے قرآنِ مجید میں قسمیں کیوں کھائیں؟

یہ اعتراض طرح طرح کی رنگ آمیزیوں کے ساتھ مختلف طور پر دُہرایا جاتا رہتا ہے۔ مگر قسم کی حقیقت اور اس کی تاریخ پر ذرا غور و فکر کرنے کی زحمت گوارا کی جاتی تو یہ عقدہ خود بخود حل ہو جاتا۔

اصل میں قسم کا استعمال ابتداً اس طرح شروع ہوا کہ جب کوئی اہم واقعہ بیان کیا جاتا۔ تو اس کی صحت اور تصدیق کے لئے کسی شخص کی گواہی پیش کی جاتی۔

یہی طریقہ جب بڑھنے لگا تو انسان کے علاوہ حیوانات اور جمادات کی شہادت بھی معرض ثبوت میں آنے لگی۔ مثلاً ہم خود اپنی زبان میں کہتے ہیں ''در و دیوار'' اس بات پر شاہد ہیں۔ آسمان و زمین اس امر پر گواہ ہیں۔ اس نے جنگ میں جس جانبازی کے جوہر دکھائے۔ میدان جنگ اس کی گواہی دے سکتا ہے، وغیرہ وغیرہ، عربی زبان میں اس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ اس قسم کی شہادتوں کے پیش کرنے سے اصلی غرض یہ ہوتی ہے کہ یہ چیزیں زبانِ حال سے اس کی شاہد ہیں۔ یعنی اگر ان میں ذرا بھی بولنے کی سکت ہوتی تو ضرور کہہ اُٹھتیں کہ ہاں یہ واقعہ سچ ہے۔ یہی طریقہ آگے چل کر قسم کے معنی میں مستعمل ہونے کا لفظ، قسم کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ سورۂ منافقون میں ارشاد ہے۔

إِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ۗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (١) اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۗ إِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورۂ المنافقون۔ آیت ۱، اور ۲)

اس آیت میں منافقین کے الفاظ میں قسم کا لفظ مذکور نہیں۔ صرف شہادت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ قرآن مجید نے اسی شہادت کو قسم قرار دیا ہے۔ اسی کا اثر ہے کہ آج بھی ہم اپنی زبان میں قسم کھاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ خدا گواہ ہے۔ خدا شاہد ہے، عربی زبان زبان نے جب وسعت اختیار کی تو بعض حروف قسم کے ساتھ خاص ہو گئے۔ جیسے واؤ۔ ب۔ ت۔ واللہ۔ باللہ۔ تاللہ کہیں صاف لفظ قسم ہوتا ہے اور کبھی لا کے ساتھ آتا ہے۔

لَآ أُقْسِمُ اور کبھی جملہ پر لام لا کر قسم کھائی جاتی ہے۔ جیسے لَعَمْرُكَ ۔

اب قسم کا استعمال دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ جب کوئی چیز بیان کی جائے تو اس کے ثبوت پر کوئی شہادت پیش کی جائے۔ خواہ وہ شہادت ذی روح کی ہو یا غیر ذی روح کی بزبانِ حال ہو، یا بزبانِ قال۔ دوسرے یہ کہ کسی چیز کی توثیق و اثبات کے لئے کسی عظیم الشان شے یا کسی عزیز چیز کی قسم کھائی جائے یہ دوسرے معنی قسم کے حقیقی معنی نہیں۔ بلکہ مجازی ہیں جو بعد میں چل کر پیدا ہو گئے۔ قرآن مجید میں جہاں اللہ تعالیٰ کے لئے قسم کا لفظ آیا ہے۔ پہلے معنی کے لحاظ سے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نہایت کثرت سے شمس وقمر لیل ونہار ابر و باد، کوہ وصحرا، چرند و پرند، دریا اور سمندر، غرضیکہ جابجا تمام ظاہرِ قدرت کی نسبت آیت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جس کے معنی نشانی کے ہیں جن

چیزوں کو اکثر مواقع پر آیات کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ان کی جا بجا قسم بھی کھائی ہے، جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ تمام چیزیں اس کے وجود اور عظمت و شان پر شہادت دے رہی ہیں اور اس کی قدرت پر گواہ ہیں۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا (۱) فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا (۲) فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا (۳) اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ (سورۂ الصافات۔آیت ۱ تا ۴)

ترجمہ: قسم ہے صف باندھ کر کھڑے ہونے والوں کی، پھر قسم ہے جھڑکنے والوں کی پھر قسم ہے ذکر کر کے تلاوت کرنے والوں کی۔

''عبادت میں یا جہاد میں پرا باندھنے والوں کی قسم پھر بدوں کو برائی سے جھڑک کر ڈانٹنے والوں کی قسم پھر قرآن کے پڑھنے والوں کی قسم''۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا

خدائے تعالیٰ پرا باندھنے والوں کی قسم کھا رہا ہے۔یعنی عبادت خواہ جہاد میں صف قائم کرنے والوں کی قسم کھا رہا ہے۔ پھر فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا بدوں کو برائی سے جھڑک کر ڈانٹنے والوں کی قسم کھا رہا ہے۔ پھر فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا قرآن کے پڑھنے والوں کی قسم کھا رہا ہے۔ اور تین قسمیں کھانے کے بعد ارشاد ہوا اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ تمہارا معبود یقیناً ایک ہے۔

خداوند عالم کی یہ قسمیں چار اہم باتوں کی مظہر ہیں۔ہم لوگ جب قسم سے باتیں شروع کرتے ہیں تو انھیں کی قسم ہوتی ہے جن کو ہم عزیز و پیارا اور بلند ترین سمجھتے ہیں۔ظاہر ہے کہ خدا کی بارگاہ میں وہ لوگ کتنے عزیز اور پیارے ہیں جو صف باندھتے ہیں عبادت میں یا جہاد میں پھر ایسے لوگوں کی قسم کھا رہا ہے جو بد اعمالوں کو ان کی برائیاں دیکھ کر جھڑک دیتے ہیں اور ڈانٹ دیتے ہیں

خدا کی بارگاہ میں وہ لوگ کتنے بلند ترین اور عزیز ترین ہیں۔ اور وہ صف بہ صف میدانِ جہاد میں عبادت کے لئے کھڑے ہونے والوں کی قسم اور نافرمانوں اور مجرموں کو پھٹکارنے والوں کی قسم وہ کلام نصیحت سناتے ہیں یعنی امرِ حق کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ وہ قرآن پڑھتے ہیں یعنی اس کے اوامر کی پیروی و اطاعت اور اس کے نہی سے احتراض کرتے ہیں ان کی قسم کھا رہا ہے اور ظاہر ہے پروردگار عالم کو یہ لوگ عزیز ہیں اس لیئے ان کی قسم کھا کر کہتا ہے تاکید کے ساتھ کہ تمہارا معبود یقینی ایک ہے۔ یہاں لفظ ''الٰہ'' استعمال ہوا ہے۔ وہ معبود جس کی عبادت کی جارہی ہو اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ معبود جو فی الحقیقت اس کا مستحق ہو کہ اُس کی بندگی و عبادت کی جائے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ وہ لائقِ عبادت ہے، اس لیئے اس کی عبادت کرتا ہوں۔

یہ آیات حسینؑ اور لشکرِ حسینؑ کی مدح کرتی نظر آتی ہیں۔ یہ کربلا والے تھے جو صف بہ صف میدانِ جہاد میں نماز ادا کررہے تھے اور بُروں کو جھڑک رہے تھے، نصیحت کررہے تھے اور لا اِلٰہ کی بنیاد رکھ رہے تھے۔

آج مجلس شروع ہونے سے پہلے ایک سوال یہ کیا گیا کہ صاحب یہ کلمہ جو پڑھتے ہیں، علی ولی اللہ ملتِ جعفریہ کا یہ کلمہ کہاں سے آیا، اِسی موضوع سے میں تقریر کا آغاز کررہا ہوں اور جواب دے رہا ہوں کلمہ کہاں سے آیا کلمے کے دو جز ہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تیسرا کلمہ کہاں سے آ گیا تو سرکار یہ ناصرالملت یہ کہا کرتے تھے، میں نے تو اُنہیں نہیں دیکھا، لیکن جو اُن کی تحریریں ہیں، اُن سے پتہ چلتا ہے، مناظرے کے اصولوں میں وہ یہ بتا دیتے تھے کہ جب کوئی اُن سے سوال کیا جائے تو تم سوال کا جواب نہ دو، بلکہ پلٹ کر

اُس سے ایک اور سوال کر لو، یہ مناظرے کا پہلا اصول ہے۔ یعنی مناظرے کے جال میں اپنے آپ کو پھنسا لینا جس طرح پرندہ درمیان سے اُوپر کی طرف اُڑ جاتا ہے تو تم بھی اُڑ کر اوپر نکل جاؤ، اِدھر اُدھر چکر نہ لگاؤ، تو جب یہ کہا کہ صاحب یہ علیؑ وَلیُّ اللہ کہاں سے آیا، تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ محمدٌ رَّسُولُ اللہِ کہاں سے آیا اور لا الٰہ الا اللہ کہاں سے آیا، تو ظاہر ہے کہ اب آپ جواب دیں گے، ابھی یہ وضاحت کر دوں کہ میرے بہت قریبی اہلِ سنت والجماعت بہت سے دوست یہاں آئے ہیں، مسلسل تقریریں سننے کے لئے، تو آپ یہ بالکل نہ سمجھئے گا کہ میں یہاں کوئی مناظرہ پڑھ رہا ہوں، اس لئے کہ اُن کا بھی مجھے خیال ہے اور آج کی مجلس میں اتفاق سے ہمارے ملک کے ممتاز شاعر حسن اکبر کمال صاحب موجود ہیں اور ایک ہمارے جوان شاعر حسنین جعفری صاحب بھی یہاں موجود ہیں اور یوں تو آپ کی سادات کالونی دانشوروں اور شاعروں کا توگڑھ ہے، یہاں تو قدم قدم پہ ممتاز شاعر اور دانشور آباد ہیں اور سب ہی صاحبانِ علم بیٹھ کے مجلس سنتے ہیں۔ مجھے اس بات پر فخر ہے تو لا الٰہ کہاں سے آیا، جواب یہی ملے گا کہ رسولؐ نے یہ کلمہ پڑھنا سکھایا یعنی پہلی بار جس کی زبان پر یہ کلمہ آیا وہ رسولؐ ہیں اور اُس نے یہ بتایا کہ اس طرح تمہیں یہ کلمہ پڑھنا ہے تو یہ محمدٌ رَّسُولُ اللہِ جو ہے یہ کس نے بتایا، رسولؐ نے خود یہ کہا کہ کلمہ اس طرح پڑھو تو تاریخ یہی بتاتی ہے کہ سب سے پہلے کلمہ پڑھنا جس نے مسلمانوں کو سکھایا دعوتِ ذوالعشیرہ میں وہ طے ہو گیا، ایک کلمہ رسولؐ نے پڑھنا سکھایا مسلمانوں کو اور ایک کلمہ علیؑ نے پڑھنا سکھایا مسلمانوں کو، یہ علیؑ کا بہت بڑا احسان ہے کہ کلمہ پڑھنے کا طریقہ بتایا سکھایا، یاد

کرایا اور سب سے پہلے توجہ دلائی کہ کلمہ اس طرح پڑھنا ہے رسولؐ کا تو اب یہ سنتِ الٰہی ہے کہ اُس کے رسولؐ پر اگر کوئی احسان کرے تو وہ اس احسان کو رد نہیں کرتا، اُس احسان کو اتار دیتا ہے یعنی اُس نے پوری زندگی میں کوشش یہ کی کہ ہر ایک کا احسان اُتر جائے یعنی رسولؐ کے کسی کے احسان کا لینا اور اب یہ سنتِ الٰہی ہے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ ایک کا احسان ایسا ہے جس کا احسان نہیں اُتر سکا۔ احسان سب کے اُتر گئے، رسولؐ پر جس نے بھی احسان کیا اللہ کو یہ منظور نہیں کہ میرے محبوب پر کیا ہوا احسان باقی رہ جائے، مثال دے دوں کہ پانچ سال کی عمر میں کاندھے پر بٹھا کر ابو طالبؑ بلند پہاڑی پر لائے اور پانی برسنے کی دعا کی۔ پہلی بار عبدالمطلبؑ کا پوتا عبداللہ کا چاند گھر سے باہر نکلا، چچا نے مکے والوں کے سامنے تعارف کروایا، یہ کہہ کر کہ یہ وہ روشن دیا ہے جسے دیکھ کر بادل آتے ہیں۔ (نعرۂ صلوٰۃ)

تعارف کروانے والا ابو طالبؑ ہے، خدا نے دیکھا اور اُس نے کہا، اچھا ابو طالبؑ تم نے کاندھے پر سوار کر کے تعارف کروایا ہے، تم نے بڑا احسان کیا ہمارے محبوب پر ہمارے حبیب پر، جیسے کیسے اِس احسان کو میں اتروا دوں، موقعے کی تلاش میں تھا خدا، اُس نے کہا فتحِ مکہ کا دور آ گیا، ابو طالبؑ کے بیٹے کو کاندھے پر چڑھا کر تعارف کرا کے احسان اتروا دیا، اللہ ہر احسان کو اتروا دیتا ہے اپنے حبیب پر سے، توجہ دیکھ رہا تھا کہ علیؑ نے محتاج کی روح میں کلمہ پڑھنا سکھایا ہے مسلمانوں کو، ہمارے حبیب پر احسان کیا ہے، تو اب تلاش میں تھا اللہ کے کوئی ایسا موقع آئے، جب غدیر کا بھرا میدان دیکھا تو کہا اس نے کلمہ پڑھوایا ہے، تمہارا اب تم اس کا کلمہ پڑھو۔ کہو مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا

عَلِیٌّ مَوْلَاہُ، عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ (نعرۂ صلوٰۃ)

علیؑ نے کلمہ پڑھوا دیا اب اس میں صرف دیکھنا یہ ہے کون کس کو بڑھاوا دیتا ہے، کون کس کو بڑھا دیتا ہے، آج یعنی تمام مسلمان جو کلمہ پڑھتے ہیں وہ علیؑ کا بتایا کلمہ پڑھتے ہیں، سارے مسلمان علیؑ کا بتایا کلمہ پڑھتے ہیں اور رسولؐ نے جو کلمہ بتایا، وہ آپ نہیں پڑھتے تو رسولؐ سے علیؑ کو بڑھا دیا اور ہم کو دیکھئے کہ دونوں کو ایسے مقام پر رکھا، علیؑ کا بتایا کلمہ بھی پڑھا رسول کا بتایا کلمہ بھی پڑھا۔ (نعرۂ صلوٰۃ)

علیؑ کو کس نے بڑھایا علیؑ کا کلمہ سب کو یاد رہا تو علیؑ کو آگے بڑھا دیا، محمدؐ کا بتایا کلمہ آپ کو یاد نہیں رہا، وہ ہمیں یاد رہا، ہم پڑھ رہے ہیں، اب رہ گیا یہ کہ قرآن سے ثابت کر دو، تو قرآن میں بھی تین ہی کلمے ہیں، اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ اطاعت کرو اللہ کی، اطاعت کر و رسول کی اور اولوالامر کی تو جب اللہ کی اطاعت ہوگی تو کہا جائے گا لا الٰہ الا اللہ، کیسے اظہار ہوگا اطاعت کا اور جب رسولؐ کی اطاعت ہوگی کہا جائے گا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور جب اولوالامر کی اطاعت ہوگی تو آپ کہتے رہئے کہ ہمارا اولوالامر ہارون الرشید ہے، پڑھئے اُس کا کلمہ ہمارا اولوالامر مامون الرشید ہے پڑھئے اُس کا کلمہ، ہمارا اولوالامر منصور دوانقی ہے، مستنصر بلاّ ہے، معتصم بلاّ ہے۔ پڑھتے رہیے سلسلہ جو ہے اُن کے دربار تک جائے گا، اُن کے خاندان تک آئے گا، ہندوستان میں آئے گا، تغلق خاندان میں آئے گا اور غلام خاندان میں آئے گا، ظہیر الدین بابر کا کلمہ پڑھئے، نصیر الدین ہمایوں کا کلمہ پڑھئے، جلال الدین محمد اکبر کا کلمہ پڑھئے، نور الدین سلیم کا کلمہ پڑھئے، شہاب الدین شاہ جہاں کا کلمہ پڑھئے، اورنگ زیب کا کلمہ پڑھئے، بہادر شاہ ظفر کا کلمہ پڑھئے، اب کس کا پڑھئے اور

آگے یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ جس نے اپنے عہد کے اولی الامر کو نہ پہچانا اپنی موت مر گئے تو اب جو مر گئے وہ تو مر گئے، اب تو کوئی اولوالامر بنا لیجئے۔ سارے اسلامی ملک مل کر دنیا کی کمیٹیاں کوئی امیر المومنین بنالیں، کسی کو بنالیں کس کو بنادیں، تو یہاں تو ایک سلسلہ ہے، ایک بار کہا کہ غدیر میں اُس کو پہچان لیا، کہا تیسرا کلمہ علیؑ کا پڑھنا ہے، امام حسنؑ کا پڑھنا، پھر امام حسینؑ کا، پھر امام زین العابدینؑ، امام محمد باقرؑ، پھر امام جعفر صادقؑ، پھر اُس کے بعد امام موسیٰ کاظمؑ، پھر امام رضاؑ، پھر محمد تقیؑ، پھر امام علی نقیؑ، پھر امام حسن عسکریؑ اور پھر ہمارا زندہ اولوالامر ہے، اولوالامر زندہ ہے۔ اطاعت بھی جاری ہے، کلمہ بھی زندہ ہے۔ تیسرا کلمہ تو رہے گا اب آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ تیسرے کلمے کی ضرورت کیا تھی، بات یہ ہے کہ توجہ اس پر کرلیں ذرا سی کہ آپ تعریفی پہلو میں چلے جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم واقعی غلو کر رہے ہیں علیؑ کی محبت میں، ہمارا ایک امریکن دوست ہے، امریکہ سے آیا ہوا ہے، وہ عزاداری کر رہا ہے، اکثر اُس سے گفتگو رہتی ہے، آج کل مجلسوں میں آتا ہے، یہاں بھی آئے گا، آپ کی ملاقات ہوگی، تو وہ ایک دن یہ کہنے لگا، ایک مجلس میں ہم نے یہ سنا ایک ذاکر نے یہ پڑھا کہ علیؑ جب پیدا ہوئے خانۂ کعبہ میں تو رسولؐ گئے اور رسولؐ نے تین دن کے بچے کو اپنے ہاتھوں پر لیا اور اُس کے بعد کہا کہ یا علیؑ کچھ سناؤ، تو تین دن کے بچے نے رسولؐ سے کہا کہ کہاں سے سناؤں، توریت سے سناؤں، انجیل سے سناؤں، زبور سے سناؤں، یا قرآن سے سناؤں تو رسولؐ نے کہا قرآن سے سناؤ تو تین دن کے بچے نے سورۂ مومنون کی چند آیتیں پڑھ کے سنادیں، اب یہ امریکن دوست ہم سے کہتا ہے کہ بھئی ابھی تو دس سال کے بعد قرآن آئے گا، علیؑ کی

ولادت کے دس سال بعد قرآن نازل ہونا شروع ہوگا، قرآن کے نزول سے پہلے بچّے نے قرآن کیسے سنا دیا۔ دوسرا سوال یہ کہ تین دن کا بچہ بولتا کیسے ہے تو میں نے یہ کہا کہ اعتراض پہلے سے تاریخ میں موجود ہے ہوسکتا ہے تمہاری نظر سے گزرا ہو لیکن دراصل بات یہ ہے کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ صرف علیؑ کا معجزہ ہے، یہ علیؑ کا معجزہ تھوڑی ہے کہ بچّہ ہاتھ پر بول رہا ہے یہ رسولؐ کا معجزہ ہے، کہنے لگا کیسے ہم نے کہا وہ رسولؐ جس کے ہاتھ پر ملکے کے ذرّے آ کے بولنے لگیں تو اُس کے ہاتھ پر آ کر بچّہ نہیں بول سکتا، آپ غلط کیوں سمجھ رہے ہیں۔(نعرۂ صلوٰۃ)

اب اُس نے کہا صاحب قرآن علیؑ نے کیسے سنا دیا، ابھی تو قرآن رسولؐ پہ آیا ہی نہیں۔ ہم نے کہا دیکھو تمہاری انجیل سے ہم نے لے لیا ہے اور ہمارے قرآن میں سورۂ مریمؑ میں یہ قصہ ہے اور تمہاری انجیل میں بھی ہے، تم نے پڑھا ہوگا کہ عیسیٰؑ جب پیدا ہوئے تو یہودیوں نے مریمؑ سے یہ کہا کہ بچّہ کہاں سے لائیں تو مریمؑ نے کہا اشارہ کر کے بچّے سے پوچھ لو تو ابھی کتنے دن کا بچّہ ہے، دو تین دن کا بچّہ ہے اور وہ بچّہ بولا کہ میں اللہ کی طرف سے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں کتاب لے کر آیا ہوں، میں نے کہا دیکھا تم نے، نبی جھولے میں کتاب لے کر آتا ہے تو ہمارا نبی قرآن لے کر آ گیا تھا لیکن ابھی اللہ کا حکم نہیں تھا کہ پڑھ کر سناؤ، اس لئے کہ ابھی تصدیق کرنے والا نہیں آیا تھا، جب تصدیق کرنے ولا آ گیا اُس نے قرآن پڑھ کر سنا دیا اور پتہ چل گیا کہ جب نبی ایسا ہے تو وصی کیسا ہوگا۔(نعرۂ صلوٰۃ)

اکثر ایسے سوالات اُٹھتے ہیں اور جوابات موجود ہیں، بات صرف اتنی ہے کہ ذرا سوچنا، غور کرنا قرآن بھی یہی دعوت دیتا ہے کہ عقل سے کام لو، سوچو، سمجھو

غور کرو، تاریخ میں تلاش کرو، اب تو زمانہ بہت آگے بڑھ چکا ہے اور تحقیق کا دَور ہے۔لوگ کہتے ہیں کہ اذان میں کلمے کو داخل کر دیا اذان میں کہاں سے آیا جس دن اعلان ہوا کہ علیؑ ولی ہے اُسی دن نبیؐ نے کہا اذان میں پڑھو۔غدیر میں ہی رسولؐ اللہ کے حکم سے اذان میں علیٍ ولی اللہ پڑھا جانے لگا، تاریخی ثبوت بھی آپ کو مل جائیں گے، تحقیق میں یہ ہوتا ہے کہ چند واقعات کو جوڑ کر نتائج نکالے جاتے ہیں، تحقیق اُسے کہتے ہیں کہ چند واقعات کو ملا کر اُس سے کوئی نتیجہ نکالا جاتا ہے، کہا بلالؓ اذان دو اور آج سے اذان بدل گئی، غدیر کے بعد رسولؐ دو مہینے بارہ دن حیات رہے، دو مہینے بارہ دن تک مدینے میں وہی اذان ہوئی جو غدیر میں ہوئی، آج بھی وہی اذان ہو رہی ہے، اب آپ کہیں گے ثبوت تو ثبوت یہ ہے کہ جس دن رسولؐ کی آنکھیں بند ہوئیں، اُس کے دوسرے دن سے مؤذن بدل گیا، کون سا مؤذن ہے یہ وہ مؤذن ہے کہ ایک دن بدل دیا گیا تھا، رسولؐ کی زندگی میں تو حجرے سے برآمد نہیں ہوئے تھے، لوگوں نے کہا اذان ہوگئی تو کہا ہم نے تو نہیں سنی، ہم نے تو نہیں اذان سنی، کس نے اذان دی، کہا فلاں نے، کہا نہیں جب تک بلالؓ اذان نہیں دے گا حجرے سے نہیں نکلوں گا، تو جو بلالؓ کی عظمت کو اتنا ظاہر کر رہا ہو، اور اُس کی آنکھ بند ہوئی، مؤذن غائب ہوگیا۔ تاریخ میں ملتا نہیں کہ گیا کہاں بعد میں تلاش کیا گیا، پتہ چلا شام اور لبنان کی طرف چلے گئے تھے، تو مؤذن بدل دیا گیا، ظاہر ہے کیوں بدلا گیا مؤذن، مؤذن سے کہا گیا کہ یہ نکال دو ٹکڑا، اُس نے کہا، ہم نہیں نکالیں گے یہ ٹکڑا، وہ رنجیدہ ہو کے مدینۂ رسولؐ سے چلا گیا، دور شام اور لبنان تاکہ وہ یادیں نہ آئیں یادوں کو بھلانے کے لئے وہ لبنان کی طرف چلا

گیا، کچھ دنوں کے بعد جب یاد ستائی کہ نواسۂ رسولؐ کو نہیں دیکھا، رسولؐ کی بیٹی کو سلام نہیں کیا اور رسولؐ کے داماد کو نہیں دیکھا، اب گھبرا کر پھر انہیں دو مہینے اور پچھتر روز کے اندر واپس آئے، حکومتِ وقت نے کہا مت آیئے گا یہاں پر، بلال واپس آئے جیسے ہی مدینے میں قدم رکھا تو پہلا پیغام یہ ملا رسولؐ کی بیٹی کا کہ اذان سنادو، وہ اذان سنادو جس میں علیؑ ولی اللہ کہا جاتا تھا۔ یعنی اب رسولؐ کی بیٹی یہ چاہتی ہیں کہ ایک بار پھر وہی اذان سنوں جو بلالؓ دیا کرتے تھے، تو بلالؓ نے اذان دینا شروع کی، اب یہ آپ کہتے ہیں کہ اذان ابھی دی تھی اور وہاں تک پہنچی تھی کہ آکر اطلاع دی گئی کہ اذان روک دو، اس کا کیا ثبوت ہے کہ گھر سے یہ پیغام آیا تھا کہ اذان روک دو، میں بھی یہ سمجھتا ہوں کہ بازار کے لوگوں نے روک دیا، یہ بہانہ کر کے کہ رسولؐ کی بیٹی جو ہے وہ سن رہی ہے، شاید علیاً ولی اللہ آنے والا تھا اور ثبوت دوں ثبوت یہ ہے کہ اُس اذان کے بعد بلالؓ مدینے میں نظر نہیں آئے اور جا کر وہیں شام اور لبنان کی سرحد پر مر گئے، تو بلالؓ جو ہیں وہ گواہی دے رہے ہیں بلالؓ کی قبر پکار کے کہہ رہی ہے کہ ہاں کلمے میں اور اذان میں علیؑ ولی اللہ تھا، تھا، تھا۔ امام حسینؑ کی کربلا کی جنگ میں ایک مرکزی نقطہ تو یہی تھا، ذکر آ گیا شہزادی فاطمہ زہراؑ کا اور اب میں اپنے موضوع پر آ گیا۔ رسولؐ اللہ کے بڑے نواسے امام حسنؑ جو سورۂ کوثر نازل ہونے کے تین سال کے اندر پیدا ہوئے مکے میں سورۂ کوثر نازل ہوا جس سال شہزادے کی ولادت ہوئی، پندرہ رمضان کو سورۂ کوثر کی پہلی تفسیر بن کر امام حسنؑ آئے، شہزادے کی ولادت ہوئی، اسما انصاریہ بچے کو گود میں لے کر حجرے سے باہر آئیں، رسولؐ نے کہا بچے کو میرے پاس لاؤ، اسماء نے کہا نہلا دوں تو لاؤں، کہا

میرا بچہ طیب و طاہر ہے، میری گود میں دے دے، اسما انصاریہ نے بچے کو حضورؐ کی گود میں دے دیا، یہی انداز چھوٹے شہزادے کا بھی ہے، اب یہ عجیب بات ہے کہ یہ حدیث موجود ہے کہ اسماء انصاریہ جب حضرت ابوبکر کی زوجیت میں آئیں تو ایک دن دونوں میاں بیوی میں بحث ہوگئی۔ بحث یہ تھی کہ حضرت ابوبکر یہ فرمارہے تھے کہ میرا مرتبہ اسلام میں زیادہ بلند ہے، اسماء انصاریہ کہہ رہیں تھیں کہ میرا مرتبہ بلند ہے، فیصلہ نہیں ہوا، اسماء نے کہا چلو رسولؐ سے فیصلہ کروائیں۔ فیصلہ کروانے کے لئے آئے رسولؐ کے پاس، مسئلہ پیش ہوا تو رسولؐ نے کہا کہ ابوبکر اسماء کی فضلیت کا تُو تصور بھی نہیں کرسکتا اور کہا یہ میرے بچوں کی دایہ ہے، اس کی فضلیت کا اندازہ تو نہیں لگا سکتا کہ ابھی آغاز ہے اور جو گود میں لے رہی ہے اُس کو افضلیت عطا ہو رہی ہے کہ یہ شہزادے کس شان کے ہوں گے۔ بس یہ تصور کیجئے، کس عظمت کے مالک ہیں یہ شہزادے، تو اب اگر رسولؐ منبر پر بیٹھا ہے، خطبہ دے رہا ہے اور دیکھا کہ ننھی سی عبا میں دامن اُلجھ گیا ہے تو خطبے کو روکا، منبر سے اترے شہزادے کو گود میں لیا، اور آ کر پھر منبر پر بیٹھ گئے، خطبہ جاری ہو گیا۔ اب بار بار فضائل بیان کریں گے، یعنی رسولؐ مواقع تلاش کرتے ہیں، کہ کون سا موقع ملے اور ان بچوں کی فضیلت بیان کروں، ہر موقع سے میں فضیلتیں بیان کروں، موقع کی تلاش میں قدرت بھی رہتی ہے، اور رسول بھی رہتا ہے، جیسا موقع مل جائے، جب بھی موقع مل جائے۔ یعنی آپ یہ دیکھیں کہ قدرت نے یہ عطا کیا ہے کہ حسنؑ سر کے بالوں سے لے کر ناف تک رسولؐ کے مشابہ ہیں، یہ تو قدرت کی عطا تھی، اب اس کو بار بار دوہرانے کی کیا ضرورت تھی لیکن نہیں رسولؐ بار بار اس کو حدیث بنا رہے ہیں فضلیت کو، کہا دیکھو

حسنؑ جو ہیں وہ سر کے بالوں سے لے کر ناف تک مجھ سے مشابہہ ہیں اور ناف سے لے کر پیر کے انگوٹھے تک حسینؑ مشابے ہیں، بتانا یہ چاہ رہے تھے کہ دیکھو جسم کے اوپری حصے میں ہاتھ ہیں اور جسم کے نچلے حصے میں پیر ہیں، حسینؑ کے پیر میرے جیسے ہیں، حسنؑ کے ہاتھ میرے جیسے ہیں، اب اگر ان ہاتھوں سے لکھا جائے، تو سمجھ لینا میں نے لکھا ہے اور اگر یہ پیر کربلا کی طرف جائیں تو سمجھنا میں گیا ہوں۔ (نعرۂ صلوٰۃ)

نہ ان کے جہاد پر شک کرنا، نہ ان کے صلح کرنے پر شک کرنا اس لئے یہ فضیلتیں بیان ہو رہی ہیں، یہ جنّت کے جوانوں کے سردار ہیں، تب ہی انداز جو ہے وہ بدلتا ہے، اور قدرت یہ چاہتی ہے کہ فضیلت کے کچھ اچھے موقعے نکل آئیں اور عام طور پر مشہور بات ہے، اگر کوئی حادثہ ہو جائے، کوئی واقعہ ہو جائے اور اُس وقت بات بیان کی جائے وہ ہمیشہ ذہن نشین ہو جاتی ہے۔ اطلاع ملی کہ بچّے کھو گئے ہیں، ماں پریشان، ماں نے پُچھوایا سلمانؑ سے کہ بچے مسجد گئے تھے، کیا نانا کے پاس ہیں۔ وہاں سے اطلاع آئی کہ نہیں حجرے میں بچّے نہیں ہیں، بچّے چل چکے آپ کے پاس آنے کے لئے، اب زہراؑ پریشان، رسولؐ کو اطلاع ہوئی کہ زہراؑ پریشان ہیں اور بچّے کہاں ہیں اور نہ بچّے یہاں ہیں، اس واقعہ کو میر نفیسؔ، میر انیسؔ کے بڑے بیٹے نے نظم کیا، ایک بیت سنانا چاہ رہا ہوں، بے قرار ہو کر رسولؐ دوش پر عبا ڈال کر اور عصا لے کر گھر سے باہر نکلے، میر نفیسؔ کہتے ہیں کہ:

غل تھا رسولؐ جاتے ہیں پیاروں کو ڈھونڈنے
نکلا ہے آفتاب ستاروں کو ڈھونڈنے

اور اس شان سے رسولؐ گھر سے نکلے کہ اب تمام اصحاب ساتھ ساتھ، پورے مدینے میں شور ہو گیا، بچے کھو گئے۔ بس پوچھنا آپ سے یہ ہے، کیا یہ بچے راستہ بھٹک سکتے ہیں، گھر کا راستہ بھول سکتے ہیں، نہیں! قدرت چاہتی ہے کہ اب یہ گھر سے نکلیں تو حدیقۂ بنی نجار میں پہنچ جائیں جو مدینے سے قریب ایک باغ ہے اور وہاں پڑ کر سو جائیں، اُدھر جا کے جبریلؑ امین بچوں کی حفاظت کر رہے ہیں، کسی کو معلوم نہیں کہ بچے کہاں ہیں اور علیؑ اور رسولؐ کو پتہ ہے کہ بچے کہاں ہیں، مگر اب چاہتے ہیں کہ زمانے والوں کو دیکھائیں کہ ہم بچوں کو ڈھونڈنے جا رہے ہیں اور پورے اصحاب کی فوج ساتھ ساتھ، مدینے کے لوگ ساتھ ساتھ اور حدیقۂ بنی نجار میں بچوں کو ڈھونڈتے ہوئے پہنچ گئے، دیکھا بچے آرام کر رہے ہیں، سو رہے ہیں، آگے بڑھ کر رسولؐ نے چاہا کہ گود میں اُٹھا لیں، تو ایک صحابی نے کہا کہ بچوں کو میں اُٹھاتا ہوں، دوسرے صحابی نے کہا ایک کو میں اُٹھاتا ہوں، رسولؐ نے کہا نہیں، ہٹ جاؤ دونوں بچوں کو میں لے کر جاتا ہوں، دونوں بچوں کو اُٹھایا اور لے کر چلے اور اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ بچے مل گئے ماں بے قرار ہے، گھر پر پہنچا دیں، نہیں گھر پر نہیں گئے، بچوں کو لے کر مسجد میں آئے، اب دیکھئے قدرت کیا چاہتی ہے، مسجد میں آئے، مجمع موجود ہے، بچوں کو لے کر گود میں مسجد کے صحن میں بیٹھ گئے اور اصحاب کے مجمعے نے گھیرا ہوا ہے اور بے اختیار اصحاب کے مجمعے کو مخاطب کر کے کہا کہ آج کیا میں تمہیں بتاؤں کہ ماں اور باپ کی طرف سے دنیا میں افضل ترین کون ہے، اصحاب نے کہا بتایئے، کہا سنو میرے حسنؑ اور حسینؑ دنیا میں افضل ترین ہیں، ماں اور باپ کی طرف سے، اس لئے کہ باپ علیؑ ہیں اور ماں فاطمہؑ ہیں، کہا سنو

کیا میں تمہیں بتاؤں کہ نانا اور نانی کے اعتبار سے دنیا میں سب سے افضل کون ہے، اصحاب نے پوچھا بتایئے، کہا حسنؑ و حسینؑ، کہا سنو ان کا نانا میں ہوں اور ان کی نانی خدیجہؑ ہے اور کہا سنو کیا میں بتاؤں کہ دادا اور دادی کے اعتبار سے دنیا میں افضل ترین کون ہے، سنو ان کا دادا ابوطالبؑ ہے اور دادی فاطمہ بنتِ اسد ہیں اور کہا سنو کہ پھوپھی اور چچا کے اعتبار سے افضل ترین کون ہے، اصحاب پوچھتے جاتے ہیں، رسولؐ بتاتے جاتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھو پھوپھی ان کی اُمِ ہانی ہیں اور چچا جعفر طیارؑ ہیں، یہ افضل ترین ہیں، چچا اور پھوپھی کی طرف سے۔ یہ فضائل سنانے کا نیا طریقہ تھا تا کہ یاد رہ جائے۔ (نعرۂ صلوٰۃ)

اب یہ انداز تھا رسولؐ کا کہ عید کے دن، کاندھے پر بٹھا کے نکلیں گے، سواریاں موجود ہیں تو ایک ناقہ آ سکتا تھا تو ناقے پر بٹھا کے پھرتے، یہاں بھی صحابیوں نے کہا، ہمارے کاندھوں پر بٹھا دیجئے، کہا نہیں بچوں کو لے کر مدینے کے بازاروں میں ہم جائیں گے اور اس شان سے جائیں گے کہ بچے یہ کہیں گے کہ سارے بچے اپنی سواریوں پر ہیں، لیکن ناقوں کی مہاریں اُن کے ہاتھ میں ہیں، ہمارا ناقہ نانا کیسا ہے کیونکہ اُس میں مہار نہیں ہے تو کہا نانا نے نہیں مہار ہے تمہارے ناقے میں، ایک زُلف ایک نواسے کے ہاتھ میں دے دی، دوسری زُلف دوسرے نواسے کے ہاتھ میں دے دی، اب جبکہ میں اس پر تبرکاً کہا کرتا ہوں کہ میں پرانے خطیبوں کے جملے آپ کو سناتا ہوں کہ بچے اور جوان خطابت کے مزاج کو سمجھیں۔ مولانا سبطِ حسن اعلیٰ اللہ مقامہٗ مجلس پڑھ رہے تھے اور موقع یہی تھا کہ بچے کاندھوں پر آ گئے اور زلفیں بچوں کے ہاتھوں میں دے دی گئیں، اب بچوں کو خوش کرنے کے لئے ایک جملہ سناتا ہے، اُس سے

پہلے ایک واقعہ پڑھ دوں تاکہ مولانا سبطِ حسن صاحب کا جملہ سمجھ میں آ جائے۔
بچّوں اور جوانوں کو ایک واقعہ سنانا ہے، بچپن کا ہی بچّوں کا کہ ایک دن ماں نے کہا تختیاں لکھ کر لاؤ، بچّے گئے اور تختیاں لکھ کر لے آئے کہ ماں نے کہا تھا کہ میں انعام دوں گی، جو سب سے اچھی تختی لکھ کر لائے گا، بچّے تختی لکھ کر لے آئے، ماں نے دونوں کی تختیاں دیکھیں تو اب ماں فیصلہ نہیں کر سکی کہ تحریر کس کی اچھی ہے، فضیلت میں قدرت نے دونوں کو برابر رکھا تھا، رمضان کے اندر دونوں پیدا ہوئے، گیارہ مہینے کی چھوٹائی اور بڑائی ہے یعنی پندرہ رمضان کو یہ پیدا ہوئے اور اسی سال کی تین شعبان کو حسینؑ پیدا ہوئے اور سال کے اندر کسی ماں کے یہاں دو بچّے اس طرح نہیں ہوئے یعنی جنابِ یحییٰؑ اور امام حسینؑ چھ مہینے کے پیدا ہوئے اور دونوں زندہ رہے۔ چھ مہینے کا بچّہ زندہ نہیں رہتا، صرف یہ دو ہستیاں اور دونوں کی شہادت کا طریقۂ کار بھی ایک ہی ہے، ملتا جلتا ہے تو بچّے فضیلت میں برابر ہیں، ماں نے کہا، دیکھو میرے گلے میں جو گلوبند ہے اِس میں سات موتی ہیں، ماں نے کہا میں گلوبند کو توڑتی ہوں، جو سب سے زیادہ موتی اُٹھا لے گا میں سمجھوں گی اُس کی تحریر سب سے اچھی ہے۔ سات موتی تھے، موتی بکھرے، تین موتی حسنؑ نے اُٹھائے، تین موتی حسینؑ نے اُٹھائے، ایک موتی بچ گیا۔ اِدھر سے حسنؑ کا ہاتھ بڑھا، اُدھر سے حسینؑ کا ہاتھ بڑھ رہا تھا کہ جبریلِؑ امین کو حکم ہوا موتی کو توڑ کر دو ٹکڑے کر دو اور دونوں کے ہاتھ پہنچے تو موتی دو ٹکڑے ہو چکا تھا آدھا موتی حسنؑ نے اُٹھایا، آدھا موتی حسینؑ نے اُٹھایا۔ میں نہیں جانتا روایت ضعیف ہے یا صحیح ہے، بڑی خوبصورت روایت ہے، بس میں یہ جانتا ہوں اور ایک نتیجہ برآمد کرنا ہے، سبطِ حسن صاحب کا جملہ

سنانا ہے لوگ کہتے ہیں کہ موتی دو ٹکڑے ہو گیا، رسولؐ اللہ آپ نے نواسوں کو بٹھا تو لیا کاندھے پر لیکن دونوں میں اختلاف مزاج کتنا ہے اس لئے کہ ایک صلح پسند ہے اور ایک جنگ پسند ہے، یہ جلالی ہے اور وہ امن پسند ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ جب اختلاف ہے مزاجوں میں تو ایک داہنی جانب آپ کو لے جائے اور ایک بائیں جانب تو آپ کدھر کدھر مڑیں گے، آپ کا سر کوئی موتی بھی تو نہیں، مولانا سبطِ حسن صاحب کہتے ہیں کہ "آپ کا سر کوئی موتی بھی تو نہیں" تو آپ کیا کریں گے تو وہ یہی جواب دیں گے کہ اگر اختلاف ہوتا تو کاندھے پر نہ بٹھاتا۔ جان کر، پہچان کر، سمجھ کر کاندھوں پر جگہ دی ہے اس لئے کہ رسولؐ مدینے کے بازار سے گزر رہے ہیں، تو ایک دن مدینے کے مسلمانوں کے بچّوں نے رسولؐ کو گھیر لیا۔ رسولؐ وہیں رُک گئے بچّوں کے روکنے پر، بچّوں نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ، روزانہ حسنؑ اور حسینؑ کو کاندھے پر بٹھاتے ہیں لیکن ہم مسلمانوں کے بچّوں کو آپ اپنے کاندھے پر نہیں بٹھاتے، آج ہم باری باری آپ کے دوش پر بیٹھیں گے، کیا مشکل گھڑی آ گئی رسولؐ کے لئے وہ زمین پر بیٹھ گئے، جیب میں ہاتھ ڈالا اور کچھ کھجوریں نکالیں اور ہاتھ پر کھجوریں رکھیں کہا بچو یہ بتاؤ کھجوریں کھاؤ گے یا دوش پر بیٹھو گے، بچّوں نے کہا کہ کھجوریں کھائیں گے، سب میں کھجوریں بٹ گئیں، رسولؐ مسکراتے ہوئے چلے گئے۔ بتا دیا جو کھجوروں اور دوش میں فرق نہ محسوس کرے، وہ کیسے آ سکتا ہے دوش پہ۔ جو دوش کی عظمت سمجھے گا وہی آئے گا اس دوش پر تو اب دوش پر جو آئے ہیں یا نماز پڑھتے وقت اگر حسینؑ دوش پر آ گئے ہیں تو حسنؑ کے لئے بھی یہی واقعہ ہے کہ دوش پر آ گئے ہیں اُس میں کچھ راز، اُس میں مقصد پوشیدہ ہیں اور اتنی فضیلتیں بیان کی ہیں

مدینے والوں کے سامنے کہ اب اگر مدینے میں بعدِ رسولؐ یہ بچے کسی کو ٹوک دیں تو کسی کی مجال نہیں کہ بے ادبی کر سکے اِسی لئے یہ فضیلتیں بیان کی تھیں کہ بچّوں کی اہمیت سمجھ لو اور تمام مسلمانوں نے ان واقعات کو لکھا کہ ایک دن حسنؑ مسجد کے سامنے سے گزرے تو منبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا کسی کو فوراً اندر چلے گئے، کہا اترو میرے باپ کے منبر سے۔ حسنِؑ مجتبیٰ سات سال کی عمر، اترو میرے باپ کے منبر سے، تو اُتر کے چلے گود میں اُٹھایا، گود میں لے کر منبر پر گئے، رسولؐ کا واقعہ یاد تھا اس لئے لے کر اُوپر گئے اور کہا بے شک آپ کے باپ کا منبر ہے تو شہزادہ یہ بتانا چاہ رہا تھا کہ یہ ہمارے باپ کا منبر ہے پہچان لو اور کسی کو بیٹھنے کا حق نہیں ہے، شہزادہ یہ بتانا چاہ رہا تھا اور تم اعتراض کر دو دیکھ کے، ہاں میرے باپ کا منبر ہے اور جملہ اتنا معنی خیز کہ ابنا نا میں وہ ظاہر ہے کہ رسولؐ کے بیٹے بن چکے ہیں، اگر رسولؐ کا منبر ہے تو میرے باپ کا اور بابا علیؑ کا ہے تو میرے باپ کا اور یہ بتانا چاہ رہے تھے دیکھو جو بھی منبر رسولؐ نے بنایا ہے اور وہ اگر ملے گا تو علیؑ کو اور اگر علیؑ کو نہیں ملے گا تو کسی کو نہیں ملے گا، بظاہر تو منبر پر بیٹھ جاؤ، ایک منبر غدیر میں رسولؐ اللہ نے دیا اور ایک منبر مسجدِ نبویؐ میں تھا، حسنؑ نے پوری تاریخ بتا دی ایک جملے میں، غدیر کا منبر کس شان کا منبر ہے، رسولؐ اللہ نے آدھے راستے پر قافلے کو روک لیا اور مقدادؓ، سلمانؓ و ابوذرؓ سے کہا کانٹے صاف کرو یعنی کانٹے صاف کرنے کی ڈیوٹی جن کے لئے لگی، وہ علیؑ کی راہ کے کانٹے تینوں نے صاف کئے، نام آئے تو سلمانؓ و ابوذرؓ، مقدادؓ، عمارؓ کے نام آئے۔ کانٹے اُنھوں نے صاف کئے اور رسولؐ اللہ نے سترہ آدمیوں کی کمیٹی جلدی سے وہیں بنائی اور کہا سنو جلدی سے ایک منبر لاؤ۔ جلدی سے ایک منبر لاؤ مجھے منبر کی

ضرورت ہے۔ سترہ آدمیوں کی کمیٹی نے آپس میں مشورہ شروع کیا یعنی شوریٰ کمیٹی بنائی، اُنہوں نے مشورہ شروع کیا، کہا منبر کہاں سے لائیں، مکہ بھی دور، مدینہ بھی دور، آس پاس میں کوئی بستی نہیں، صحرا میں تو رسولؐ نے روک دیا ہے، یہاں منبر کہاں ملے گا، منبر کیسے ملے گا۔ سب نے کہا رسولؐ اللہ منبر نہیں مل سکتا، آس پاس آبادی نہیں ہے، یا رسولؐ اللہ آپ کو تو معلوم تھا کہ راستے میں روک کر اعلان کرنا ہے تو جب اعلان کرنا ہے تو منبر مدینے سے لے کر چلتے یا مکّے سے لے کر چلتے، معلوم تھا کہ منبر کی ضرورت پڑے گی تو منبر ساتھ لے کر کیوں نہیں آئے، نہیں منبر یہاں لاؤ، جلدی سے لاؤ، سب نے آ کر کہا، کہ صاحب منبر تو نہیں ہے تو کہا اچھا جب منبر نہیں آ سکتا تو اب کمیٹی کے ذمے یہ کام کرتے ہیں کہ منبر ابھی بناؤ، کمیٹی نے پھر مشورہ شروع کیا اور کہا صاحب منبر کیسے بنے گا۔ سب پھر واپس آئے کہا یا رسولؐ اللہ نہ کیلیں ہیں نہ ہتھوڑی ہے نہ لکڑی، منبر بنے تو کیسے، تو کہا جب ایک منبر تم نہیں بنا سکتے تو پھر صاحبِ منبر بھی نہ بنانا، بتانا یہی تھا رسولؐ کو کہ جب تم ایک منبر نہیں میرے مشورے کے بغیر بنا سکتے تو صاحبِ منبر میرے مشورے کے بغیر کیسے بناؤ گے تو کہا مشورہ میں دیتا ہوں منبر تم بناؤ کہا سنو یہ اونٹوں پر سے، ناقوں پر سے پالانِ شتر پہلے اُتار لو اور ایک کے اوپر ایک رکھتے چلے جاؤ اور اس طرح منبر تعمیر کر دو۔ رسولؐ نے ترکیب بتائی اور اصحاب سے منبر بنوایا اور جب اعلان کر چکے ولایت کا تو اُسی منبر کو انہی کے ہاتھوں سے تڑوا دیا، بتانا یہ تھا کہ تڑواؤں گا بھی تم ہی سے کہ ولایت کے منبر پہ تم نہ بیٹھ سکو۔ پہلا منبر اور آخری منبر یا تو علیؑ آئے یا میں آؤں اور رہ گیا مسجد کا منبر، وہاں آ کر بیٹھو گے تو نواسہ ٹوکے گا تاریخ میں لکھ جائے گا کہ تم صاحبِ منبر نہیں

تھے اور بڑے نواسے نے لکھوا دیا کہ منبر میرے باپ کا تھا اور یہ دوسری بات کہ کوئی پہلے زینے پر بیٹھا کوئی دوسرے پر، کوئی تیسرے پر، لیکن جب علیؑ آئے تو اُس جگہ بیٹھے جہاں رسولؐ بیٹھتے تھے، اُس جگہ پر بیٹھے اور بتا دیا کہ یہ زینے منسوب ہو گئے اور میں عرشے پر ہوں جہاں رسولؐ بیٹھا کرتے تھے۔ اُمت کے افراد کو حسنؑ مجتبیٰ ٹوکیں گے اور کبھی اس طرح کہیں گے کہ تو غلام زادہ ہے۔

اور جب بیٹا جائے گا روتا ہوا اور کہا بابا آج حسنؑ نے یہ کہہ دیا تو باپ یہ نہیں کہے گا کہ حسنؑ نے غلط کہا بلکہ باپ یہ کہے گا کہ بیٹا جاؤ حسنؑ سے کاغذ پہ لکھوالاؤ تا کہ میں قبر میں یہ پرچہ لے کر جاؤں اتنی عظمتیں سمجھ رہے تھے لیکن اُس کے بعد بھی دنیا حق سے انکار کر رہی ہے، انکار کرتی جا رہی تھی اور رسولؐ بتاتے جا رہے تھے، سمجھاتے جا رہے تھے کہ دیکھو، سمجھو، پہچانو اور علیؑ نے بھی اپنی پوری زندگی میں اِن رسولؐ کے نواسوں کی عظمت کو بتایا اور سمجھایا، کبھی جمل میں، کبھی صفین میں تعارف کرا کے بتایا اور علیؑ بھی اُسی طرح مواقعے ڈھونڈتے تھے جس طرح رسولؐ مواقعے ڈھونڈتے تھے کہ فضائل کب بیان کیے جائیں۔

شاہِ روم کا سفیر آ گیا اور اُس نے سوال کیے، اُس نے کہا حق اور باطل میں کتنا فاصلہ ہے، زمین و آسمان میں کتنی مسافت ہے، سوال شروع کیے، مولائے کائنات کے سامنے صحابی بیٹھے ہوئے ہیں اور اُس نے کہا قوسِ قزح کیا چیز ہے، سوالات شروع ہوئے اور کہتا ہے وہ دس چیزیں کون سی ہیں دنیا میں جو ایک دوسرے سے سخت ہیں اور میں روم سے آیا ہوں تو مولا نے کہا ہاں مجھے معلوم ہے تو نے صحیح بات نہیں بتائی تو سفیرِ روم ہے اور روم کے بادشاہ کا، شاہِ روم کا بھیجا ہوا آدمی ہے، پہلے تو دمشق گیا تھا وہاں تجھے سوالوں کے جواب نہیں ملے، اب تو

اِدھر آیا ہے کہا ہاں یہ بات تو صحیح بتائی آپ نے کہا اچھا یہ بتا میں ان سوالوں کے جواب دوں یا ان دونوں بچوں سے سوالوں کے جواب دلواؤں۔ سر جھکا کر کہتا ہے سوالوں کے جواب چاہے آپ دیں یا یہ بچے دیں، ایک بار مخاطب ہو کر کہا حسنِ مجتبیٰ اس کے سوالوں کے جواب دے دو۔ انہوں نے کہا آسمان و زمین کی مسافت اتنی ہے کہ ایک مظلوم کی آہ فوراً پہنچتی ہے، اور آنکھ کی روشنی فوراً پہنچتی ہے بس اتنی مسافت ہے، زمین و آسمان میں حق و باطل میں اتنا فرق ہے، جو آنکھ سے دیکھا وہ حق ہے، جو کان سے سنا وہ اکثر باطل ہوتا ہے، قوسِ قزح اگر پانی برستے میں قوسِ قزح نکلے جسے آپ ہندی میں دھنک کہتے ہیں، اگر پانی برستے میں نکلے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اب بارش رُک جائے گی اور اگر بارش نہ ہو رہی ہو، قحط کے زمانے میں نکلے، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اب بارش ہوگی اور جھما جھم بارش ہوگی، زوردار بارش ہوگی، قوسِ قزح اس چیز کی نشانی ہے اور یہ جو تو نے پوچھا کہ وہ دس چیزیں کون سی ہیں جو ایک دوسرے سے سخت ہیں، تو سُن دنیا کی سب سے سخت ترین شے جو ہے وہ پتھر ہے اور پتھر سے زیادہ سخت لوہا ہے اس لئے کہ وہ پتھر کو کاٹ کر ریزہ ریزہ کر دیتا ہے لوہے سے زیادہ سخت آگ ہے اس لئے کہ آگ لوہے کو گلا کر موم بنا دیتی ہے اور آگ سے زیادہ سخت پانی ہے اس لئے کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور پانی سے زیادہ سخت بادل ہیں اس لئے کہ بادل اپنے میں پانی کو سموئے رکھتے ہیں اور بادلوں سے زیادہ سخت ہوا ہے اس لئے کہ ہوا اپنے دوش پر بادلوں کو اُڑا لے جاتی ہے اور ہوا سے سخت وہ فرشتہ ہے جس کے قبضے میں ہوا ہے اور پھر اُس فرشتے سے زیادہ سخت ملک الموت ہے جو اُس فرشتے کی روح قبض کرے گا، ملک الموت

سے سخت موت ہے جو ملک الموت کو بھی نہ چھوڑے گی اور موت سے بھی سخت ہمارا پروردگار ہے جس کے قبضے میں موت ہے بات پتھر سے چلی تھی تو اللہ تک پہنچ گئی۔ (نعرۂ صلوٰۃ)

اور شاہِ روم نے لکھا ہے کہ میں نے یہ سنا ہے کہ شام میں بڑی سازشیں ہو رہی ہیں میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ کے نمائندے کیسے ہوتے ہیں اور شام کے نمائندے کیسے ہوتے ہیں، معاویہ نے یزید کو نمائندہ بنا کر روم بھیجا، علیؑ نے حسنؑ کو نمائندہ بنا کر بھیجا دونوں ساتھ پہنچے اور شاہِ روم کے سامنے ایک صندوق لایا گیا تاریخی بات ہے۔ آپ نے پہلے بھی یہ واقعات سنے ہوں گے، میں صرف نتائج برآمد کرنا چاہ رہا ہوں۔ ایک صندوق آیا اُس میں سے کچھ تصویریں نکالی گئیں اور اُن تصویروں کو شاہِ روم نے دکھانا شروع کیا یزید سے کہا بتا یہ تصویریں کس کی ہیں وہ نہ بتا سکا، اب شہزادۂ حسنؑ سے پوچھا گیا اور ایک ایک تصویر دکھاتا جاتا ہے اور شہزادہ کہتا جاتا ہے یہ تصویریں اصلی نہیں ہیں خیالی ہیں، دیکھو سنو یہ تصویر ہمارے جد ابراہیمؑ کی ہے، یہ تصویر جنابِ اسماعیلؑ کی ہے، یہ تصویر جنابِ اسحاقؑ کی ہے، یہ تصویر جنابِ یعقوبؑ کی ہے، یہ تصویر جنابِ یوسفؑ کی ہے، یہ تصویر جنابِ موسیٰؑ کی ہے، یہ تصویر جنابِ ہارونؑ کی ہے، یہ تصویر جنابِ عیسیٰؑ کی ہے، اب اُس کے بعد خوش ہوا شاہِ روم اور اُس کے بعد کہتا ہے کہ یہ بتایئے کہ وہ سات چیزیں کون سی ہیں دنیا میں جو بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئیں، سوچا نہیں شہزادے نے۔

اس طرح جواب دیتے ہیں تو شہزادے نے بے اختیار کہا، وہ سات چیزیں ہیں، پہلی چیز آدمؑ و حواؑ، یہ دونوں بنا ماں باپ کے پیدا ہوئے اور سنو کہ جب

قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا اور اُس کی سمجھ میں نہ آیا کہ لاش کو کیا کرے تو دو کوّے آئے اور ایک کوّے نے دوسرے کوّے کو قتل کیا زمین کھود کر اُس کوّے نے اُس کوّے کو دفن کر دیا، یہ دونوں کوّے بنا ماں باپ کے پیدا ہوئے تھے اور اسماعیلؑ کے لئے جو دنبہ آیا، وہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہوا تھا، اور جب حضرت صالحؑ پیغمبر کے اشارے پر پہاڑی پھٹی اور نبی کے لئے ناقہ نکلا، وہ ناقہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہوا تھا اور موسیٰؑ کا عصا جو اژدھا بنا تھا وہ اژدھا، بغیر ماں باپ کے پیدا ہوا تھا اور سنو ابلیس جو ہے وہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہوا تھا تو سات چیزیں ہیں دنیا میں جو بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئیں۔ (نعرۂ صلوٰۃ)

یہ بڑا شہزادہ ہے، کیا کہنا اور چھوٹے شہزادے کا کیا کہنا، کسی دن اگر جیسا کہ اور تقریروں میں موقع ملے گا تو میں حسینؑ ابن علیؑ کا ذکر بھی کروں گا اور یہ تذکرے بار بار آئیں گے یعنی یہ کہ ایک امام کا ذکر ہے تو پھر چوتھے امام کا ذکر ہوگا بلکہ حوالے کے لئے دیگر اماموں کے ذکر بھی آئیں گے، اُن کا بھی ذکر آئے گا۔ مصائب آج کے نذر ہیں جنابِ فِضّہ کے اور اس لئے آج میں نے دونوں شہزادوں کے ساتھ اس بی بی کا ذکر رکھا ہے کہ یہ وہ بی بی ہے، دنیا کی خوش قسمت ترین بی بی ہے کہ جس کی آغوش میں چار عصمتوں نے پرورش پائی۔ حسنؑ کو پالا ہے، حسینؑ کو پالا ہے، سید الساجدینؑ کو پالا ہے، محمد باقرؑ کو پالا ہے، عباسؑ ہوں، علی اکبرؑ ہوں، قاسمؑ ہوں عونؑ و محمدؑ سب کو لوریاں دی ہیں، فِضّہ نے، اور اصل نام میمونہ ہے، بعد میں نام فِضّہ ہوا، اور جس وقت پیش کی گئیں رسولؐ کی خدمت میں تو رسولؐ نے سب سے پہلے فاطمہؑ کی خدمت میں کنیز کو پیش کر دیا۔

مورّخین میں اختلاف ہے بعد میں مورّخین لکھتے ہیں، راجستھان یا جے پور

یا سندھ کی شہزادی تھیں، یہاں کے راجا کی بیٹی تھیں اور بعض کا اس پر اتفاق ہے کہ حبش کے بادشاہ کی بیٹی تھیں اور بعض کا خیال یہ ہے کہ ایران جو ملک ہے موجودہ اُس وقت جو اُس کی حالت تھی، وہاں کے بادشاہ کی بیٹی تھیں اور بعض نے لکھا کہ جب یہ آ گئیں اور بادشاہ کے مرنے کے بعد وہاں کی رعایا نے خط لکھا کہ اب آپ آئیں اور آ کے اپنے تخت کو سنبھالیں حالانکہ حسنؑ اور حسینؑ اور شہزادی نے اجازت دے دی تھی، پھر بھی نہیں گئیں، تو وہاں کی رعایا نے تخت پر فِضّہ کی نعلین رکھ دیں۔ شہزادی کا انتظار کر کے رکھیں، حبش کی شہزادی اس گھر کی کنیزی کرے اور جب آئی تو عجیب عالم گھر کا دیکھا، وقت میں نے اس لئے لیا کہ میں اس بی بی کا تذکرہ فضائل کے ساتھ کروں، ہمارے ملتِ جعفریہ کے مشہور دانشور راحت حسین صاحب ناصری نے جناب فضّہ کی سوانح حیات لکھی ہے:- اور میں کہا کرتا ہوں کہ ایسے بڑے بزرگوں کے نام آپ لوگ یاد رکھیں اور کم از کم آپ کی سادات کالونی (انچولی) میں جو دانشور اور اسکالرز رہتے ہیں، اُن کو تو کم از کم پہچانیں۔ اِن بڑے دانشوروں اور اسکالرز میں عاکف حسین صاحب نے عجیب وغریب ذہن پایا ہے اور ایسے ایسے مضامین اور کتابیں لکھ رہے ہیں وہ اور اسی آپ کی سوسائٹی میں رہتے ہیں، میرے خیال میں ہمارے جوان بھائی اُن کو نہیں جانتے ہیں تو آپ ان سب کو جانیں اور پہچانیں اور اُن کے قریب جائیں، اُن سے معلومات حاصل کریں، مولویوں کے پیچھے بھاگنا چھوڑ دیجئے، وہ آپ کی رہنمائی نہیں کر پائیں گے، دانشوروں کے ساتھ جایئے اور ہمیشہ یاد رکھئے، کسی بھی ملت کی رہنمائی ہمیشہ دانشور کیا کرتے ہیں محراب و منبر والے نہیں کیا کرتے۔ جب آپ کا شرعی مسئلہ آئے تو اُن سے پوچھ لیجئے

لیکن اور جو دیگر مسئلے ہیں اُن کو سمجھنے کے لئے دانشوروں کی فکر لینا پڑے گی آپ کو اور اب کچھ سننا پڑے گا آپ کو۔ راحت حسین ناصری وہ شخصیت ہیں سلمانِ فارسیؓ کی سوانح حیات لکھی، عمارِ یاسرؓ کی سوانحِ حیات لکھی ہے، مالک اشترؒ کی سوانحِ حیات لکھی اور جنابِ فِضّہ کی بھی سوانح حیات لکھی اور جیسا کہ پہلی تقریر میں بھی کہا تھا کہ ذاکرین جب منبر پر بیٹھتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ سب ہمارے سامنے جہلا بیٹھے ہیں تو ایسے ہی ایک واقعہ آپ کے کراچی میں ہو گیا کہ آدم ٹاؤن میں بہت بڑے علامہ نے مجلس پڑھی اور اُس نے یہ کہا کہ شام کے بازار میں چلتے ہوئے جنابِ فِضّہ وفات پا گئیں اور معجزے سے امامِ باقرؑ آئے اور اُنہوں نے دفن کیا اور یہ وہ۔ تو کوئی طویل طویل روایت پتہ نہیں، پنجاب کے کسی ذاکر سے اُن کی لڑائی تھی یا کیا ہوا تھا بہر حال پہنچ گئی اور وہ اُنہوں نے پڑھی مجلس، پڑھنے کے بعد اتفاق سے گھر میں جا کر چائے کے لئے بیٹھے تو جو گھر تھا راحت حسین ناصری کا، جنہوں نے جنابِ فِضّہ کی سوانح حیات لکھی ظاہر ہے جو اُن کی سوانح حیات لکھی ہوئی کتاب ہے اُس میں یہ واقعہ نہیں تھا، وہ بڑے حیران ہوئے، اُنہوں نے کہا کہ قبلہ علامہ صاحب یہ واقعہ جو آپ نے پڑھا، یہ میں بتانا چاہ رہا ہوں کہ پڑھنے والے ذاکرین یاد رکھیں، کہ مجمعے میں پڑھے لکھے لوگ بھی ہوتے ہیں، صرف یہ بتانا چاہ رہا ہوں اور کیونکہ جنابِ فِضّہ کا ربط ہے اس لئے بیان کر رہا ہوں، یہ بتایئے کہ یہ کس کتاب سے آپ نے واقعہ پڑھا۔ آپ کو یہ بڑی اچھی ترکیب بتاتے ہیں ہمارے علاماؤں کی جو یہ ہے کہ اگر آپ اُن سے پوچھیں گے بھئی یہ روایت یاد نہیں ہے کہہ دیں گے بحارالانوار میں، اس لئے کہ چھبیس جلدیں بحارالانوار کی اور وہ بھی دوسرے

ایڈیشن میں سو جلدیں بن چکی ہیں، وہ چھبیس جلدوں میں جا کے ڈھونڈے گا کون اور وہ مہین مہین عربی اور اتنی بڑی تختی، کون جا کے تلاش کرے گا، پوری جلدیں بھی نہیں یہاں پاکستان میں، تو کون ڈھونڈے گا، اُس میں کہ کہاں روایت ہے تو اطمینان ہوگیا کہ علامہ مجلسیؒ نے لکھی ہیں، بحارالانوار میں ٹھیک ہے، صحیح کہہ رہے ہیں علامہ صاحب۔

وہ بھی جلدی سے جھڑک کر انہوں نے کہہ دیا کہ صاحب بحار میں اُنہوں نے کہا، اچھا اگر بحار میں ہے تو یہ بتا دیجئے کہ کس جلد میں، کہا دوسری جلد میں، یہ کہہ کے پھر وہ مخاطب ہو گئے لوگوں سے، یہ گفتگو کر رہے تھے کہ گھر میں وقت نہیں، کتب خانے میں گئے وہاں سے بحار کی دوسری جلد لائے، لا کے سامنے میز پر رکھ دی، کہا قبلہ جب آپ نے بتایا ہے کہ بحار کی دوسری جلد میں ہے تو ذرا سا نکال بھی دیجئے، بحار سامنے رکھئے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اُن کا جملہ راحت صاحب کا بالکل صحیح تھا کہ شاید زندگی میں پہلی بار بحار کی دوسری جلد دیکھی ہو اب صاحب اُلٹتے پلٹتے رہے دیکھتے رہے تو راحت حسین صاحب کا جملہ سنئے کہ صاحب علامہ لکھتے ہیں، اپنے نام کے ساتھ یہ نہیں پتہ کہ جناب فِضہ کے حالات دوسری جلد میں نہیں بلکہ ساتویں جلد میں ملیں گے بحارالانوار کی دوسری جلد اخلاقیات پر ہے، اُس میں تاریخ کہاں سے آئی، تو آپ نے یہ عالم دیکھا، اِسی لئے میں کہتا ہوں کہ پڑھے لکھے لوگوں کو پڑھیے، اگر راحت حسین ناصری کی کتاب، وہ علامہ جناب فِضہ کی سوانح حیات پڑھ لیتے تو غلط روایت نقل کیوں کرتے، اب میں اُن کی کتاب کے حوالے سے پڑھ رہا ہوں کہ گھر میں جب یہ کنیز آئی تھی تو اس نے عالم یہ دیکھا کہ گھر میں فاقے ہوتے ہیں، ایک

چٹائی ہے، چرخہ ہے، چکی ہے اور پانی پینے کے لئے چند کٹورے ہیں، ایک فرش ہے اور ایک دن یہ عالم دیکھا کہ بھوک سے چھوٹا شہزادہ بلک رہا ہے، آج فِضّہ سے برداشت نہیں ہوا کیونکہ صاحب علم گھرانے کی تھیں اور مشہور ہے کہ کیمیا گر تھیں اور چاندی بنانا جانتی تھیں، اس لئے بازار سے تانبے کا ٹکڑا اور کچھ چیزیں ایسی خرید کر لائیں کہ جن کو ملا کر تانبے کے ٹکڑے کو چاندی میں تبدیل کر سکتی تھیں کیمیا سے اور اُس کے بعد اُنہوں نے تانبے کے ٹکڑے کو چاندی میں تبدیل کر دیا، اُس ٹکڑے کو لے کر آئیں اور کہا مولا اُس کو جا کر بازار میں بیچ دیجئے اور اس سے کچھ جو خرید کر لایئے تا کہ شہزادے بھوکے ہیں، روٹی پکے تو گھر میں کھانا کھایا جائے۔ اب مولا نے دیکھئے جواب کیا دیا، بے اختیار فِضّہ کے چہرے کو دیکھا، کہا فِضّہ اگر اس تانبے کے ٹکڑے کو تو گلا کر چاندی بناتی تو بڑی اچھی چاندی بنتی، تو نے اس کو گلایا نہیں، بے اختیار حیران ہو کر پوچھتی ہے مولا کیا آپ بھی چاندی بنانا جانتے ہیں، اتنی دیر میں حسنِ مجتبیٰؑ سامنے آئے مولا علیؑ نے کہا ہاں فِضّہ اگر گلا کر بناتی تو بہت اچھی چاندی بنتی، علیؑ نے کہا صرف میں نہیں یہ بچے بھی چاندی بنانا جانتے ہیں۔ یہ بھی کیمیا کے علم سے واقف ہیں اور اُس کے بعد علیؑ نے کہا، فِضّہ ذرا سامنے دیکھ۔ اب جو سامنے دیکھا تو چاندی کی ایک نہر بہہ رہی ہے اور کہا فِضّہ تو نے دیکھا کیا ہے کہا چاندی کی نہر ہے، کہا اب یہ اپنی چاندی کی تختی اس میں ڈال دے، فِضّہ نے وہ چاندی کی تختی ڈال دی، علیؑ نے کہا فِضّہ اب کبھی چاندی بنانے کی کوشش نہ کرنا، ہاں آج سے میں نے تیرا نام فضہ رکھ دیا، فضہ کے معنی ہیں چاندی فضہ کے معنی عربی میں ہیں چاندی اور اب یہ مرتبہ ملا ہے اس بی بی کو زہراؑ کے گھر کی اس کنیز کی یہ عظمت

ہے کہ سورۂ دہر میں نام آ گیا، قرآن میں اہلِ بیتؑ کی فضیلتیں قدرت بیان کرتی ہے، نام نہیں لیتی، سورۂ دہر پانچ آدمیوں کے لئے آیا، علیؑ فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ اور فِضّہ کے لئے آیا، قدرت نے چار شخصیتوں کا نام سورۂ دہر میں نہیں لیا، علیؑ کا نام سورۂ دہر میں نہیں، فاطمہؑ کا نام نہیں ہے حسنؑ اور حسینؑ کا نام نہیں، لیکن تین مقامات پر سورۂ دہر میں فِضّہ فِضّہ فِضّہ کا لفظ آیا ہے صرف اس لئے کہ یہ کنیز ہے، اس کا دل رکھنا ہے، اس نے تو آلِ محمدؐ کی سیرت پر عمل کیا ہے، یہ سب معصوم ہیں۔ فِضّہ کا عمل یہی ہے جو ہم چاہ رہے ہیں، اس نے کمال کیا ہے کہ تین دن اس نے بھی سائل کو روٹیاں دیں ہیں۔ فقیر آیا ہے، یتیم آیا ہے، روٹیاں گئیں ہیں پانچ روٹیاں روز گئیں ہیں، اور تین دن تک گئیں ہیں کیونکہ تین دن تک روٹیاں گئیں تھیں اس لئے فِضّہ کا نام تین بار آیات میں آ گیا تا کہ یادگار رہے کہ تین دن سب نے پانچ پانچ روٹیاں دیں اور جب یہ پانچ پانچ روٹیاں گویا تین دن کے بعد یہ پندرہ روٹیاں پہنچیں اللہ کے پاس تو جواب میں سورۂ دہر آیا اور اُس میں یہ ارشاد ہوا، کہا جنّت تمہیں دے دی اور ہم تمہارے مشکور ہیں، تمہارا شکریہ ادا کرتے ہیں، اس شکریے میں فِضّہ بھی شریک اور وہ جنّت کی جاگیر جو عطا ہوئی ہے، اُس جاگیر میں چار کے علاوہ پانچویں حصے دار بھی ہے۔ دیکھئے جملہ یادرکھئے گا کہ جنّت کی جاگیر جو ملی ہے اُس میں حصے دار اُس جاگیر میں فضہ بھی ہیں اور فضہ کو حصے دار کیوں بنایا ہے قدرت نے۔ تقریر کے ساتھ میرے جملے آپ ذہن نشین کیجئے گا اور جب یاد کریں گے آپ تو رونا آئے گا یہ جملہ یادرکھئے گا قدرت نے اس جاگیر میں حصے دار کیوں بنایا اور جب خدمت کر چکیں اور وہ دور بھی آیا رسولؐ کی زندگی کا آخری وقت آیا تو

رسولؐ نے جب سب سے گفتگو کر لی تو فضّہ کو آواز دی فضّہ میرے قریب آؤ، فضّہ قریب آئیں رسولؐ اللہ نے کہا تُو نے بڑی خدمت کی ہے، میرے بچوں کی اور میری بیٹی کی۔ بول کیا مانگتی ہے، کہا اگر تین باتیں رسولؐ سے مانگ لے تو رسولؐ پوری کرے گا، فضّہ نے بے اختیار کہا رسولؐ میں نے اکثر ان بچوں کی زبان سے لفظِ کربلا سنا ہے، اگر ایسا واقعہ ہوگا تو میں یہ چاہتی ہوں کہ یہ دعا کر دیجئے میرے حق میں کہ میں اُس وقت تک زندہ رہوں جب تک یہ واقعہ ہو، رسولؐ نے کہا فِضّہ تجھے عمر مل گئی۔ چوراسی یا پچاسی سال تک فضّہ زندہ رہیں تاریخ میں لکھا ہے، رسولؐ نے کہا میں نے تجھے عمر دے دی اللہ سے مانگ کر اور مانگ کیا مانگتی ہے، کہا دوسری بات یہ مانگتی ہوں کہ اُس وقت تک میں بوڑھی ہو جاؤں گی مگر میرے ہاتھ اور پیروں میں اتنی طاقت رہے کہ میں آپ کے بچوں کی خدمت اُس وقت تک کر سکوں۔ میں اپنے میں اتنی طاقت محسوس کروں، کہا ہم نے یہ ہمّت بھی عطا کر دی اور مانگ لے کیا مانگتی ہے، اب فضّہ کہتی ہے، ایک آخری چیز ہے اور وہ یہ ہے کہ زندگی میں اگر کوئی دعا مانگوں تو وہ اُسی وقت پوری ہو جائے، رسولؐ نے کہا یہ حق بھی تجھے دے دیا۔ پردے کے پاس کوئی بزرگ کھڑے تھے، جب فضّہ باہر آئی چادر میں لپٹی ہوئی تو، بزرگ نے کہا فضّہ تو اتنے دن رسولؐ کے گھر میں رہی اور رسولؐ سے مانگنے کا سلیقہ نہ آیا، کیا مانگا ہے تو نے، فضّہ کو غصہ نہیں آیا، بڑی نرمی سے کہا، اچھا اگر تم ہوتے تو کیا مانگتے رسولؐ سے، یہ بتایئے، تو اُس بزرگ نے کہا، میں تو ایک چیز مانگتا رسولؐ سے کہ قیامت تک کی مجھے زندگی دے دیجئے، کہا دوسری چیز کیا مانگتے، کہا دوسری چیز یہ مانگتا کہ ساری دنیا کی شاہی مجھے مل جائے اور کہا تیسری چیز کیا

مانگتے کہا جب مر جاؤں تو جنّت ملے، تیسری چیز یہ مانگتا، تو کہا یہ تم مانگتے، کہا سنو میں قیامت تک کی زندگی کیوں مانگتی، ان کی محبت میں جو مر جائے گا، ہمیشہ زندہ رہے گا اور میں دنیا کی دولت کیوں مانگتی اس لئے کہ ان کی محبت سے بڑھ کر کون سی دولت ہے اور تو یہ کہہ رہا ہے کہ میں مرنے کے بعد جنّت طلب کرتی رسولؐ سے۔ کہا یہ بتا دے کہ ان کے در کے علاوہ بھی کوئی دوسری جنّت ہے جو میں جنّت مانگتی اور یہ کہہ کر فضّہ آگے بڑھ گئیں۔ یہ فضّہ کا کردار ہے، یہ فضّہ کی عظمت ہے تو حق مانگا ہے تو حق ایسا ملا ہے کہ اب کربلا روانگی ہے اور سب جا رہے ہیں تو فِضّہ بھی ساتھ ساتھ ہے، پردے کا اہتمام زینبؑ واُمِ کلثومؑ کے لئے ہے تو فضّہ کے لئے بھی ساتھ ساتھ ہے، اب سواریاں کربلا میں اتریں گی، تو فضّہ کو بھی اُسی احترام کے ساتھ اتارا جائے گا اور اب یہ فضّہ ہے کہ وہ کبھی محمد باقرؑ کو دیکھے گی، کبھی سکینہؑ کی نگرانی کرے گی، کبھی جھولے میں علی اصغرؑ کو جا کر دیکھے گی، شبِ عاشور آئے گی تو ایک ایک خیمے میں جا کر ایک ایک بچّے کو حوصلہ دے گی اور جب عاشور کا دن آئے گا، تو فضّہ کی خدمات بڑھ جائیں گی، جب حبیبؑ آئیں گے تو سلام زینبؑ کا فضّہ پہنچائیں گی، اب حرؑ آئے گا تو اطلاع دیں گی کہ بی بی حرؑ آیا ہے، آپ کی مدد کے لئے اور قاسمؑ جنگ کریں گے تو درِ خیمہ پر سے بی بی کو بتائیں گی کہ قاسمؑ نے خوب جنگ کی، ارزق کے بیٹوں کو بھی قتل کیا، ارزق کو بھی قتل کیا، عونؑ و محمدؑ جنگ کریں گے تو فرات تک کے کنارے کی خبر لائے گی، جب عباسؑ علم لے کر جائیں گے تو فضّہ اطلاع دے گی بی بی کو۔ جب علی اکبرؑ جنگ کرنے جائیں گے تو فضّہ اطلاع دے گی، آخر وہ وقت بھی آیا کہ جب فضّہ در سے دیکھ رہی تھی اور بے اختیار مڑ کر کہا کہ

بی بی تیری گود کا پالا گھوڑے پر بیٹھ رہا ہے، بی بی پر کیا گزری ہوگی کہ جب فضّہ نے یہ اطلاع دی ہوگی کہ شہزادہ گھوڑے پر نظر نہیں آتا، یہ جنابِ فضّہ خدمات انجام دے رہی ہیں اور تقریر کے آخری جملے شامِ غریباں آ گئی اور زینبؑ و اُمِ کلثومؑ بچوں کو ڈھونڈنے نکلیں ہیں تو فضّہ بھی ساتھ ساتھ ہیں، کبھی مقتل سے جا کر سکینہؑ کو لائیں ہیں تو فضّہ ساتھ ہیں، کبھی اولادِ عقیلؑ سے جو لاشوں کو اُٹھا کر لائیں ہیں تو فضّہ ساتھ ہیں، کبھی آواز دی ہے محمد باقرؑ کو جلتے ہوئے دامن کو بجھایا ہے، زینبؑ نے تو فضّہ بھی ساتھ ہیں، اور وہ وقت بھی آ گیا مجھ سے بچوں نے یہ کہا تھا کہ وضاحت کیجئے، کہ زوجہ حرؑ کی روایت جو ہے وہ غلط کس طرح ہے، میں یہی کہوں گا کہ ارے اگر ہمارا کوئی مر جائے، تو ہم اُس وقت تک کھاتے نہیں جب تک کہ وہ دفن نہ ہو جائے، زینبؑ نے یہ کیسے گوارا کیا کہ بھائی ابھی دفن نہیں ہوا اور دشمن کے ہاتھوں کا پانی پی لیں، شہزادی زینبؑ سے یہ گوارا نہیں، ہاں حسینؑ اپنی عورتوں کو لائے تھے لیکن لشکرِ یزید تو لڑنے آیا تھا، وہ اپنی عورتوں کو لے کر کیوں آتے، آپ اس تشویش میں کیوں ہیں، پانی کہاں سے ملا، یہ سنیں اور یاد رکھیں اور یاد کر کے روئیں۔ ناصر الملّت اعلیٰ اللہ مقامہٗ سے سوال کیا گیا تھا کہ اگر زوجہ حرؑ کی روایت غلط ہے تو پھر اہلِ حرمؑ نے پانی کب پیا اور کھانا کب ملا، آپ یہ معلوم کیوں کرنا چاہتے ہیں کہ ان کی پیاس کب بجھی، خدا کی قسم آپ تاریخ میں تلاش کریں گے تو نہیں ملے گا، ہاں بس یہ ایک روایت ملتی ہے اگر بہت تشویش ہے آپ کو کہ زینبؑ نے پانی کب پیا، اُمِ کلثومؑ نے پانی کب پیا، سکینہؑ نے پانی کب پیا تو فضّہ کا ربط کس روایت سے ہے، دیکھئے جلتی ہوئی ریت پر تیمّم کرنے کے بعد ایک بار دو رکعت نماز فضّہ

نے ادا کی اور دعا کے لئے ہاتھ اُٹھایا اور بے اختیار کہا میرے مالک کیا تیرے حبیبؐ کی یہ آلؑ پیاسی مرجائے گی، کیا یہ سکینہؑ پیاسی مر جائے گی، اللہ تو کیا چاہتا ہے، میں تجھ سے پانی طلب کرتی ہوں جب یہ واپس آئی ہاتھ میں ایک طشت تھا اُس میں پانی کے کوزے رکھے ہوئے تھے فضہ لے کر آئی کہا شہزادی بچوں کو پانی پلا دیں اور خود بھی پانی پی لیجئے ایک بار سکینہؑ کو سوتے سے جگایا کہا سکینہؑ پانی آ گیا، اُٹھو اُٹھو سکینہؑ پانی آیا، سکینہؑ نے کہا کیا میرے عمو نہر سے واپس آ گئے، کہا سکینہؑ عمو تو نہیں آئے، فضہ تیرے لئے پانی لائی ہے، کوزہ آب لیا، کہا آپ نے پیا پھوپھی اماں کہا سکینہؑ قافلے میں تو سب سے چھوٹی ہے، جام لے کر مقتل کی طرف چلی، کہا مجھ سے چھوٹا علی اصغرؑ ہے، کہا اُس کو میں جا کر پانی پلاتی ہوں۔

چوتھی مجلس

لفظِ ربّ اور دعا

سیرتِ حضرتِ سیّدِ سجادؑ، ذکرِ جنابِ سکینہؑ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے، درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

عشرۂ ثانی کی چوتھی تقریر اس عزاخانے میں آپ حضرات ''سیرتِ معصومینؑ'' کے موضوع پر سماعت فرما رہے ہیں۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں دعا ایک افضل ترین عبادت ہے، حضرت امام زین العابدینؑ نے فلسفۂ دعا کو سمجھاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''بارِ الٰہا! میں اس لئے تجھ سے دعا مانگتا ہوں کہ تو نے اپنے بندے کو دعا مانگنے کا حکم دیا ہے اگر تیرا حکم نہ ہوتا تو میں کبھی بھی دعا مانگ کر تیری مرضی میں دخل نہ دیتا''۔

دعا کے فلسفے میں ''علم بدا'' کی دلیل مل جاتی ہے کہ انسان کی تقدیر میں جو کچھ لکھا تھا اللہ نے دُعا سُن کر انسان کی زندگی کو تبدیل کر دیا، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو کچھ تقدیر میں تبدیلی ہوئی اس کا علم اللہ کو نہیں تھا، جو کچھ تبدیلی ہوئی وہ بھی اللہ کے علم میں پہلے سے تھا۔

قرآن کی سورۂ زمر، آیت ۵۳ میں اللہ کا ارشاد ہے۔

"اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر اسراف کیا ہے وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں یقیناً اللہ بخشنے والا ہے، وہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے، قرآن میں دعا مانگنے کا حکم ہے۔

سورۂ بقرہ آیت ۱۸۶ میں ارشاد ہوا۔

"جب میرے بندے مجھ سے مانگتے ہیں تو میں اُس وقت ان کے نزدیک ہوتا ہوں اور پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں، اے میرے بندوں تم مجھ سے دعا کرو کہ میں اُسے قبول کروں"۔

انبیائے کرام نے اللہ کی بارگاہ میں دعائیں مانگی ہیں اور زیادہ تر اُسے مخاطب کرتے ہوئے لفظ "ربّ" کا استعمال کیا ہے۔

حضرت آدم اور حوّا کی دعا:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (سورۂ اعراف ۲۳)

"اے ربّ! ہم نے اپنے اوپر ستم کیا، اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے"۔

حضرت شعیب کی دعا: رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ (سورۂ اعراف ۸۹)

"اے ربّ! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان ٹھیک فیصلہ کر دے اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے"۔

حضرت موسیٰ کی دعا:

قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ

الرّٰحِمِیْنَ (سورۂ اعراف۔۱۵۱)

''اے ربّ! مجھے اور میرے بھائی کی مغفرت فرما اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما''۔

حضرت نوح کی دعا:- قَالَ رَبِّ اِنِّیٓ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَسْئَلَکَ مَالَیْسَ لِیْ بِہٖ عِلْمٌ (سورۂ ھود آیت ۴۷)

اے میرے ربّ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اِس سے کہ وہ چیز تجھ سے مانگوں جس کا مجھے علم نہیں۔

حضرت یوسفؑ کی دعا:-

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیٓ اِلَیْہِ۔ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ کَیْدَھُنَّ اَصْبُ اِلَیْھِنَّ وَاَکُنْ مِّنَ الْجٰھِلِیْنَ (سورۂ یوسف، آیت ۳۳)

اے میرے ربّ! قید خانہ مجھے منظور ہے بہ نسبت اس کے کہ میں وہ کام کروں جو یہ لوگ مجھ سے چاہتے ہیں۔

حضرتِ یوسفؑ کی آخری دعا:-

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (سورۂ یوسف، آیت ۱۰۱)

''اے میرے ربّ! تو نے مجھے حکومت بخشی اور مجھ کو باتوں کی تہہ تک پہنچنا سکھایا، زمین و آسمان کے بنانے والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا سرپرست ہے۔ میرا خاتمہ اسلام پر کر اور انجام کار مجھے صالحین کے ساتھ ملا''۔

حضرت ابراہیم کی دعا:- وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا الْبَلَدَ

اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (سورۂ ابراہیم، آیت ۳۵)

اے ربّ اس شہر کو امن کا شہر بنا اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا

حضرت ابراہیمؑ کی دوسری دعا: رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ (سورۂ ابراہیم، آیت ۴۱)

اے ربّ! میری دعا قبول کر۔ اے ربّ مجھے اور میرے والدین کو اور سب ایمان لانے والوں کو اس دن معاف کر دیجیو جبکہ یومِ حساب آئے۔

وہ دعا جو مکّی دور کے انتہائی سخت زمانے میں نبیؐ کو سکھائی گئی۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا (سورۂ بنی اسرائیل۔ آیت ۸۰)

اور دعا کرو کہ اے ربّ مجھ کو جہاں بھی تو لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال۔ اور اپنی طرف سے ایک سلطانِ نصیر (علیؑ) کو میرا مددگار بنا دے۔

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (سورۂ بنی اسرائیل ۷۹)

بعید نہیں تمہارا ربّ تمہیں مقامِ محمود پر فائز کر دے۔

ختمی مرتبت نے سلطانِ نصیر یعنی اقتدار مانگا ہے۔ وہ اقتدار کیا ہے؟ اور پہلے ارشاد ہوا ہم تم کو مقامِ محمود پر فائز کریں گے۔ گویا اب اس سے بڑا اقتدار اور کیا ہو سکتا ہے۔ دنیا میں علیؑ کی صورت میں اقتدار عطا کیا گیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ{۱} الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ {۲} مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ{۳} اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ{۴} اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ{۵} صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ {۶} غَیْرِ

الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ {۷}

سورۂ حمد ایک دعا ہے اور خدا نے ہر اس انسان کو یہ دعا سکھائی ہے جو قرآن شروع کر رہا ہو، اگر قرآن سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو دعا سے آغاز کرو۔

ربّ کا لفظ عربی زبان میں تین معنوں میں بولا جاتا ہے۔

۱۔ مالک اور آقا، ۲۔ مربی، پرورش کرنے والا، خبر گیری اور نگہبانی کرنے والا۔ ۳۔ فرمانروا، حاکم، مدبر اور منتظم۔

اللہ ان سب معنوں میں کائنات کا ربّ ہے۔

طالوت کی دعا:-

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (سورۂ بقرہ، ۲۵۰)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ ہم پر صبر کا فیضان کر، ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافروں پر ہم کو فتح دے۔

حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کی دعا:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

(سورۂ بقرہ آیت ۱۲۸)

''اور یاد کرو ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ جب گھر کی دیواریں اُٹھا رہے تھے تو دعا کرتے جاتے تھے۔ اے ہمارے ربّ ہم سے یہ خدمت قبول کر۔ اے ربّ ہم دونوں کو مسلم بنا ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اُٹھا جو مسلم ہو''۔

مریم کی والدہ نے دعا کی:

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (سورۂ آلِ عمران، آیت ۳۶)

"اے میرے ربّ میں اس بچے کو جو میرے بطن میں ہے تیری نذر کرتی ہوں وہ تیرے ہی کام کے لئے وقف ہو گیا"۔

زکریا کی دعا: زکریا نے اپنے ربّ کو پکارا بِکَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ (سورۂ آلِ عمران آیت ۳۹)

"اے میرے ربّ اپنی قدرت سے مجھے نیک اولاد عطا کر تو ہی دعا سننے والا ہے"

عیسیٰ کی دعا:

قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ (سورۂ مائدہ۔ آیت ۱۱۴)

"اے ربّ میرے لئے رزق دے تو خیر الرازقین ہے"

موسیٰ کی دعا:

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ (۲۵) وَیَسِّرْ لِیْۤ اَمْرِیْ (۲۶) وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ (۲۷) یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ (۲۸) وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ (۲۹) هٰرُوْنَ اَخِی (۳۰) اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ (۳۱) وَاَشْرِکْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ (سورۂ طٰہٰ۔ آیت ۲۵ تا ۳۲)

"ربّ میرا سینہ کھول دے، میرے کام کو میرے لئے آسان کر دے، میری زبان کی گرہ سلجھا دے مجھے ایک وزیر عطا کر ہارون کو میرا وزیر بنا"۔

ختمی مرتبتؐ کی دعا:

رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (سورۂ طٰہٰ۔ آیت ۱۱۴)

"اے ربّ مجھے مزید علم عطا کر"

جنابِ زکریا کی دعا:

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ (سورۂ انبیاء آیت ۹۰)

"جب زکریا نے ربّ کو پکارا۔ اے ربّ مجھے اکیلا نہ چھوڑ ہم نے ان کو یحیٰی سا بیٹا دیا"۔

جنابِ ایوب کی دعا:

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

(سورۂ انبیاء۔ آیت ۸۳)

"جب ایوب نے اپنے ربّ کو پکارا مجھے بیماری لگ گئی ہے تو ارحم الراحمین ہے۔ ہم نے اس کی دعا قبول کی"۔

ختمی مرتبتؐ کی دعا:

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ (سورۂ مومنون آیت ۹۷)

"اے میرے ربّ! میں شیطان کے وسواس سے پناہ مانگتا ہوں"۔

ختمی مرتبتؐ کی دعا:

وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ (سورۂ مومنون آیت ۱۱۸)

"اے محمدؐ کہو۔ میرے ربّ درگزر فرما"۔

متقیوں کی دعا:

وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (سورۂ فرقان۔ آیت ۷۴)

''اے رب ہم کو متقیوں کا امام بنا''۔

حضرتِ ابراہیمؑ کی دعا:

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ (سورۂ شعرا۔ ۸۴)

''اے ربّ مجھے حکم عطا کر اور سچی زبان والا (علیؑ) عطا کر''

حضرتِ سلیمانؑ نے کہا:

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ

''میرے ربّ مجھے قوت عطا کر میں تیرے احسان کا شکر ادا کرتا ہوں۔ میں ایسا عمل کروں کے مجھے تو صالح بندوں میں داخل کر''۔

حضرتِ موسیٰؑ نے کہا:

قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (سورۂ قصص۔ آیت ۲۱)

''اے میرے ربّ مجھے ظالموں سے بچا'' (سورۂ قصص۔ آیت ۲۱)

حضرتِ موسیٰؑ نے کہا:

فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ (سورۂ قصص آیت ۲۴)

''ربّ۔ مجھ پر خیر نازل کر میں محتاج ہوں''۔

امام حسینؑ نے ۴۰ سال کی عمر میں دعا کی:

قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (سورۂ احقاف۔ آیت ۱۵)

''اے ربّ مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کروں۔ جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائیں۔ اور ایسا نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو اور میری اولاد کو بھی نیک بنا کر مجھے سکھ دے'' (سورۂ احقاف۔ آیت ۱۵)

حسینؑ کی دعا قبول ہوئی۔ سید الساجدین جیسا بیٹا ملا۔ نیک عمل ایسا کیا کہ ربّ نے کہا میں تجھ سے راضی ہو گیا۔ راضیہ مرضیہ

وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (سورۂ رحمان، آیت ۲۷)

''ہر چیز فنا ہو گی، ربّ کا چہرہ رہ جائے گا''۔

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ (سورۂ رحمان، آیت ۱۷)

''وہ مشرقین اور مغربین کا ربّ ہے۔ مالک ہے پالنے والا ہے''۔

ربّ اللہ کا اسم ذات نہیں بلکہ اسم صفت ہے۔

ربّ العالمین ہے۔ وہ ربّ عظیم ہے۔ وہ ربّ اکرم ہے۔ وہ ربّ کریم ہے۔ وہ ربّ اعلیٰ ہے۔ وہ ربّ الفلق ہے۔ وہ ربّ الناس ہے۔ وہ ربّ المشرقینِ و ربّ المغربین ہے۔

ربّ العالمین (حاقہ۔ آیت ۴۳)

ربّك العظیم (حاقہ۔ آیت ۵۲)

ربّك الاکرام (رحمان، ۳)

بربّك الکریم (انفطار۔ ۶)

رَّبِّكَ الْاَعْلٰى (اعلیٰ۔ آیت ۱)

ربّ الفلق (فلق۔ آیت ۱)

ربّ الناس (الناس۔ آیت ۱)

ربّ المسوٰات والارض (النبأ۔ آیت ۳۷)

قیامت کے روز صاحبانِ ایمان کہیں گے۔

رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا (سورۂ تحریم۔ آیت ۸)

اے ربّ ہمارے نور کو اور کمال دے

جنابِ آسیہ نے دعا کی:

اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (سورۂ تحریم آیت ۱۱)

میرے ربّ میرے لئے جنّت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون کے ظلم سے بچالے۔ ظالم قوم سے نجات دے۔

لفظِ ربّ کے تقریباً گیارہ معنی ہیں، تربیت کرنے والا، پرورش کرنے والا، کمال تک پہنچانے والا، مربّی، سرپرست، مالک، کروڑوں اربوں قِسم کی مخلوقات کی ضروریات کو فراہم کرنے والا اور ان مخلوقات کی ہر ہر فرد کو جاننے والا اس لئے اللہ کو ربّ العالمین کہتے ہیں۔

سورۂ فجر میں ارشاد ہوا ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ اپنے ربّ یعنی مالک کی طرف پلٹ آؤ" اور جب ابرہہ جو یمن سے خانۂ کعبہ پر حملہ کرنے آیا تھا اپنے ساتھ ہاتھیوں کا لشکر لے کر خانۂ کعبہ کو گرانے آیا اور مکّے سے باہر ایک وادی میں اُس نے قیام کیا تو اُس کے سپاہیوں نے رئیسِ مکّہ حضرت عبدالمطلب کے وادی میں

موجود اونٹ جو دو سو تھے پکڑ لئے تو حضرت عبدالمطلب اپنے اونٹ چھڑانے کے لئے ابرہہ کے پاس آئے تو اُس نے کہا خدائی گھر کی وجہ سے آپ کو عزت و شرف حاصل ہے اس گھر کے لئے آپ نے کچھ نہیں کہا تو حضرت عبدالمطلب نے توحید پر کامل ایمان کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اونٹ میرے ہیں اور میں اُن کا ربّ یعنی مالک ہوں، اور خانہ کعبہ کا بھی ایک ربّ یعنی مالک ہے جو خود اس کی حفاظت کرے گا۔

قرآن میں یہ لفظ مختلف معنی میں نازل ہوا ہے سورۂ یوسف میں آیت ہے کہ یوسفؑ نے مصر کے بادشاہ کو بھی ربّ کہا ہے۔ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُ كُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا (سورۂ یوسفؑ آیت ۴۱) یوسفؑ نے کہا اے میرے قید خانے کے ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے ربّ کو شراب پلائے گا'' یہاں ربّ کے معنی آقا، مالک اور بادشاہ کے ہیں۔

ربّ کے معنی پرورش کرنے والا، پالنے والا بھی ہیں اس لئے قرآن نے ماں باپ کو بھی ''ربّ'' کہا ہے، رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (سورۂ بنی اسرائیل ۲۴) ''اے میرے پروردگار ہمارے والدین پر رحم فرما جس طرح انھوں نے میرے بچپنے میں ہماری ربوبیت کی'' جو ہمارے ربّ ہیں۔

اِسی طرح حضرت یوسفؑ نے قید خانے کے ساتھیوں سے کہا کہ تم قید سے رہائی پاکر اپنے ربّ سے میرا تذکرہ کر دینا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ (سورۂ یوسف آیت ۴۲) یعنی بادشاہِ مصر سے تذکرہ کر دینا، یہاں بادشاہ کو بھی قرآن نے ربّ کہا ہے۔ اللہ کی مخلوقات جو تربیت و نگرانی کرنے پر مامور ہیں اُنھیں ''ربّ'' کہا جاتا ہے، اس لئے اللہ کو ''ربّ الارباب'' بھی کہا جاتا ہے یعنی بہت

سے ''ربوں'' کا ربّ۔

قرآن میں ربّ کی جمع ''ارباب'' (سورۂ یوسف آیت ۳۹) ہے، تین جگہ ''ربّ'' کی جمع ''ارباباً'' بیان ہوئی ہے، ''ربّ'' کی جمع ''ربیّون'' بھی ہے۔

ربیّونَ کثیراً (سورۂ آلِ عمران آیت ۱۴۶) ''اور کتنے ہی نبی ہیں جن کی پیروی واطاعت میں بہت سے ربّ یعنی اللہ والوں نے قتال کیا''۔

اللہ والوں کو بھی قرآن نے ''ربّ'' کہا ہے، قرآن میں ''ربّ'' کی جمع ''ربانئین'' اور ''ربّانیّون'' بھی آئی ہے۔

چہاردہ معصومینؑ نے دینِ اسلام کی پرورش کی، اُمّت کی تربیت کی اس لئے وہ دینِ اسلام اور اُمّت کے ''ربّ'' ہیں۔ رسولؐ اللہ بھی ربّ ہیں اور حضرت علیؑ بھی ربّ ہیں۔

علم اعداد کے اعتبار سے ''ربّ'' کے عدد ۲۰۲ ہیں۔ ''ر'' کے ۲۰۰ اور ''ب'' کے عدد ۲ ہیں۔ کُل عدد ۲۰۲ ہیں۔

محمدؐ کے عدد ۹۲ ہیں اور علیؑ کے عدد ۱۱۰ ہیں۔ ۹۲+۱۱۰=۲۰۲ ہوتے ہیں۔

علمِ اعداد سے اشارہ ہے کہ بغیر محمدؐ و علیؑ ''ربّ'' نہیں ملتا اس تفصیل کو میر انیسؔ نے ایک رباعی میں نظم کیا ہے۔

افضل ہے اگر ایک تو اعلیٰ ہے ایک
گر غور کرو تو موج و دریا ہے ایک
ہاں نورِ محمدؐ و علیؑ ہیں واحد
اسم دو مگر مُسمّیٰ ہے ایک

وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا (سورۂ دہر۔ آیت ۲۱)

''اور اُن کا ربّ اُنھیں نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا''۔ یہاں ساقی خود ربّ ہے گویا روزِ محشر حضرت علیؑ کارِ ربّ انجام دیں گے اس لئے حضرت علیؑ کو ساقیٔ کوثر کہتے ہیں۔ میر انیسؔ کہتے ہیں:-

اے ساقیٔ کوثر مئے فردوس عطا کر اے عیسیٰؑ دوراں مرضِ دل کی دوا کر
اے دستِ خدا قلبِ مکدّر کی صفا کر اے نورِ حق آئینۂ خاطر کی جلا کر

مستی میں نہ فکرِ خرد و ہوش کروں میں
کیفیتِ دنیا کو فراموش کروں میں

سورۂ ''القلم'' میں باغ والوں کا قصہ بیان کرتے ہوئے اللہ ارشاد فرماتا ہے کہ اُن کے باغ پر ہم نے تباہی پھیر دی، اُن کا باغ برباد ہو گیا تو انھوں نے کہا۔ عَسٰی رَبُّنَآ اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ (سورۂ القلم۔ آیت ۳۲) بعید نہیں کہ ہمارا ربّ ہمیں اس سے بہتر باغ عطا فرمائے، ہم اپنے ربّ کی طرف رجوع کرتے ہیں''۔

پھر اللہ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ (سورۂ القلم۔ آیت ۳۴)

''بے شک پرہیز گاروں کے لئے اُن کے ربّ کے پاس نعمتوں والے باغات ہیں''

میر انیسؔ نے بھی اپنے ربّ سے شاعری کا باغ مانگا تھا اور زراعت کی دعا کی تھی۔ باغ والوں نے اپنے اوپر بھروسہ کیا تھا اس لئے اُن کا باغ برباد ہو گیا۔ اگر ربّ کا واسطہ دیتے تو کبھی کھیتی برباد نہ ہوتی۔ میر انیسؔ نے ''لفظِ ربّ'' سے دعا شروع کی تا کہ محمدؐ اور علیؑ کا وسیلہ بھی شامل رہے، میر انیسؔ نے قرآن میں

آیات کا مطالعہ کیا تھا کہ ہر نبیؑ لفظِ ربّ کے وسیلے سے دعا مانگتا تھا۔ اس لئے میر انیسؔ نے بھی اِسی لفظ کا استعمال کیا۔

بار بار کہتا ہوں کہ اگر بڑے بڑے علماء نے خدمت کی ہے تو میر انیسؔ نے کچھ کم خدمت نہیں کی ہے، ادب کی اور ایک دانشور نے تو یہ بھی لکھا کہ خدا کی قسم اگر میر انیس نہ ہوتے تو میں دیکھتا کہ ہندوستان میں حسینؑ کس مقام پر ہوتے، آپ کو نہیں پتہ کہ میر انیسؔ نے ادب کو کس منزلِ ارتقاء پر پہنچایا ہے ہندوستان میں اور یہ شان، یہ شوکت میر انیسؔ کو عطا ہوئی، صرف اس لئے کہ ادا قدرت کو بھا گئی تھی میر انیسؔ کے دعا مانگنے کی ادا اللہ کو پسند آ گئی۔

میر انیسؔ کا کمال تھا کہ منبر پر بیٹھ کر کہا کہ کچھ نہیں آتا مجھے قدرت مجھے عطا کر دے، میرے ربّ مجھ کو دے دے، قدرت نے کہا تم نے بھرے مجمعے میں مانگا ہے، جو مانگو گے وہ دیں گے، تم مانگتے چلو ہم عطا کرتے جائیں گے، میر انیسؔ کہتے چلے۔

یا ربّ چمنِ نظم کو گلزارِ ارم کر   اے ابرِ کرم خشک زراعت پہ کرم کر
تو فیض کا مبدا ہے، توجہ کوئی دم کر   گم نام کو اعجاز بیانوں میں رقم کر

جب تک یہ چمک مہر کے پرتو سے نہ جائے
اقلیم سخن میری قلمرو سے نہ جائے

اچھا اگر تم نے اپنے گلزارِ چمن کو یہ چاہا ہے کہ جنّت کا چمن بن جائے تو ہم بنا دیں گے تم گمنام ہو اب گم نام نہیں رہو گے، تمہاری شاعری کی زراعت خشک ہے، سرسبز و شاداب کر دیں گے۔ اچھا اقلیمِ سخن تمہارے قلم میں رہے گی اُس وقت تک جب تک ہمارا آفتاب چمکتا رہے گا تو آج بھی اُردو ادب کو کمانڈ میر انیسؔ کر رہا ہے۔ سند اگر لینا ہے تو انیسؔ کے لفظوں سے سند لی جاتی ہے۔

اس لئے کہ بڑے آن بان شان سے اپنے ربّ سے بھرے مجمع میں مانگا تھا کہ:

یا ربّ، چمنِ نظم کو گلزارِ ارم کر اے ابرِ کرم، خشک زراعت پہ کرم کر
تو فیض کا مبدا ہے، توجہ کوئی دم کر گم نام کو اعجاز بیانوں میں رقم کر

جب تک یہ چمک مہر کے پرتو سے نہ جائے
اقلیمِ سخن میری قلمرو سے نہ جائے

آؤں طرف رزم ابھی چھوڑ کے جب بزم خیبر کی خبر لائے مری طبعِ اولوالعزم
قطعِ سرِ اعدا کا ارادہ ہو جو بالجزم دکھلائے یہیں سب کو زباں معرکہء رزم

جل جائیں عدو، آگ بھڑکتی نظر آئے
تلوار پہ تلوار چمکتی نظر آئے

ہو ایک زباں ماہ سے تا مسکنِ ماہی عالم کو دکھا دے برشِ سیفِ الٰہی
جرأت کا دھنی تو ہے، یہ چلائیں سپاہی لاریب، ترے نام پہ ہے سکّۂ شاہی

ہر دم یہ اشارہ ہو، دوات اور قلم کا
تو مالک و مختار ہے اِس طبل و علم کا

ناقدریٔ عالم کی شکایت نہیں مولا کچھ دفترِ باطل کی حقیقت نہیں مولا
باہم گل و بلبل میں محبت نہیں مولا میں کیا ہوں کسی روح کو راحت نہیں مولا

عالم ہے مکدّر کوئی دل صاف نہیں ہے
اس عہد میں سب کچھ ہے، پر انصاف نہیں ہے

تھا جوش کچھ ایسا ہی جو دعویٰ کیا میں نے خود سر بگریباں ہوں کہ یہ کیا کیا میں نے
اک قطرۂ ناچیز کو دریا کیا میں نے تقصیر بحل کیجئے، بے جا کیا میں نے

ہاں سچ ہے کہ اتنی بھی تعلّی نہ روا تھی
مولا یہ کلیجے کے پھپھولوں کی دوا تھی

تائید کا ہنگام ہے یا حیدرِ صفدر امداد ترا کام ہے، یا حیدرِ صفدر
تُو صاحبِ اکرام ہے، یا حیدرِ صفدر تیرا ہی کرم عام ہے، یا حیدرِ صفدر
تنہا ترے اقبال سے شمشیر بہ کف ہوں
سب ایک طرف جمع ہیں، میں ایک طرف ہوں
مقبول ہوئی عرض، گنہ عفو ہوئے سب امید بر آئی، مرا حاصل ہوا مطلب
شامل ہوا افضالِ محمد، کرَمِ ربّ ہوتے ہیں علمِ فوجِ مضامیں کے نشاں اب
پُشتی پہ ہیں سب رُکنِ رکیں دینِ متیں کے
ڈنکے سے ہلا دیتا ہوں طبقوں کو زمیں کے
نازاں ہوں عنایت پہ شہنشاہِ زمن کی بخشش ہے رضا جائزۂ فوج سخن کی
چہرے کی بحالی سے قبا چست ہے تن کی لو برطرَفی پڑ گئی مضمونِ کہن کی
اِک فرد پُرانی نہیں دفتر میں ہمارے
بھرتی ہے نئی فوج کی لشکر میں ہمارے

مانگا اور کہا کہ یا ربّ یہ سب کچھ عطا کر دے، قدرت نے فوراً عطا کر دیا۔

انیس اللہ کے نو ہزار نو سو ننانوے نام ہیں، اس بحر میں تو سارے نام آ رہے تھے۔ یہ کیوں نہیں کہا "مالک چمنِ نظم کو گلزارِ ارم کر" یہاں پہ تقریر تھی اور یہیں سے میں اپنے موضوع پر آؤں گا، بہت غور سے سنیں یہ کیوں نہیں کہا کہ "مالک چمنِ نظم کو گلزارِ ارم کر" بحر میں آ رہا تھا۔ "خالق چمنِ نظم کو گلزارِ ارم کر" یہ کیوں کہا "یاربّ چمنِ نظم کو گلزارِ ارم کر" تو انیسؔ یہ ہی کہیں گے کہ تم نہیں جانتے کہ جو نام لے کر اُس کا دعا مانگی جائے اُس نام میں جو اثر ہوتا ہے، اُسی طرح عطا ہوتا ہے۔ آدمؑ نے جب دعا مانگی کہ ترک اولیٰ معاف ہو جائے تو یہی کہا کہ یا ربّ

پنجتنِؑ پاک کے حق میں دعا قبول کر۔ ربّ کا لفظ استعمال کیا، جب نوحؑ نے دعا مانگی تو ربّ کہہ کر دعا مانگی، جب ابراہیمؑ نے دعا مانگی تو ربّ کہہ کر دعا مانگی، جب موسیٰؑ نے دعا مانگی تو ربّ کہہ کر دعا مانگی، جب عیسیٰؑ نے دعا مانگی تو ربّ کہہ کر دعا مانگی، جب ختمی مرتبت نے دعا مانگی تو یا ربّ کہہ کر دعا مانگی، ہر امام نے یا ربّ کہہ کر دعا مانگی تو ربّ کے معنی کیا ہیں پالنے والا، بڑھانے والا، پرورش کرنے والا، انیس چاہ رہے تھے کہ شاعری کا زور بڑھے اس لئے یا ربّ کہا لیکن انیس ضرورت تو یہ ہوتی ہے کہ اگر اُس کو پکارا جائے تو کوئی واسطہ بھی تو دیا جائے ،تو نے اپنی شاعری میں پنجتنِ پاک کا واسطہ نہیں دیا، محمدؐ کا واسطہ نہیں دیا، علیؑ کا واسطہ نہیں دیا، بغیر واسطے دعا سنی کیسے ہوگی، تو انیسؔ یہی کہیں گے کہ اسی لئے ربط کا ربّ رکھا ہے، ۹۲ عدد محمدؐ کے ہیں ۱۱۰ علیؑ کے ہیں ۱۱۰ اور ۹۲ جوڑو تو ۲۰۲ ہوتے ہیں، ربّ کے دوسو دو ہیں، ''ر'' کے ۲۰۰ ''ب'' کے ۲، کل ۲۰۲، اس میں محمدؐ بھی آ گئے علیؑ بھی آ گئے۔ (نعرۂ حیدری)

سمجھیں ادب کیا ہے، جانیے ادب نے کیا دیا ہے حسینیت کو اور آلِ محمدؐ کے ادب کو۔ ادب کیا ہے، کہا ایک خط آیا تھا، اُس کا جواب چہلم کے بعد کی تقریر میں دوں گا کہ اسلام نے شاعری کے خلاف کہا ہے، لیکن سنو زیدِ شہید سے پوچھا تھا کسی نے کہ یہ بتاؤ کہ آلِ محمدؐ کے گھرانے کے بچوں کو ابتدائی تعلیم کیا دی جاتی ہے، بھئی یاد رکھو میرے بچو یہ سارے جملے یاد رکھو! زید شہید آج جن کی وفات کا دن تھا شہادت کا، انھوں نے زیدِ شہید سے پوچھا کہ آلِ محمدؐ کے گھرانے کے بچوں کو ابتدائی تعلیم کیا دی جاتی ہے تو بے اختیار کہا کہ نثر میں ہماری دادی کا خطبۂ فدک پڑھایا جاتا ہے اور نظم میں دیوانِ ابو طالبؑ پڑھایا جاتا ہے تو نظم اور

نثر کو ساتھ ساتھ رکھنا پڑے گا، اگر نثر میں نہج البلاغہ پڑھنی ہے تو نظم میں تم کو انیسؔ پڑھنا پڑے گا۔ (نعرۂ صلوٰۃ)

علم کے خزانے اس میں پوشیدہ ہیں، اب انیس یہ بتا گئے کہ تم نے جب واسطہ دیا تو تلوار پہ تلوار چمکتی نظر آئے گی تو تم نے خیبر کی خبر کیوں طلب کی، اسلام میں تو بہت سی لڑائیاں علیؑ نے فتح کیں ہیں۔ بدر فتح کی، خندق فتح کی، حنین فتح کی، یہ خیبر کا واسطہ کیوں دیا تو انیسؔ یہی کہیں گے کہ تلوار کی تیزی مانگی ہے تو خیبر سے اس لئے مانگی ہے کہ اس سے میں نے دو کام لئے ہیں ایک تو تلوار کی تیزی مانگی ہے، دوسرے یہ واحد جنگ ہے کہ اب تک دشمنوں کے دل میں کانٹا بن کے کھٹک رہی ہے، اس لئے کہ یہ وہی جنگ تھی کہ جس میں رسولؐ نے ہر ایک کو حوصلہ نکالنے کا موقع دیا اور سب سے آخر میں علیؑ کو بھیجا تھا، لشکر جارہا تھا اور واپس آرہا تھا، دن پہ دن گزرتے جارہے تھے اور جب پوچھا جاتا تھا تو سردار کہتا تھا لشکر کو یہ بھاگا لشکر کہتا تھا، سردار کو یہ بھاگا۔ انیسؔ بھی جنگ دیکھ رہے تھے، نہیں نہیں بلکہ یہ ماحول تھا کہ تحفۂ اثنا عشریہ بھی لکھی جارہی تھی اور ''عبقات الانوار'' بھی لکھی جارہی تھی اور حدیثِ رائت پر دونوں تبصرہ بھی کرتے جارہے تھے، دلّی سے لکھنؤ تک مناظرے کا ماحول بن چکا تھا۔ اُس ماحول میں غالبؔ بھی جی رہے تھے، انیسؔ بھی جی رہے تھے یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ شاعر اپنے معاشرے کے اطراف کو قبول نہ کرتا، غالبؔ بھی خیبر دیکھ رہے تھے، ''عبقات'' بھی پڑھ رہے تھے، ''تحفہ'' بھی پڑھ رہے تھے۔ انیسؔ بھی دیکھ رہے تھے، ایک بار جنگ خیبر کی طرف دیکھا کہ لشکر بھاگ رہا ہے، سردار بھی واپس آرہا ہے تو اب یہ بھی دیکھا کہ رسولؐ کہتا ہے کل علم اُس کو دوں گا جو کرار

ہوگا، غیرِ فرار ہوگا، مرد ہوگا، مرد کو علم دوں گا، کل مرد کو علم دوں گا اور پھر کیا ہوا۔ جب نادِعلی پڑھی، اِدھر نادِعلیؑ پڑھ رہے تھے ورد کر رہے تھے اور اُدھر مسجد میں وضو کر کے علیؑ داخل ہو رہے تھے، ایک بار مڑ کر کہا یا رسولؐ اللہ لبیک یا رسولؐ اللہ! قنبر نے کہا، کس کو جواب دیا، کس سے باتیں کر رہے ہیں، کہا خیبر کے میدان سے میرا بھائی پکار رہا ہے، قنبر گھوڑا لے کر آ گیا اور ذوالفقار لے آ، گھوڑا بھی آ گیا ذوالفقار بھی آ گئی، علیؑ گھوڑے پر سوار ہو گئے، ذوالفقار کمر میں حمائل کر لی وہ چاہتے تھے، کہ چلیں، قنبر نے کہا، مولا کیا تنہا چھوڑ کر جائیں گے، کہا اچھا چلنا چاہتا ہے، رکاب کو تھام لے، آنکھوں کو بند کر لے اور تھوڑی دیر کے بعد آنکھوں کو کھول دینا، اب جو قنبر نے آنکھوں کو کھولا تو خیبر کے میدان میں اپنے آپ کو پایا، سامنے پرچم اسلام خیمے پر لہرا رہا تھا۔ صلوٰۃ پڑھیے!

یہ علیؑ کیسے پلک جھپکتے میں پہنچ گئے۔ یاد ہے آپ کو دوسری تقریر! قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ اس کو پوری کتاب کا علم دیا گیا ہو تو ایک طرف وہ بھی تو ہے قرآن میں کہ جو حضرت سلیمان سے یہ کہہ رہا تھا، کیا کہہ رہا تھا قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ جس کے پاس تھوڑا سا کتاب کا علم تھا اُس نے کہا چشم زدن میں بلقیس کا تخت لائیں گے، تو وہاں پلک جھپکنے میں اگر حضرت سلیمان کا وزیر تخت لا سکتا ہے تو چشم زدن میں علیؑ بھی خیبر میں پہنچ سکتے ہیں مدینے سے۔ بس یہ پوری کتاب کا علم رکھتے ہیں۔

رات گزری اور جب صبح آئی اور وہ یہ اعلان ہوا تھا اور لوگ حسرتیں لئے ہوئے تھے ہارنے کے بعد بھی، بھاگنے کے بعد بھی، یہ سمجھ رہے تھے شاید علم ہمیں مل جائے لیکن اب منظر یہ ہے کہ رسولؐ اللہ خیمے میں تیار کر رہے ہیں علیؑ کو،

اپنے ہاتھ سے لباس پہنایا ہے، اپنے ہاتھ سے سر پر خود رکھا ہے، اپنے ہاتھ سے زرہ پہنائی ہے، اپنے ہاتھ سے ذوالفقار کمر میں لگائی ہے اور تیار کرنے کے بعد علیؑ کو لے کر باہر آ گئے اور گھوڑے پر جب علیؑ سوار ہوئے تو اب گھوڑے پر بیٹھنے کے بعد خیبر کے قلعے کی طرف رُخ کیا اور پوچھا خیبر کی طرف منہ کئے ہوئے، پوچھا کہاں تک لڑوں، علیؑ مڑ کر کے نہیں پوچھتے تو علیؑ یہی کہیں گے کہ نیت کر چکا جہاد کی اور اب مڑ نہیں سکتا اب پیچھے مڑ کر نہیں دیکھ سکتا اس لئے اب ارادہ میدانِ جنگ کا کر چکا۔ اس لئے اس طرح پوچھا ہے، رسولؐ نے کہا جب تک ایک ایک یہودی لا الہ کی آواز بلند نہ کر دے تو تلوار نہ رُکے علیؑ پہنچے تو سب سے پہلے جس سے سامنا ہوا وہ حارث تھا۔ مرحب، عنتر اور حارث یہ تین بھائی ہیں اور خندق کے پار وہ گرز لئے ہوئے جو کئی من کا گرز ہے یہ سب بھاگتے کیوں تھے، بھاگتے تو اِسی لئے تھے کہ بس حارث اپنے گرز کو ہلا دیتا تھا۔ سردار لشکر لے کر واپس ہو جاتا تھا۔ ایک دھمکی میں واپس آتے تھے، نہ تلوار نکلی، نہ تلوار چلی، نہ کوئی قتل ہوا، نہ خون و غارت کچھ بھی نہیں، یوں ہی دھمکی میں واپس آ گئے اسی لئے غالبؔ نے اپنے دور میں جب اُس منظر کو دیکھا تو بے اختیار غزل کا مصرعہ دیا۔ دھمکی میں مر گیا، لفظ یاد ہے نا کہ علم مرد کو دونگا یہ مرد کا لفظ یاد رکھئے گا اور غالبؔ غزل کہہ رہا ہے وہ بھی خیبر کے میدان کو دیکھ رہا ہے۔

دھمکی میں مر گیا جو نہ بابِ نبرد تھا
عشقِ نبرد پیشہ طلب گارِ مرد تھا

عشق کا میدان مرد کو طلب کر رہا تھا، عشق، یہ عشقِ الٰہی کا میدان تھا، یہ خیبر کی لڑائی تھی اور عشق کے میدان نے مرد کو طلب کیا تھا اِسی لئے تو رسولؐ نے مرد کو

بھیجا تھا تو اب حارث سے کیا ڈرتے علیؑ، حارث بھی قتل ہوا، عنتر بھی قتل ہوا اور اب مرحب سے مقابلہ تھا اور اب مرحب پوچھ رہا ہے اس جوان سے کہ تیرا نام کیا ہے، جب پوچھ چکے علیؑ نام اور وہ مرحب نام بتا چکا تو اب علیؑ کہتے ہیں کہ میں وہ ہوں جس کا نام میری ماں نے حیدر رکھا ہے، واہ علیؑ دنیا تجھے کہتی ہے کہ سیاست نہیں آتی تھی تم تو ادنیٰ سی سیاست الٰہیہ کا یہ کرشمہ دکھا رہے ہو کہ کہیں کوئی نام پوچھتا ہے تو کبھی شنشب نام بتاتے ہو، کبھی ایلیا نام بتاتے ہو، کبھی علیؑ نام بتاتے ہو، آج تو تم نے حیدر نام بتایا ہے، کیوں بتایا ہے تو شاید علیؑ یہی کہیں گے کہ اگر عیسائی پوچھتا ہے تو ایلیا کہتا ہوں، اس لئے کہ انجیل میں میرا نام ایلیا ہے اور شنشب اس لئے کہتا ہوں کہ جب یہودی پوچھتا ہے تب بتاتا ہوں اس لئے کہ توریت میں میرا نام شنشب ہے اور سنو، آج حیدر نام اس لئے بتایا ہے تاکہ اپنی ماں فاطمہ بنت اسد کا حوالہ بھی دے دوں اس لئے کہ اس کی ماں بڑی کاہنہ ہے، وہ خوابوں کی تعبیر جانتی تھی اسی لئے تو اُس نے یہ کہا تھا جب مرحب کے خواب کو سنا تھا کہ ماں میں نے آج خواب دیکھا ہے کہ شیر نے مجھے چاک کر دیا ہے تو ماں نے یہ کہا تھا مرحب سب سے لڑنا لیکن جس کا نام حیدر ہو اُس سے جنگ نہ کرنا اس لئے کہ حیدر نامی جوان کے ہاتھ سے تیری موت لکھی ہے تو اگر تیری ماں برسوں پہلے تجھے یہ بتا سکتی ہے تو سن میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا، آج علیؑ بنتِ اسد کے فضائل بیان کر رہے ہیں۔ بس نام سنا تھا کہ واپس چلا وہ واپس کیوں نہ جاتا ماں نے منع کیا تھا اس لئے مرحب واپس چلا تو کیا ہوا واپس کیوں چلا اس لئے کہ ماں کا کہا ماننا چاہتا تھا اور ماں بھی کون، ماں اس لئے کہ مرحب جو ہے وہ یہودیوں کا سردار ہے، تو سردار کی ماں کون

ہوئی قوم کی، ظاہر ہے مرحب کی ماں جو ہے مشرکوں کی ماں ہوئی اس لئے وہ اُم المشرکین ہے۔ ارے اُم المشرکین نے اپنے بیٹے کو منع کیا بیٹا سب سے لڑنا حیدر سے نہ لڑنا اس سے آگے نہیں کہوں گا۔

جو ماں اپنے بیٹوں کی ہمدرد ہوگی وہ ظاہر ہے کہ منع کرے گی کیونکہ خلیفۂ وقت سے نہ لڑنا، امام سے نہ لڑنا، حیدر سے نہ لڑنا، مرحب علیؑ سے نہ لڑنا، واپس چلا لیکن شیطان بہکا کر لایا، کہا کہاں چلا مرحب نے کہا دیکھتا نہیں حیدر مقابلے پر آ گیا تو کہا جا ایک نام کے بہت سے لوگ ہوتے ہیں کیا پتہ یہ وہی حیدر ہے، واپس چلا تو کم از کم یہ تو ثابت ہو گیا، خیبر سے جب واپس آیا لڑنے علیؑ سے تو اب جو آیا ہے تو اپنے ارادے سے نہیں آیا بلکہ شیطان کا بہکایا ہوا آیا ہے۔ علیؑ سے لڑنے وہی آتا ہے جو شیطان کا بہکایا ہوا ہوتا ہے وہ صفین ہو یا نہروان ہو۔

واپس آیا لیکن موت لائی تھی، تلوار کیا رُکتی، خود سے چلی ذوالفقار جو سر کو کاٹتی ہوئی گردن میں اتری، سینے سے در آئی، مرحب کے بھی دو ٹکڑے کئے، زمین میں در آئی۔ لوگ کہتے ہیں، کہ جبریلؑ نے پروں سے وار کو روک لیا، وار کو روک لیا اور اب جب مرحب کو قتل کر چکے تو اب درِ خیبر ہاتھ میں تھا اور اُس خندق میں کود چکے تھے اور لشکر والے ہر بار یہ کہہ رہے تھے کہ ذرا علیؑ کے ہاتھوں کو تو دیکھئے، یا رسولؐ اللہ کہ خیبر کا در ہاتھ پہ ہے اور اوپر سے لشکر گزر رہا ہے اور رسولؐ یہ کہہ رہے تھے کہ تم ہاتھ کو دیکھ رہے ہو، میں پیر کو دیکھ رہا ہوں، اب جو دیکھا لشکر نے تو پیر ہوا پہ معلق تھے، زمین پر نہیں تھے، آج علیؑ نے یہ بھی بتا دیا کہ میں ابوتراب ہوں میں زمین کی مدد کیوں لیتا، میں نے زمین سے مدد نہیں لی ہے۔ میں ابوتراب ہوں، میں مٹی کا باپ ہوں، میں نے اپنی وہ طاقت استعمال

کی ہے، جو قدرت نے مجھے عطا کی تھی۔

میر انیسؔ بھی اس جنگ کو دیکھ رہے تھے، غالبؔ بھی اس جنگ کو دیکھ رہے تھے، انیسؔ نے اس جنگ کو دیکھا اور کہا

لشکر نے تین روز ہزیمت اُٹھائی جب بخشا علم رسولؐ خدا نے علیؑ کو تب

مرحب کو قتل کر کے بڑھا جب وہ شیرِ ربؐ دَر بند کر کے قلعے کا بھاگی سپاہ سب

اُکھڑا وہ یوں گراں تھا جو دَر سنگِ سخت سے

جس طرح توڑ لے کوئی پتا درخت سے

علیؑ نے درِ خیبر اُکھاڑا، مرحب کے سر کو کاٹ کر پھینک دیا۔ بقول استاد قمر جلالوی مرحب کو قتل نہیں کیا تھا، یہ مرحب کا سر کاٹ کے نہیں پھینکا تھا بلکہ

پھینکا تھا ذوالفقار کا صدقہ اُتار کے

یہ علیؑ کی شجاعت کا ایک نمونہ، ایک جھلک صرف اس لئے دکھائی ہے آپ کو تا کہ میں آپ کو یہ بتا سکوں کہ آپ کے چھٹے امام نے یہ کہا کہ علیؑ سے لے کر آخری امام تک ہر امام تین چیزوں میں برابر ہیں، علم میں، شجاعت میں اور عبادت میں، علم میں شجاعت میں اور عبادت میں، ہم سب برابر ہیں۔ اس میں کوئی کم زیادہ نہیں بتانا صرف یہ تھا کہ اگر تم نے خیبر و خندق کے معرکے علیؑ کے دیکھے ہیں تو یاد رکھو تمہارا دوسرا علیؑ جو ہے اُسے علیؑ ابن الحسینؑ کہتے ہیں۔ اُس میں شجاعت اُتنی ہے جتنی خیبر میں علیؑ میں نظر آتی ہے، علی ابن الحسینؑ بھی اتنے ہی شجاع ہیں، بس فرق یہ ہے محسوس کر سکو تو محسوس کرو، اگر علیؑ کے ہاتھ پر درِ خیبر ہے تو سیدِ سجادؑ کے ہاتھ میں زنجیروں کا لنگر ہے۔ شجاع ہیں، وزن وہی ہے جو خیبر کے دَر کا وزن ہے وہی لنگر کا وزن ہے اور یہاں چند لمحے سنبھالنا تھا دَرِ خیبر کو،

یہاں تو کوفے اور کوفے سے شام تک اُس وزن کو سنبھالنا ہے۔ یہ زنجیریں نہیں، ابھی میں مصائب نہیں پڑھ رہا ہوں، یہ سیّدِ سجادؑ کے فضائل ہیں کیا کروں، یہ سیّدِ سجادؑ کے فضائل، یہ زنجیریں نہیں، سیّدِ سجادؑ نے زنجیریں نہیں پہنیں، بلکہ اس مسئلے کو میں اس طرح حل کر دوں کہ اسلام نے یہ دستور دیا خلافت کا تو کہا پہلا خلیفہ چنا گیا اجماع سے اور دوسرا خلیفہ چنا گیا وصیت سے اور تیسرا خلیفہ چنا گیا شوریٰ سے، اُس کے بعد چوتھا اصول یہ تاریخ نے دیا قہر و غلبے سے اگر خلیفہ آ جائے، تو چار اصول دیئے گئے، اگر خلیفہ بنے گا تو اجماع سے بنے گا، یا وصیت سے بنے گا یا شوریٰ سے بنے گا یا قہر و غلبے سے بنے گا، اور یزید پہلے والے سے آیا تھا، جب چار اصول خلافت کے دیئے، مسلمانوں نے، اُمت نے، خلیفہ نے، جب حسینؑ نے کربلا میں یہ کہا کہ میں یہ سارے اصول جو میں ان کو منسوخ کر کے تمہیں ایک اور اصول بتانا چاہتا ہوں جسے تم بھول گئے ہو، بڑے غور سے سنو اور ایک بار ذوالفقار نکال کر لشکرِ یزید پر حملہ کیا اور پہلا حملہ جو کیا تو میمنے پر حملہ جو تھا تو حملہ کر کے یہ بتایا کہ آج میں نے اجماع کو قتل کر دیا تو اب جب میسرے پر حملہ کیا تو کہا سنو میں نے آج وصیت کو قتل کر دیا اور اب جو قلبِ لشکر میں آئے تو کہا میں نے شوریٰ کو قتل کر دیا اور میمنے میسرے اور قلب لشکر کو تباہ کر کے جب پورے لشکر کو بھگایا تو کہا سنو میدان خالی ہے، قہر و غلبے کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اب غدیر کی طرف مڑ کر دیکھو، اب خلافت کو پہچانو، یہ تلوار نہیں چل رہی تھی بلکہ تاریخی فیصلے حسینؑ ذوالفقار سے کر رہے تھے اور جوش ملیح آبادی نے اسی فیصلے کو دیکھ کر کہا کہ یہ حسینؑ کی تلوار نہیں چل رہی تھی بلکہ کچھ فیصلے ہو رہے تھے:

جب حلم کا فرشتہ غضبناک ہو گیا ایوانِ شر میں آگ لگی خاک ہو گیا
پیاسوں کا خون شعلۂ بے باک ہو گیا غم سے معاویہ کا جگر چاک ہو گیا
حق نے رگِ سقیفہ کی چھل بل نکال دی
پائے بنی امیہؔ میں زنجیر ڈال دی

تو یہ پائے بنی امیہ میں زنجیر پڑی تھی، یہ عابدِ بیمار کے پیروں میں زنجیر نہیں تھی یہ تو بنی امیہ کو قیدی بنا لیا تھا حسینؑ نے اور سیدِ سجادؑ نے مل کر، ہاں بظاہر لنگر سمجھے ہوئے تھے وہ۔ تاریخ عجیب تاریخ ہے کہ حسینؑ کا بیٹا اس طرح پر اہلِ حرم کے ساتھ ساتھ چلا اور اب بعدِ کربلا وہ عظیم الشان زندگی گزاری ہے، چھتیس سال زندہ رہے، علمی کارنامے، صحیفۂ کاملہ موجود ہے اور سجدوں میں کچھ اور اضافہ کر دیا، جیسا کہ پچیس محرم کی تقریر میں کہا تھا ایک طرف حسینؑ کا سجدہ ہے، عصرِ عاشور کا سجدہ اور ایک طرف سیدِ سجادؑ کا سجدہ ہے لیکن سیّد الساجدین کا خطاب حسینؑ نے نہیں پایا بلکہ زین العابدینؑ نے پایا ہے، سیدِ سجادؑ نے پایا ہے۔ کیوں ایک سجدہ، ایسا سجدہ جو کائنات میں کسی نے ایسا سجدہ نہیں کیا، خیمے جل چکے، شامِ غریباں کے وقت جو سجدہ کیا ہے وہ سجدۂ شکرانہ ہے زنجیروں کی آوازوں میں، مؤرخ لکھتا ہے کہ دنیا کا طویل ترین سجدہ اس شامِ غریباں کے سجدے کو نمازِ صبح سے ملا دیا۔ گیارہ محرم کی صبح کو سجدے سے سر اُٹھایا، یہ طویل ترین سجدہ مشیت دیکھ رہی تھی اس لئے مشیت نے چاہا کہ سیّد الساجدین سجدہ کرنے والوں کا سردار میں سیدِ سجادؑ کو بنا دوں گا اور جب خطاب مل گیا سیّد الساجدین کا تو اب سجدوں میں اضافہ ہو گیا۔ مؤرخین نے لکھا کہ جو نعمت ملی تو اُس نعمت کے ملنے پر سجدہ کیا، کوئی آیت پڑھی تو سجدہ کیا، دو آدمیوں میں صلح

کروا دی تو سجدہ کیا، کوئی خوشی دیکھی تو سجدہ کیا، کوئی غم دیکھا تو سجدہ کیا، منزل منزل سجدہ، قدم قدم پر سجدہ، سیدِ سجادؑ کے سجدے ایسے سجدے کہ باغ لگوایا مدینے سے باہر کچھ اُس میں درخت لگوائے۔ ہر درخت کے نیچے روزانہ دو رکعت نماز اور سجدے ہر نماز کو ادا کر کے دیر تک سجدۂ شکرانہ اور سجدے کی شان ایسی ہے کہ بڑے سے بڑا دنیا کا حادثہ ہو جائے، سیدِ سجادؑ سجدے سے سر نہیں اُٹھاتے، جس خشوع و خضوع کے ساتھ سجدے کرتے ہیں دنیا حیران ہے، زین العابدینؑ کا خطاب جو لیا ہے اور سیدالساجدین کا خطاب لیا ہے۔ سجدے اور ایسے سجدے کہ تاریخ میں محفوظ ہو گئے، یہ سجدے لقب مل گیا، سیدالساجدینؑ کا، سجدے میں ہیں اور شور ہوتا ہے کہ آپ کا بیٹا کنویں میں گر گیا، امامِ محمد باقرؑ چھوٹے سے ہیں اور کنویں میں گر گئے، ماں بے قرار ہے، لیکن حرفِ شکایت لب پر نہیں آیا کہ امام نے نماز کیوں نہیں توڑی، یہ ماں نہیں کہتی کیوں اس لئے کہ ماں کون ہیں محمد باقرؑ کی پہچانیں کہ محمد باقرؑ کی ماں کون ہیں، محمد باقرؑ کی ماں فاطمہ بنتِ حسنؑ ہیں، حسنؑ کی بیٹی ہیں، سیدِ سجاد حسینؑ کے بیٹے ہیں، اگر یہ علی ابن الحسینؑ ہیں تو وہ بنتِ حسنؑ ہیں۔ یہ تاریخ کے دوسرے علیؑ اور فاطمہؑ ہیں۔ اگر علیؑ اور فاطمہؑ تاریخ میں ایک جگہ آئے تو دوسری بار پھر قدرت نے علیؑ اور فاطمہؑ کو یکجا کیا ہے۔ اب جو بیٹا دیا ہے وہ محمد ہے، علیؑ اور فاطمہؑ پھر زندہ ہیں اور سامنے میدان میں نظر آتے ہیں، مدینے میں یہ علیؑ ہیں وہ فاطمہؑ ہیں، تو اب بے قرار نہیں ہوگی فاطمہؑ اس لئے کہ معصوم کی بیٹی ہیں، شکایت نہیں کرتیں۔ کل جیسا کہ میں امام حسنؑ پر تقریر کر رہا تھا تو ایک جملہ حوالے کے لئے کہہ دوں کہ قدرت یہ چاہتی تھی کہ سادات کی نسل چلے تو کیونکہ شہادت کے

رُتبے میں حسینؑ کو یہ عطا کیا کہ نسل تم سے چلے گی لیکن حسینؑ تمہاری شہادت ظاہری شہادت ہے اس لئے تمہاری نسل ظاہر میں چلے گی اور حسنؑ تمہاری شہادت پوشیدہ اور باطنی شہادت ہے اس لئے تمہاری نسل پوشیدہ چلے گی حسینؑ کا بیٹا اور حسنؑ کی بیٹی دونوں مل کر شجرۂ نبوت کو مستحکم کریں، بیٹی حسنؑ کی ہوگی اور بیٹا حسینؑ کا ہوگا، پھر نسل میں سب سادات ہوں گے اور حسنؑ کی اولاد کو بھی قدرت نے بہت بڑھایا۔ پچھلے عالم جو گزر چکے آقائے محسنِ حکیم، جو اس سے پہلے تھے، وہ امام حسن کی اولاد میں تھے اور یہاں آپ کے ہاں بھی کراچی میں بہت سے علماء ایسے ہیں، مثال کے طور پر مولانا عابد شبر صاحب، قبلہ مجتہد العصر امام حسنؑ کی اولاد میں، امام حسنؑ کی اولاد حسن مثنیٰ سے بھی چلتی ہے، لیکن اگر امامت چل رہی ہے تو بنتِ حسنؑ کا خون بھی شامل ہے، تو فاطمہ بنتِ حسنؑ بے قرار نہیں ہوتیں، شکایت نہیں کرتیں۔ جب سیدِ سجادؑ کا سجدہ تمام ہوتا ہے تو سجدے سے سر اُٹھا کر کنویں کے قریب جاتے ہیں اور آواز دیتے ہیں کہ میرے بیٹے کو واپس کر دے، پانی بلند ہوا، بیٹا گود میں آ گیا، ماں کے حوالے کیا، ماں کو اطمینان تھا، باپ کو بھی اطمینان تھا سجدے کو ختم نہیں کیا، نماز کو کھویا نہیں، بتانا یہ تھا کہ اطمینان اس لئے ہے کہ اپنے معبود کی عبادت میں کیوں توڑ دوں، عبادت کو ختم کر کے اپنے بیٹے کو بچانے جاؤں گا اس لئے کہ کنویں میں جو گرا ہے وہ فخرِ یوسفؑ ہے۔ جب یوسفؑ کو کنواں نقصان نہ پہنچا سکا تو فخرِ یوسفؑ کو کیسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔

سجدے ہیں، سیدالساجدینؑ کے سجدے ہیں، کس شان کے سجدے ہیں کہ سجدے میں ہیں اور اژدھا آیا ہے، اور اژدھے نے انگوٹھے کو چبا ڈالا ہے

اپنے دانتوں سے مگر واہ رے سجدہ کہ سجدے سے سر نہیں اُٹھتا، یہ احساس نہیں ہوتا کہ اژدھے نے انگوٹھے کو چبا ڈالا ہے۔

یہ جو واقعات پڑھ رہا ہوں یہ ہر مؤرخ نے آپ کی سوانحِ حیات میں لکھے لیکن میں کچھ نتائج نکالنا چاہ رہا ہوں، میں صرف واقعات نہیں سنانا چاہ رہا ہوں، لوگوں نے پوچھا بھی کہ مولا اژدھے نے آپ کے انگوٹھے کو چبا ڈالا، آپ نے سجدے سے سر نہیں اُٹھایا تو امام یہی کہتے ہیں کہ مجھے تو احساس بھی نہیں ہوا۔ شاید امام یہ بتانا چاہتے تھے کہ اب آواز سنو کہ یہ آواز جو آ رہی ہے کہ بے شک بے شک یہ سجدے کو نہیں توڑ سکتا، یہ زین العابدینؑ ہے یہ عبادت کرنے والے کی زینت ہے، یہ صدا پہلی بار فضا میں نہیں گونجی تھی اس لئے کہ رسولؐ اپنی زندگی میں کہہ گئے تھے کہ میرا چوتھا جانشین جو ہوگا وہ زین العابدینؑ ہوگا۔ یہ رسولؐ کی حدیث ہے کہ محشر میں جب تمام انبیاء کھڑے ہوں گے، تمام اولیاء کھڑے ہوں گے، تمام اوصیا کھڑے ہوں گے، ایسے میں مشیّت کی آواز آئے گی، این این زین العابدینؑ، کہاں ہیں زین العابدینؑ، کہاں ہیں زین العابدینؑ تو انبیاء اپنی جانب دیکھیں گے اور کہیں گے کہ ہم میں تو کوئی زین العابدینؑ نہیں ہے، اوصیاء اپنی جانب دیکھیں گے اور کہیں گے ہم میں تو کوئی زین العابدینؑ نہیں ہے۔ ایسے میں ایک جوان آگے بڑھے گا، وہ کہے گا بارگاہ الٰہی میں کہ اگر میں زین العابدینؑ ہوں تو میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں، امام نے فرمایا اور نبیؐ نے فرمایا کہ یہ سیّدِ سجادؑ ہونگے۔ محشر میں جو خود بڑھ کر کہیں گے، میں زین العابدینؑ ہوں۔ اژدھا آیا ہے۔ انگوٹھے کو چبا ڈالا ہے اور اب یہ کہتا ہوا بھاگا اپنی اصل شکل میں آیا وہ اژدھا نہیں تھا وہ شیطان تھا۔ یہ شیطان کیوں آیا اژدھے کو

روکنے وہ تو کہہ چکا تیرے مخلص بندوں کو نہیں بہکاؤں گا وعدہ کیا تھا نہ جب آدمؑ کا پتُلا بنا تھا اور بارگاہ خدا سے شیطان نکالا گیا تھا، اُس وقت کہا تھا سب کو بہکاؤں گا تیرے مخلص بندوں کو نہیں بہکاؤں گا تو آیا کیوں مخلص بندے کے پاس تو شاید شیطان یہ بتانے آیا تاکہ میں تمہیں پہچنوا دوں کہ مخلص بندے کون ہیں، جنہیں بہکا نہیں سکتا۔

پہچنوانے آیا تھا کہ پہچان لو یہ ہیں مخلص بندے جنہیں میں بہکا نہ سکوں گا اور سیدِ سجادؑ اژدھے سے کیا ڈرتے، اژدھے سے کیا خوف کھاتے، کیوں سجدے سے سر اُٹھاتے، کیوں ڈرتے وہ اور بات تھی کہ موسیٰؑ کا عصا اژدھا بن گیا تھا اور جب چاہا کہ عصا کو اُٹھالیں تو ڈر رہے تھے، اضطراب میں تھے، عبا کو دامن سے پکڑ کر عصا کو اُٹھایا، اللہ کہہ رہا تھا، ڈرو نہ موسیٰؑ عصا کو اُٹھالو، ڈرومت تو علیؑ سے پوچھا کسی نے کہ موسیٰؑ ڈر کیوں گئے تھے تو مسکرا کر کہا کہ اُن کے صُلب میں ہمارا نور نہیں تھا، پھر سنیئے غور سے سنیئے، اُن کے صُلب میں ہمارا نور نہیں تھا ہمارا صُلب اسماعیلؑ سے آرہا تھا، اگر صلبِ موسیٰؑ میں علیؑ اور محمدؐ کا نور ہوتا، تو عصا سے کبھی نہ ڈرتے، کبھی اژدھے سے نہ ڈرتے، یہ وہ ہیں جو اژدھے سے نہیں ڈرا کرتے اس لئے کہ بتانا یہ تھا کہ ارے میرا دادا جھولے میں کلّہ اژدر کو چیر دیتا ہے تو میں اژدھے سے کیسے ڈر سکتا ہوں، وہ کوئی اور ہیں کہ اژدھا تو اژدھا غار میں سانپ سے ڈر جایا کرتے ہیں پہچانو کہ اژدھے سے کون نہیں ڈرتا۔

سیّد سجاد کے گھر میں آگ لگ گئی، گھر جلنے لگا لیکن نماز سے سر نہیں اُٹھتا سجدے سے سر نہیں اُٹھتا اس لئے کہ بتانا یہ ہے کہ یہ آگ مجھے کیا ڈرائے گی میں کربلا کی آگ دیکھ چکا ہوں، میں نے تو جلتے ہوئے خیمے میں سجدہ کیا ہے اور

پھر یہ دنیا کی آگ کیا ڈرائے گی اور میرے جد کو جب نمرود نے آگ میں پھنکوایا تو میرے جد ابراہیمؑ کے لئے گلزار بن گئی تو بتانا یہ تھا کہ میں فخرِ ابراہیمؑ ہوں، مجھے یہ آگ کیا ڈرا سکتی ہے، میں اپنے سجدے کو کیوں توڑ دوں، میں اپنے خضوع اور خشوع کو کیوں ختم کر دوں تو یہ سجدے میں اتنا اہتمام کیوں ہے، ذرا غور سے سنیئے سیّدِ سجادؑ تم نے سجدوں میں اتنا اضافہ کیوں کر دیا، تم نے سجدے کو اتنی اہمیت کیوں دی، سجدے پر آپ کے پاس جو ٹیپ محفوظ ہے، اُسے بار بار سنیے، کیا کہنا اُس تقریر کا لیکن جو کچھ میں سجدے پر پڑھ رہا ہوں اب تک کسی ٹیپ میں آپ کو نہیں ملے گا یہ سجدے میں اتنے اہتمام کیوں کئے سیّد سجادؑ نے، اتنا اصرار سجدے پر کیوں ہے، یہ سجدے اتنے بڑھتے کیوں جا رہے ہیں، یہ سجدے کی اہمیت سید سجادؑ اُمت کو بتانا کیوں چاہتے ہیں، اس میں راز کیا ہے تو ذرا سجدے کا راز بھی سمجھئے اور پھر ابھی مجھ سے سوال پوچھا گیا کہ سجدہ گاہ کیا ہے اور اس پہ سجدہ کرنا شرعی واجب ہے یا نہیں تو جہاں لفظ شرعی لگ جائے، ایسا لفظ مجھ سے نہ پوچھا کیجئے، وہ کسی مجتہد سے پوچھیے، کیونکہ میں مجتہد نہیں ہوں، لیکن آپ نے سجدہ گاہ کے بارے میں پوچھا ہے اس لئے میں بتا دوں کہ جب معصوم کسی چیز کا حکم دے دے تو اُس میں فتویٰ نہیں ہوا کرتا پھر اُس میں فتویٰ تو سنو پہلی بار خاکِ شفا سے سیدِ سجادؑ نے سجدہ گاہ بنایا ہے اور پہلی بار سید سجادؑ نے خاکِ شفا کی تسبیح بنائی ہے کیونکہ چوتھے امامؑ نے بتا دیا، اس لئے خاکِ شفا پر سجدہ واجب ہو گیا اور خاکِ شفا پر سجدہ خاکِ شفا پر سجدہ کریں گے اس لئے کہ معصوم کا ارشاد ہے، اُس میں کوئی فتویٰ نہیں، اس میں مسئلہ تم نہیں پوچھ سکتے اس لئے تم انکار بھی نہیں کر سکتے معصومؑ نے جو کہہ دیا وہ کہہ دیا تو یہ

سجدے کا اہتمام یعنی خاکِ شفا پر سجدہ بھی سجدہ گاہ بھی تیار کی گئی ہے اور تسبیح بھی تیار کی گئی ہے اور سجدے میں اضافہ ہے تو سیدِ سجادؑ یہ سجدے میں اتنا اضافہ کیوں ہے اور دیکھئے آپ اور سمجھئے کہ نماز کیا ہے، نماز معراجِ مومن ہے اور سجدہ معراجِ نماز ہے یہ پوری تیاری کیوں ہے آپ کی یعنی وجہ کیا اور آپ نے نیت کی، تکبیر کہی، قیام، رکوع اور سجدے میں جانا یہ ساری تیاری جو تھی ابھی تک یہ ایک سجدے کے لئے تھی، ایک سجدے کے لئے اتنے اہتمام کی وجہ بھی ہو، نیت بھی ہو، کائنات کا آغاز جو ہے اور پہلا جھگڑا جو ہوا وہ سجدے پر ہوا، اس لئے کائنات میں عبادت کا مقصد یہ سجدہ ہے۔ سجدے کے فلسفے کو جانو جب کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو تمام ملائکہ نے سجدہ کیا، لیکن ابلیس نے یہ کہا کہ میں سجدہ نہیں کروں گا، اس لئے کہ اُس کو مٹی سے بنایا اور مجھ کو آگ سے بنایا، میں افضل ہوں، میں کیوں اس کو سجدہ کروں، اللہ نے کہا نکل جا میری بارگاہ سے اگر سجدہ نہیں کرتا تو یہ سجدے کا اہتمام اِسی لئے ہے، یہ تیاری اسی لئے ہے، سجدے کی، کہ بارِالٰہ وہ بہک گیا تھا، سجدے میں، کہیں میں نہ بہک جاؤں، اس لئے کہ اتنا اہتمام ہے کہ قوت عطا کر ہم کو کہ ہم تیرا سجدہ کرسکیں، شیطان نے انکار کیا تھا مگر میں ادا کر دوں تو بھئی سجدہ تو ادا ہو گیا، بڑے اہتمام سے تم نے سجدہ ادا کیا اور سجدے کو ادا بھی کر دیا، لیکن یہ ہر رکعت میں دو سجدے کیوں رکھے گئے، ایک سجدہ کافی تھا، یہ وہی سجدہ تھا جس سے انکار کیا شیطان نے، تو اب ہم نے تو ادا کر دیا ایک سجدہ رکھ دیتا نہیں دو سجدے ہر رکعت میں تو یہ دو سجدے کس لئے، دو سجدے اس لئے رکھے کہ آپ نے سجدہ اس لئے کیا کہ وہ بہک گیا تھا، تجھ سے قوت مانگ کے سجدہ کیا اور سجدہ ادا ہو گیا، جب سجدے سے سر اُٹھایا تو کہا

استغفر اللہ ربی و اتوب علیہ اے پروردگار تو نے بھکنے سے بچالیا میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ شیطان بہک گیا تھا لیکن میں نہیں بہکا، یہ شکرانے کا ایک اور سجدہ ادا ہو گیا۔

سجدے کا فلسفہ سمجھو، نماز کا فلسفہ سمجھو اور سمجھ کر پڑھو تو بڑا لطف آئے گا نماز میں بھی اور سجدے میں بھی تو سیدِ سجادؑ نے سجدے کی اہمیت بتائی ہے، کیا کہنا معصوم کا، ایک طرف علم کے خزانے لٹائے، ''صحیفۂ کاملہ'' میں ایک طرف کربلا کی تاریخ لکھوادی، ایک طرف عبادت میں اتنا کمال ہے اور اب امامت کو بھی منوانا ہے، مدینے میں تو اب یہ اہتمام ہے تو کیسے منوائی جائے، کیسے اعلان کیا جائے تو اب اعلان کا طریقہ یہ ہے کہ اس خاندان کا طریقہ یہ رہا ہے کہ کبھی کبھی چچا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں خلیفہ ہوں تو عباس ابن مطلب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں خلیفۂ وقت ہوں تو علیؑ یہ کہتے ہیں کہ نہیں میں خلیفہ وقت ہوں، بات دربارِ خلافت میں پہنچی ہے، فیصلہ کروانے کے لئے جب عباس ابن مطلب یہ کہتے ہیں کہ تم نے سنا ہے رسولؐ سے کہ انہوں نے بار ہا یہ فرمایا کہ میرے بعد جو خلیفہ ہوگا وہ عباس ہوگا تو انہوں نے جواب دیا نہیں تم جھوٹ کہتے ہو کبھی بھی رسولؐ نے یہ نہیں کہا کہ میرے بعد میرا وصی جانشین عباس ہوگا پھر علیؑ بولے تم نے یہ تو سنا ہوگا کہ بار ہا رسولؐ نے یہ کہا ہے کہ میرے بعد علیؑ میرا وصی اور جانشین اور خلیفہ ہوگا کہا ہاں یہ تو بار ہا سنا ہے جب اقرار کروا لیا تو عباس نے مخاطب ہو کر کہا کہ جب مان گئے ہو وصی اور جانشین رسولؐ کا علیؑ ہوگا اور سن بھی چکے ہو رسولؐ سے تو اب تختِ خلافت چھوڑ دو اور علیؑ کو دے دو۔ یہ چچا نے اس لئے اہتمام کیا تھا کہ علیؑ کا تعارف کرایا جائے اور علیؑ کا حق منوایا جائے، تو آج

تاریخ میں ایک اور چچا اور بھتیجا سامنے آئے۔ محمد حنفیہؒ نے دعویٰ کیا کہ کربلا کے بعد حسینؑ کے بعد میں امام ہوں اور علی ابن الحسینؑ سیّدِ سجادؑ کہتے ہیں چچا میں امام ہوں تو فیصلہ کہاں ہو، اب تو دربارِ خلافت بھی اس قابل نہیں کہ اُس سے فیصلہ کروایا جائے تو اب فیصلہ کہاں ہوگا، اب فیصلہ بڑے اہتمام سے ہوگا، اب خانۂ کعبہ میں اس لئے فیصلہ ہوگا اور خانۂ کعبہ میں تاکہ بھرے مجمعے میں ہو۔ عرب کے جس جس علاقے کے لوگ آئے ہیں وہ یہ جان کر جائیں کہ حسینؑ کے بعد اب امامت کدھر سے چلے گی تو اب حجرِ اسود سے پوچھا ہے، محمد حنفیہؒ نے کہ تو گواہی دے میری امامت پر لیکن پتھر نہیں بولا اور اِدھر سیدِ سجادؑ نے کہا کیا میں امام ہوں حسینؑ کے بعد تو گواہی دے تو پتھر نے چیخ کر گواہی دی کہ بے شک زین العابدین سیدِ سجادؑ تم امام ہو، اور اُس پر حیرت نہ کرنا کہ خانۂ کعبہ کا پتھر گواہی کیسے دے رہا ہے، اس کے جد پر خانۂ کعبہ اور مکّے کے پتھر چیخ کر توحید کی گواہی دیا کرتے تھے۔ رسالت کی گواہی دیا کرتے تھے، سیّد سجادؑ اپنے وقت کا محمدؐ ہے اس لئے مکّے کا پتھر چیخ کر امامت کی گواہی دے رہا ہے۔

تو اب امام زین العابدینؑ ہیں اور حسینؑ کی عزاداری بھی ہے رونا بھی ہے اپنے باپ کو، اپنے باپ کا ماتم بھی کرنا ہے، دنیا کو مجلس کی تہذیب بھی سکھانی ہے، یہ میرے بابا کی عزاداری تمہیں کیسے قائم رکھنی ہے، تمہیں کس طرح اس غم کو منانا ہے، عزاداری کی تہذیب بھی عطا کی اور اس شان سے عطا کی کہ ظہری آیا ہے۔ کہتا ہے میرے بیٹے کی شادی ہے میرے گھر تشریف لائیں گے تو کہا تجھے معلوم ہے کہ بعدِ کربلا ہم آلِ محمدؐ کے گھر سے خوشیاں اُٹھ گئیں، ہم اب کسی شادی کی تقریب میں شرکت نہیں کیا کرتے مولا آپ کیسے آئیں گے میرے

گھر، اگر چاہتا ہے کہ میں تیرے گھر آؤں تو میرے بابا کی مجلس منعقد کر میں آؤں گا، ہاتھوں کو باندھ کر پھر آیا اور کہا بیٹے کی شادی بعد میں کروں گا، میں پہلے آپ کے بابا کا فرشِ عزا بچھاؤں گا، اُس دن سے یہ تہذیب ہماری بن گئی کہ جب ہم کوئی خوشی مناتے ہیں تو پہلے ذکر حسینؑ کر لیتے ہیں۔ یہ سیدِ سجادؑ نے تہذیب سکھائی ہے کہ ہر خوشی سے پہلے ذکرِ حسینؑ ہو جاتا ہے ظہری انتظار میں ہے کہ آج میرے گھر مجلس ہے اور مدینے میں یہ اعلان ہے کہ چوتھے امام بھی اس مجلس میں آئیں گے تو اُس مجلس کے اہتمام کا کیا پوچھنا، مدینے والے زیارت کرنے آئے ہیں، مجلس میں شرکت کرنے آئے ہیں، اہلِ مدینہ کا دل بے قرار ہے کہ اب تک میرا آقا نہیں آیا، اب تک میرا مولا نہیں آیا، تھوڑی دیر گزر گئی، مجلس ہو بھی گئی، مجلس تمام ہوئی، اب جو باہر آیا تو دیکھا جہاں عزاداروں نے اپنی نعلین اتاری تھیں چوتھے امام وہاں تشریف فرما ہیں۔ آپ نے دیکھا اس مجلس کی عظمت، آپ نے اس مجلس کی عظمت دیکھی ہے، دوسرے حسینؑ کا مرتبہ دیکھا ہے، خدا کی قسم آپ اپنی قدر کریں اور اپنی عظمت کو خود پہچانیں کہ حسینؑ کے عزاداروں کا مرتبہ کیا ہے، اہلِ بیتؑ کا مدعا بھی، اپنے مرتبے کو پہچان کر اپنے بچوں کو تعلیم دیجئے کہ عزاداری کیا ہے، کبھی مرتے دم تک اس عزاداری کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑنا، تمہاری پہچان یہ عزاداری ہے، یہ ماتم تمہاری پہچان ہے، یہ ماتم، یہ عزاداری جو ہے تم کو پہچنواتی ہے، تمہارا تعارف کرواتی ہے، تمہاری عظمتوں کو بڑھاتی ہے۔ اب یہ ادھر مڑ کر آیا کہا مولا اندر کیوں نہیں تشریف لائے، جگہ بہت تھی، کہا تجھے جگہ نظر آ رہی ہے منبر کے سامنے وہ جگہ خالی ہے وہ جو میں دیکھ رہا ہوں وہاں خالی جگہ پر میرا جد بیٹھا ہوا ہے۔

میری دادی فاطمہ زہراؑ تشریف فرما تھیں، وہاں میرے دادا علیؑ مرتضیٰ بیٹھے ہیں، جگہ نہیں تھی اس لئے میں اندر نہیں آیا۔ یہ بھی بتا دیا کہ سنو جب میرے بابا کی مجلس کرو گے تو سنو ہم سب آئیں گے، تمہاری مجلس میں ہم سب آیا کریں گے، اور دادی تو ضرور آتیں ہیں اپنے بیٹے کا ذکر سننے۔ اس لئے کہ زہراؑ کو یہ سننا ہے بار بار سننا چاہتی ہیں کہ میرے بیٹے نے کربلا میں قربانی کیسے دی، اور کبھی کبھی تو خواب میں آ کر بتایا کرتیں ہیں، کہ وہ روایت سنا دے کہ جب حسینؑ تنہا رہ گیا تھا اور رخصتِ آخر کے لئے آیا تھا، علامہ مجلسی کے خواب میں آ کر بی بی نے یہ کہا ہے کہ سیاہ چادر میں لپٹی ہوئی اور مجلسی خواب میں دیکھتے ہیں کہ بی بی نے کہا، مجلسی وہ روایت زیادہ پڑھا کرو، جب میرا بیٹا رخصتِ آخر کے لئے آیا اور میری بیٹی کا کوئی سہارا نہ تھا، جیسا کہ میں نے اعلان کیا یہاں مصائب میں بھی میں نے ترتیب رکھی ہے اور وہ ترتیب ہماری خواتین، ہماری ماؤں اور ہماری بہنوں کے لئے ہے۔ آج اس سلسلے میں ننھی شہزادی کا ذکر ہے، تقریر خاتمے پر پہنچ رہی ہے، بھائی موجود ہے سیدِ سجادؑ لیکن بے بس ہے میں آپ سے پوچھتا ہوں، کسی گھر میں اگر جوان بھائی ہوتا ہے اور چھوٹا بھائی یا چھوٹی بہن ہے دو ڈھائی سال کی تو ساری محبتوں کا مرکز وہ چھوٹا بچہ ہوتا ہے اور بڑا بھائی اُسی سے زیادہ پیار کرتا ہے، اگر ٹھوکر لگ کر وہ بچہ گر بھی جائے تو بڑا بھائی دوڑ کر اُسے سینے سے لگا لیتا ہے، اللہ یہ بائیس سال بڑا بھائی اور تین سال کی چھوٹی بہن، سامنے آنکھوں کے طمانچے کھا رہی ہے، لیکن سجادؑ بے بس ہیں۔ کبھی آپ نے اس پر غور کیا کہ کربلا میں بیبیوں پہ کیا کیا مصائب پڑے اور اگر آپ غور کریں گے تو سب سے زیادہ مصائب جس پہ گزرے اُس کا نام سکینہؑ ہے۔ ذرا سے سِن

میں کیا کیا دیکھا، سات تاریخ سے پانی بند ہے، ایک ایک خیمے میں جاتیں ہیں، پانی نہیں ملتا اور ہر خیمے کے بچے سکینہؑ کے پیچھے اس لئے ہیں کہ یہ تو ہمارے بادشاہ کی بیٹی ہے، یہ تو ہمارے امام کی بیٹی ہے۔ اگر اس کو پانی مل جائے گا تو ہم سب کو پانی مل جائے گا اور بی بی ایک ایک خیمے میں جاتی ہے پانی کی تلاش میں عاشور کی شب ہے خود سکینہؑ بی بی کی روایت ہے کہ بی بی یہ سوچ کر کہ شاہِ مدینہ کی بیٹی ہیں، شاید تھوڑا سا پانی بچوں کے لئے بچا کر پھوپھی زینبؑ نے رکھا ہو اور پھوپھی زینب کے خیمے میں گئیں اور بول نہ سکیں کسی سے کچھ کہہ نہ سکیں، اس لئے کہ منظر یہ دیکھا کہ گود میں علی اصغرؑ ہیں، کبھی زمین پہ بیٹھ جاتی ہے، کبھی کھڑی ہو جاتی ہیں، اور آسمان کو دیکھ کر کہتی ہیں، یا رب میرا بھائی کہیں پیاسا نہ مر جائے، میرا علی اصغرؑ کہیں پیاسا نہ مر جائے، اب سکینہؑ پانی کا سوال کیسے کریں۔ اللہ سکینہؑ پھوپھی سے پانی کیسے مانگیں، عاشور کی رات گزری، عاشور کا دن آیا تو سکینہؑ بی بی لاشے آتے دیکھ رہی ہیں، کبھی عونؑ و محمدؑ کے لاشے آ رہے ہیں، قاسمؑ کا لاشہ آیا ہے اور سکینہؑ دیکھتی ہیں کہ علی اکبرؑ بھی چلے تو دامن سے لپٹ گئیں کہا بھیا علی اکبرؑ تمہیں بہن جانے نہ دے گی، علی اکبرؑ نے چھوٹی بہن کو گود میں اُٹھا لیا سینے سے بہن کو لگا لیا، ایک بار زینبؑ آگے بڑھیں، زینبؑ آگے بڑھیں، یہ زینبؑ کے صبر کا کمال تھا۔ ایک بار علی اکبرؑ کی گود سے سکینہؑ کو لے لیا میں تجھ پر قربان، دیر نہ کرو سکینہؑ کو میں سمجھا لوں گی، سکینہؑ کو اپنے کاندھے سے لگا لیا، آنکھ سے آنسو بہہ رہے تھے، سکینہؑ نے یہ منظر جو دیکھا، چچا وعدہ کر کے گیا تھا، بی بی ہم مشک بھر کر لاتے ہیں اور چچا تو واپس نہ آیا، درِ خیمہ پر انتظار میں تھیں علم واپس آیا اور سکینہؑ یہ منظر دیکھتی ہیں کہ بابا بھی چلے تو بے اختیار

گھوڑے کے قدموں سے لپٹ گئیں، حسینؑ گھوڑے سے اُتر پڑے، سکینہؑ کو سینے سے لگایا، کہا سکینہؑ ایک بات سنو تم مجھے روکنا چاہتی ہو، سکینہؑ بی بی میں نے دعا کی تھی جب تم پیدا نہیں ہوئیں تھیں، میں نے اپنے مالک سے دعا کی تھی کہ اللہ مجھے ایک ایسی بیٹی عطا کر کہ جس سے میں بہت زیادہ محبت کروں اور وہ بیٹی مجھ کو بہت چاہے اور جب تو چاہے تو بیٹی کے ذریعے سے میرا امتحان لے، سکینہؑ یہ میرے امتحان کا وقت ہے، میری بچی یہ میرے امتحان کا وقت ہے، بی بی کیا چاہتی ہو کہا اچھا بابا اگر جا رہے ہیں تو تھوڑا سا پانی سکینہؑ کو پلا دیجئے، سکینہؑ کو تھوڑا سا پانی پلا دیجئے، سکینہؑ بہت پیاسی ہے۔ عمو تو وعدہ کر کے گئے تھے واپس نہیں آئے، حسینؑ نے ٹھوکر زمین پر ماری چشمہ جاری ہوا، کہا سکینہؑ لو پانی پی لو کتنا پانی پینا چاہتی ہو، بے اختیار آواز دی، اچھا سکینہؑ پانی پینے سے پہلے یہ بھی سوچ لو نانا کی اُمت کو بخشوانا چاہتی ہو یا یہ پانی پینا چاہتی ہو، بی بی سکینہؑ بڑے احسان ہیں تمہارے محمدؐ کی اُمت پر، کہا نہیں بابا مجھے نانا کی اُمت پیاری ہے، میں پانی نہیں پیوں گی، میں پیاسی رہوں گی میں پیاسی رہوں گی، سکینہؑ پیاسی ہے، سکینہؑ کی پیاس کب بجھی اللہ جانے، کل پڑھ چکا ہوں کہ جب ناصر الملت سے پوچھا گیا کہ پیاس کب بجھی ہے اہلِ حرم کی تو یہی جواب دیا کہ تاریخ میں نہیں ملتا کہ کب پانی پیا ہے بچوں نے، تاریخ میں نہیں ملتا کہ کب کھانا ملا اور کہاں کس منزل پر پیاس بجھی، سکینہؑ بی بی پیاسی ہیں اور یہ پیاس کربلا میں باقی نہیں ہے بلکہ کوفے اور شام کی راہ میں بھی منظر یہی ہے کہ شمر مشک لئے ہوئے اپنے لشکر والوں کو پانی پلا رہا ہے اور ایسے میں سکینہؑ خالی کوزہ لے کر قریب گئیں، کہا شمر تھوڑا سا پانی ہم کو بھی پلا دے جواب ملا سکینہؑ پانی

دیں گے پہلے ہم اپنے آدمیوں کو پانی پلا دیں، سارے سپاہی پانی پی چکے اور سکینہؑ صبر کئے کھڑی ہوئی ہے اپنے لشکر کو پانی پلا کر شمر اب آگے بڑھا، سکینہؑ بی بی نے کہا شمر سب پانی پی چکے کہا، ٹھہرو سکینہؑ ابھی ہمارے ناقے تو پانی پی لیں، ہمارے گھوڑے تو پانی پی لیں، اُس کے بعد ہم پانی دیں گے۔ بی بی خاموش کھڑی رہی، ناقے بھی پانی پی چکے، بی بی نے تڑپ کر پھر آواز دی، شمر تھوڑا سا پانی سکینہؑ کو پلا دے، دھوپ بہت تیز ہے، میں بہت پیاسی ہوں، اچھا سکینہؑ شمر کہتا ہے سکینہؑ ہم تمہیں پانی پلائیں گے، مشک لے کر آیا اور مشک کے دہانے کو کھول دیا مگر نہیں وہ پانی سکینہؑ کے کوزے میں نہیں گر رہا تھا سارا پانی زمین پر بہا دیا، سکینہؑ وہیں پانی پر گر گئیں خالی کوزہ لئے ہوئے، بی بی بے ہوش ہو کر گر گئیں، رات آ گئی آگے قافلہ بڑھ گیا، تھوڑی دور قافلہ بڑھا تھا، وہ نیزہ جس پر سرِ حسینؑ تھا چلتے چلتے رُک گیا، تازیانہ لے کر شمر سیدِ سجادؑ کے قریب آیا اور کہا تمہارے باپ کا سر آگے کیوں نہیں بڑھتا، سیّد سجادؑ زنجیروں کے لنگر کو سنبھالے ہوئے اُس نیزے کے نیچے آئے جس پر سرِ حسینؑ تھا، آواز دی بابا تازیانے نہیں کھائے جاتے، بابا بتاؤ تم آگے کیوں نہیں بڑھتے، کہا سید سجادؑ میری سکینہؑ صحرا میں تنہا رہ گئی، قافلے سے چھوٹ گئی، سکینہؑ کو لے آؤ جا کر، یہ سننا تھا کہ کچھ سپاہی آگے بڑھے، شمر بھی آگے چلا کہ جا کر بچی کو لے آئیں، ایک بار شہزادی زینبؑ نے آواز دی، شمر اپنے سپاہیوں کو لے کر نہ جا، سکینہؑ تنہا ہے ارے تم لوگوں کو دیکھ کر دہل جائے گی، میں خود سیدِ سجادؑ کے ساتھ جا کر اپنی بیٹی کو لاؤں گی۔ زینبؑ چلیں، سیّد سجادؑ کے ساتھ چلیں، اُس صحرا میں پہنچیں عجیب منظر دیکھا کہ سیاہ پوش بی بی خاک پر بیٹھی ہے، اُس کی گود میں سکینہؑ بیٹھی ہیں، اُس

بی بی نے آگے بڑھ کر شہزادی زینبؑ کی گود میں سکینہؑ کو دے دیا، زینبؑ پوچھتی ہیں، بی بی تم کون ہو، اس میری بچی پر رحم کھایا، کہا ارے میں تیری ماں فاطمہؑ ہوں، میں نے قافلے کا ساتھ نہیں چھوڑا، زینبؑ میں قافلے کے ساتھ ساتھ ہوں۔ آپ روئیں گے اور بہت روئیں گے، تقریر طویل نہیں کیونکہ آج سکینہؑ کا ماتم ہے، مجلس میں آپ دیکھ رہے ہیں، مجلس میں اندھیرا کیوں ہے، اندھیرا اس لئے ہے کہ، زنداں کے اندھیرے میں بچی اکیلی ہے، کیونکہ تاریخ میں ہے کہ اندھیرے قید خانے میں روتے روتے بچی مرگئی وہ قید خانہ جہاں روزانہ یزید کے سپاہی آتے تھے، دربان سے کہتے تھے بچوں سے کہو اب نہ رویا کریں، ہمارا حاکم سو نہیں پاتا تو آج ماں نے یہی جملہ کہا، دربان سے کہا، دربان اپنے حاکم سے کہہ دے کہ آج سے یزید چین سے سوئے گا، ارے قید خانے میں کیا گزر گئی اس لئے روز کا تو یہ عالم ہے کہ شام کی عورتیں اپنے گھروں سے سروں پر چادریں ڈالتی ہیں اور زندان کا رُخ کرتی ہیں، درِ زنداں پر آکر آواز دیتی ہیں، بی بی سکینہؑ آؤ ہم سب کربلا کی کہانی سننے آئے ہیں، بی بی درِ زنداں پر آتی ہیں، کہانی سناتی ہیں ارے ہم مدینے کے رہنے والے تھے، گھر چھوٹ گیا، شہر چھوٹ گیا، بابا کے ساتھ چلے تھے، چچا کے ساتھ چلے تھے، جوان بھائی ساتھ تھا، کربلا کے میدان میں سب چھوٹ گئے، سکینہؑ اکیلی رہ گئی۔ مجھ سے بڑا بھائی قیدی ساتھ ہے پھوپھی اماں ساتھ ہیں، عورتیں کہانی سنتی ہیں، آنسو بہاتی ہیں، ایک دن اور آیا، صبح ہوئی شام کی عورتیں درِ زنداں پر آئیں، آکر آواز دی آؤ سکینہؑ بی بی ہمیں کربلا کی کہانی سناؤ، آؤ سکینہؑ ہم کربلا کی کہانی سننے آئے ہیں لیکن جواب نہ ملا۔ عورتیں آنسو بہا رہی تھیں، شام کی عورتیں

رو رہی تھیں، ایک قیدی زنجیروں کو سنبھالے ہوئے آیا درِ زنداں پر، زنجیروں کی آواز آئی اور درِ زنداں کے قریب آ کر کہا، شام کی رونے والیو کہانی سنانے والی رات کو مرگئی، اب وہ کہانی سنانے تم کو نہ آئے گی۔ اُس اندھیرے زنداں میں سکینہؑ کو موت آ گئی، سکینہؑ بی بی اپنے بابا سے مل گئیں۔ ربابؑ نے یہی کہا تھا سکینہؑ اب تو چین مل گیا، اب تو کانوں میں تکلیف نہیں ہوتی، بی بی اب تو کان سے لہو نہیں بہتا، اب تو بھیا علی اصغرؑ سامنے ہیں، اب تو بابا سامنے ہیں، اب تو چچا عباسؑ سے ملاقات ہوگی، میری سکینہؑ گھبرانا نہیں، (بس تقریر کے آخری جملے) جب زندانِ شام سے سب چھوٹے تو ایک جملہ کہا، شہزادی زینبؑ کہتی ہیں سیدِ سجادؑ قافلے کو درِ زندان کی طرف سے لے کر چلنا، جب قافلہ درِ زنداں کے قریب پہنچ گیا تو دیکھا کہ شام کی عورتیں درِ زنداں پر کھڑی ہوئیں تھیں، زینبؑ نے عماری کے پردے کو اُلٹ کر آواز دی شام کی رہنے والیو اللہ تمہارے بچوں کو آباد رکھے، ایک چھوٹی سی بچی کو زندانِ شام میں چھوڑ کر جارہے ہیں، اس گھر میں ہماری بچی کی قبر ہے، جب کاروبارِ دنیا سے فرصت پانا، میری بچی کی قبر پر آ کر شمع جلا دیا کرنا، کبھی چراغ جلا دیا کرنا۔ ہائے سکینہؑ، ہائے عباسؑ!

پانچویں مجلس

اُولِی الاَمر

سیرتِ امام محمد باقر علیہ السلام، ذکرِ جنابِ اُمِّ لیلیٰ سلام اللہ علیہا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے، درود وسلام محمدؐ وآلِ محمدؐ کے لئے

عشرۂ ثانی کی پانچویں تقریر ''سیرتِ معصومینؑ'' کے موضوع پر آپ حضرات امام بارگاہِ شہدائے کربلا میں سماعت فرمارہے ہیں۔

یہ بانیانِ مجلس کی طرف سے اطلاع دی گئی تھی کہ آج سے ہمارے یہاں پانچ مجالس کا سلسلہ (خمسہ مجالس) شروع ہو رہا ہے اس لئے یہ مجلس پہلے کرنی ہے تاکہ نو بجے اُن کے گھر پہ خطاب کرسکیں لیکن کل رات ہی کو شاید یہ اطلاع مل گئی کہ وہ ذاکر شاید ہندوستان سے آنے والا تھا اور وہ تشریف نہیں لائے، مجھے پتہ چلا وہ مجلسیں نہیں ہوں گی نو بجے والی تو بانیانِ مجلس نے سوچا کہ ہم اپنا ٹائم کیوں بدلیں تو اس لئے اُس ہی ٹائم پر مجلس شروع ہوئی، اگر آپ حضرات کو کوئی زحمت ہوئی ہو تو بانیانِ مجلس آپ سے معذرت طلب ہیں۔

یہ آپ کے سامنے سیرتِ معصومینؑ پر ہم آج اللہ کا شکر ہے کہ پانچویں منزل تک پہنچ گئے۔ اب پانچ مجلسیں اور رہ گئیں اس سلسلے کی، امید ہے کہ اس

موضوع کا کسی نہ کسی طرح میں حق ادا کر دوں گا۔ کوشش کروں گا اور اپنے بچوں اور جوانوں تک کچھ نہ کچھ سیرتِ کے کچھ گوشے کچھ پہلو آئمہ طاہرین کے اس لئے کہ ساتھ اُس کے بھی تعداد میں پیش کر رہا ہوں سیرتِ معصومینؑ کو ہر دَور میں عملی نمونہ بنا کر پیش کرنے کے لئے اور عالمِ انسانیت کی ہدایت کے لئے قدرت نے یہ انتظام رکھا کہ کوئی دَور حجت سے، ہادی سے خالی نہیں رکھا تا کہ انسان اپنی سیرت کو اگر نیکیوں میں ڈھالنا چاہے تو مڑ کر پلٹ کر معصومینؑ کی سیرت کو دیکھے۔ اگر اُس پر مصیبتیں پڑی ہیں وہ زمانے کی مصیبتوں سے گھبرائے نہ۔ بلکہ معصومین کی سیرت کو دیکھئے۔ اگر وہ معاشرے میں ایک بہترین اور خوبصورت زندگی گزارنا چاہتا ہے تو وہ سیرتِ معصومینؑ کا مطالعہ کرے۔ اُن کے حالاتِ زندگی سنے اور اس لئے قدرت نے یہ انتظام کیا کہ دیکھو کتنی اہم ہے یہ بات کہ ہم تمہارے لئے اگر اپنی اطاعت رکھ رہے ہیں اور رسولؐ کی اطاعت کو واجب قرار دے رہے ہیں تو اُولی الامر کی اطاعت کو بھی ہم واجب قرار دے رہے ہیں تا کہ تم پابند ہو جاؤ۔ أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ۔ اُولی الامر کی اطاعت کو بھی ہم واجب قرار دے رہے ہیں تا کہ تم پابند ہو جاؤ۔ أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ نہ اللہ اور رسولؐ کے درمیان فصل ہے اور نہ رسول اور امام کے درمیان کوئی فاصلہ ہے اور اطاعت جو ہے بلا فصل ہے، بیچ میں کوئی اور اطاعت نہ آنے پائے، ساری اطاعتوں سے برأت اختیار کر کے دوری اختیار کر کے اُولی الامر سے تمہیں مودّت اور محبت کا ثبوت دینا پڑے گا اور اطاعت اس ہی طرح ہو سکتی ہے کہ تم اُس کا کلمہ بھی پڑھو اور اُس کی سیرت کو اپنے لئے نمونہ عمل بھی بنا لو، جو وہ کہے

اُس پر عمل کرنے کی کوشش کرو اور آپ اگر دیکھیں گے کہ دنیا نے رسولؐ اور اللہ کی اطاعت کو تو جو سمجھا وہ سمجھا، نہ رسولؐ کی اطاعت میں کوئی تاریخی گھپلا کیا، نہ باپ کی اطاعت میں کوئی گھپلا کیا، یہاں آ کر تاریخ نے موڑ دیا۔ رسولؐ کچھ اور کہہ رہا تھا کہ میرے بعد اُولی الامر یہ ہوں گے، اُن کے پہلا یہ ہوگا، آخری یہ ہوگا، اوسط یہ ہوگا، اُن سب کے نام بتا رہا ہوں۔ لیکن دنیا نے یہ کہا کہ، ہم تو اپنا اُولی الامر بنائیں گے، بنا وہ بنا، یہ بنا، یہ بنا، یہاں تک کہ ملکِ شام تک سلسلہ پہنچا، اب مسلمانوں کا اُولی الامر معاویہ بھی تھا، تو ظاہر ہے اُس کے بیٹے یزید کو بھی اُولی الامر ماننا پڑا، چھٹا اُولی الامر، جب اُسے بنایا تو اب یہ معیار بن گیا کہ جو تختِ حکومت پر آئے، جس کے پاس قہر و غلبہ ہو، جس کے پاس تخت و تاج ہو، وہی اُولی الامر اور نمازِ جمعہ کے خطبے میں تو اُسی کا نام پکارا جائے گا اللہ اور رسولؐ کے بعد اور پکارا گیا۔ تاریخ میں ہے کہ عبدالملک بن مروان، منصور دوانیقی کو بھی اُولی الامر مانا گیا، مامون رشید کو بھی مسلمانوں نے اُولی الامر مانا، متوکل جیسے ظالم کو بھی اپنا اُولی الامر مانا، معتصم باللہ، مستنصر باللہ سب کو مانا اور سلسلہ بڑھتا گیا، ترک تاتار اور آلِ عثمان کے خلیفہ کے بعد ہندوستان میں جو شہنشاہی آئی تو پھر یہاں کے بادشاہوں کو بھی اُولی الامر مانا گیا، غزنوی خاندان اور غوری خاندان، خلجی خاندان میں، علاء الدین خلجی کو بھی اپنا اُولی الامر مانا، جلال الدین خلجی کو بھی اپنا اُولی الامر مانا، پھر تغلق خاندان آ گیا تو محمد تغلق کو بھی اپنا اُولی الامر مانا پھر اُس کے بعد غلام خاندان شروع ہوا تو قطب الدین کو بھی اپنا اُولی الامر مانا اور التمش کو بھی اُولی الامر مانا اور ظاہر ہے بیچ میں ایک عورت آ رہی تھی رضیہ سلطانہ اُس کو بھی اُولی الامر مان لیا، ایک عورت کو بھی اُولی الامر مانا اور اُس کے بعد جب

سلسلہ دکن میں ہندوستان میں اور مغلوں کا شروع ہوا تو جیسا کہ کل کہا تھا کہ بابر کو بھی اُولی الامر مانا، تیمور کو بھی اُولی الامر مانا، ہمایوں کو، اکبر کو، جہانگیر کو، شاہ جہاں کو، عالمگیر اورنگ زیب کو اور اُس کے بعد بہادر شاہ ظفر تک سلسلہ آیا۔ یہاں ختم ہوا تو ترکی میں پہنچا اور وہاں بھی جب آلِ عثمان کی آخری خلافت ختم ہوگئی، آخری اُولی الامر مر گیا تو سب یتیم ہوگئے اپنے اُولی الامر سے، اب سب لوگ ایسے ہی مرتے چلے گئے بغیر اُولی الامر کے۔ کل میں نے جملہ کہا تھا کہ اب اس ابتدائی دَور میں، اب سمجھ بوجھ کے جہنم میں تو نہ جاؤ۔ اب ایک اُولی الامر بنادو، علماء کمیٹیاں بن چکی ہیں، سعودی عرب ہے، ترکی ہے، لبنان ہے، لیبیا ہے، حبش ہے، پاکستان ہے، بس سب جگہ کے نمائندے اکٹھا ہو جاؤ اور یہ فیصلہ کرلو کہ ایک کے سر پر اُولی الامر کا تاج جو ہے پہنا دو اور جو زیادہ بڑا ہو، جو زیادہ خدمت کر رہا ہو اور جو واقعی اپنے آپ کو چاہ رہا ہو کہ اُولی الامر بن جاؤں تو اُسی کو بنا دو، جو زیادہ یہ دعویٰ کر رہا ہو کہ میں تبلیغِ دین میں سب سے زیادہ حصہ لے رہا ہوں، اب تک تو وقار صحیح نہیں ہوسکا اسلام کا، میں کہوں گا اُسے اُولی الامر بنادو، اُسی کی اطاعت کرو، مان لو جب وہ مر گیا تو دیکھا جائے گا، ابھی تو جہالت کی موت نہ مرو ابھی تو گمراہی کی موت نہ مرو، لیکن اگر دیکھ لیتے کہ رسولؐ کیا کہہ رہا تھا، آیت نازل ہوئی تو ظاہر ہے تشنہ تو نہیں رہ سکتی تھی، اطاعت کرو اُولی الامر کی تو فوراً جا کے ابوذرؓ، سلمانؓ نے پوچھ لیا کہ تعارف کروایئے کہ کون ہے اُولی الامر، آپ کو بھی پہچانا، آپ کی ذات کو سمجھا، اللہ کی اطاعت کو سمجھا، اب ذرا اُولی الامر کا تعارف کروادیجئے تو سامنے سے علیؑ آرہے تھے کہا جابر یہ ہے تمہارا اُولی الامر، پہچان لو میرے بعد اس کی اطاعت کرنی

ہے، اب سلسلہ شروع کیا، بتانا شروع کیا کہ اس کے بعد یہ ہوگا اس کے بعد یہ ہوگا، ایک ایک نام بتایا کہ اتنے آئیں گے تو آپ یقین کریں کیونکہ بارہ کا نام لیا تھا رسولؐ نے تو تاریخ میں ہمیشہ ردّ و بدل ہوئی کہ کسی طرح بارہ چن لیں، کسی طرح بارہ اُولی الامر بنا دیں، لیکن بارہ بن نہ سکے اس لئے کہ بیچ میں یزید پھنس جاتا ہے، اب اگر مسلمان یزید کو بنائیں تو بُری طرح پھنس جاتے ہیں اور یزید کو سلسلے سے نکال نہیں سکتے، اگر نکالتے ہیں تو پھر اُس کی جگہ پر کسی کو تو لانا پڑے گا، اب کربلا کی اہمیت معلوم ہوئی، بھئی سمجھی کربلا کی اہمیت کہ اگر علیؑ کے مقابلے پر کوئی ہے تو یہ بھی صحیح وہ بھی صحیح، حسنؑ کے مقابلے پر کوئی ہے تو یہ بھی صحیح وہ بھی صحیح لیکن جب حسینؑ آ کر کھڑے ہو گئے تو اب حیرانی ہے کیا کریں، حیرانی کیا ہے اب کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں، کس کو بلائیں۔ اب پتہ ہے اس لئے ہادی بھی نہیں کہہ سکتے، اب تو کُھل کر یہ کہنا پڑے گا کہ اُس دور میں اگر کوئی حق پر تھا تو وہ حسینؑ تھے اور جب حسینؑ تھے تو اُس کا بھائی بھی تھا حق پہ اور جب اُس کا بھائی حق پر تھا تو اُس کا باپ بھی تھا حق پر اور جب حسینؑ نے یزید کی بیعت نہیں کی تو اُس کے بھائی نے بھی نہیں کی ہوگی اور اُن کے باپ نے بھی بیعت نہیں کی ہوگی اُولی الامر کسی کی بیعت کرتا نہیں، حسینؑ کی اطاعت کرنا پڑے گی، اُن کی بیعت کرنا پڑے گی، اب یہ دوسری بات ہے کہ کوئی باغی ہو جائے اور جو باغی ہو جائے گا اُس کا فیصلہ آرام سے ہو جائے گا۔ مشکل کیا ہے، تاریخ خود فیصلہ کرے گی کہ بھئی علیؑ کے مقابل اگر کوئی آئے گا تو بس دیکھنا یہ ہے کہ علیؑ کو کوئی فرقہ چھوڑ نہیں سکتا نہ سنّی چھوڑ سکتے ہیں، نہ شیعہ چھوڑ سکتے ہیں، نہ صوفی چھوڑ سکتے ہیں اور اگر علیؑ کو کوئی فرقہ چھوڑ دے تو دائرۂ اسلام سے

خارج ہو جائے گا۔ اگر شیعہ پہلا نہ مانے تو دائرۂ اسلام سے خارج ہے، اگر سنّی چوتھا نہ مانے تو دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ اگر سُنّی چوتھا نہ مانے تو وہ دائرے اسلام سے خارج ہے تو وہ چوتھا مانے اعلیٰ نہ مانے، علیؑ کو پہلا خلیفہ نہ سمجھے تصوف کے سلسلے میں تو وہ گیا دائرے اسلام سے، تو اب پوچھنا یہ ہے کہ ہر دور کے مسلمانوں نے علیؑ کو اگر پہلا مانا تو حق پر، چوتھا مانا تو حق پر یا صوفیا کے سلسلے میں مانا تو حق پر، تو بس یہ پوچھنا ہے کہ معاویہ علیؑ کو پہلا مان رہا تھا یا چوتھا مان رہا تھا، اگر پہلا مانا تو ہے دائرۂ اسلام میں اگر چوتھا مانا تو ہے دائرۂ اسلام میں اور جو نہ پہلا مانے نہ چوتھا مانے تو پھر گیا کہاں تو پچھلے سال میں نے ایک محاورہ اُردو کا، جب اُردو محاوروں پر مجلس پڑھی تھی روفی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، ان کی انجمن کا نام میں بھول گیا تو میں اُس میں اُردو محاوروں پر مجلس پڑھی تھی اور اس محاورے کو میں نے دیا، اس محاورے کو غور سے سمجھیں کہ تین میں نہ تیرہ میں ستلی کی گرہ میں بقول مسلمانوں کے تیرہ تو وہ ہو گئے اصحابِ عشرۂ مبشرہ وہ جنّت میں جائیں گے اور تین وہ ہو گئے جو ہیں جنّتی، تو یہ چوتھا جو ہے یہ علیؑ کے مقابل شام کے میدان میں کھڑا ہوا ہے، آیا ہے لڑنے کے لئے تو یہ تین میں ہے نہ تیرہ میں یہ ہے کہاں اُٹھ کے بات کرے نہ یہ تین میں ہے نہ تیرہ میں، اس کو جنّت ملے گی یا نہیں تین میں نہ تیرہ میں تو گیا کہاں تو اب محاورہ یہ ہے وہ اُردو کے لغت میں آ گیا اور جب آ گیا جب محاورہ آ گیا تو اب کیا کریں، ہم تو ظاہر ہے ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا کہ کوئی خطائے اجتہادی سے بچ کے نکل نہیں سکتے لیکن ماننا پڑے گا کہ اُولی الامر علیؑ ہے اور رسولؐ نے یہ نہیں کیا کہ آئے جب اُسی وقت تعارف کروا کے کہا اسے پہچان لو یہی اُولی الامر ہے بلکہ ہر موقع پر بتایا کہ

پہچانتے رہو، یاد دہانی کراتا رہوں گا، ہر مقام پر یاد دہانی کراؤں گا، جتنی جنگیں ہوئیں اُس میں رسولؐ نے یہ اہتمام کیا کہ پہلی جنگ بدر اور آخری حنین، بدر میں جنگِ بدر میں علیؑ کی کوئی فضیلت بیان نہیں کی، کوئی فضیلت نہیں، حالانکہ جتنے لشکر کو پورے لشکر نے مل کر مارا تھا کافروں کو تو اتنی ہی تعداد میں علیؑ نے تنہا مارا، کتنی بڑی فضیلت لیکن جب گئے لڑنے کے لئے حمزہؑ اور حارث کے ساتھ ابوعبیدہؓ کے ساتھ تو اُس وقت کوئی بھی فضیلت بیان نہیں کی نہ کوئی تعریف کی، کون جا رہا ہے، کیا ہے نہ تعارف کچھ نہیں، گئے آئے، جب بھی کوئی تعریف نہیں کی، حالانکہ کتنا بڑا کارنامہ تھا، حنین میں تنہا بارہ ہزار کے لشکر کو بھگایا، جنگ کی جبکہ پورا لشکر منہ موڑ کر جا چکا تھا، تو جب جائے تو یعنی جب بھی کچھ نہیں کہا اور جب واپس آئے فتح کر کے جب بھی کچھ نہیں کہا لیکن درمیانی جتنی لڑائیاں ہیں، خیبر میں بھیجا تو کہا کل علم اُس کو دوں گا جو کرّار ہوگا، غیر فرّار ہوگا، مرد ہوگا اور جب واپس آئے لڑ کے، فتح کر کے، حارث، عنتر، مرحب کا سر کاٹ کے، درِ خیبر کو اُکھاڑ کر، یہودیوں کو بھگا کر، جب واپس آئے فتح پا کر تو اب کہا کہ یا علیؑ وہ فضیلتیں آج تمہاری بیان کرتا خدا کی قسم کہ تم جدھر سے گزرتے لوگ تمہاری خاکِ قدم اُٹھا کے آنکھوں سے لگاتے لیکن ڈرتا ہوں کہ قوم تمہارے بارے میں وہی نہ کہنے لگے جو عیسیٰؑ اور مریمؑ کے بارے میں عیسائی کہتے ہیں۔

تو اب فضیلت جاتے ہوئے بھی، آتے ہوئے بھی لیکن یہ پہلی جنگ میں کچھ نہیں کہا، کیوں نہیں کہا بات یہ تھی کہ پہلے موقعے پر، موقع دیا کہ کچھ نہیں کہہ رہا کوئی فضیلت نہیں بیان کر رہا، یہ فضیلت دیکھ لو جو علیؑ نے پائی ہے، اگر تم کو یہ حاصل کرنی ہے، میدانِ جنگ میں جم کر لڑنا ہے اور بھاگنا نہیں ہے تو پھر دیکھنا

کہ میں کیا کیا انعام دوں گا، اب جب کوئی نہیں آیا اور اُحد میں بھاگ گئے'' تو اللہ نے لا فتیٰ اِلّا علی لا سیف اِلّا ذُوالفقار سند عطا کی اور رسولؐ نے بھی انعام دے دیا۔ اب پھر موقع دیا خندق میں جاؤ، نہیں خیبر میں جاؤ، لیکن بھاگتے رہے، تو اب بھی علیؑ کو فضیلت دی گئی، پہلی بار موقع دیا تھا، اب جو موقعے کو نہیں حاصل کیا، ظاہر ہے کہ اب علیؑ سامنے آئیں گے، تو فضیلتیں لے جائیں گے، خندق میں بھی فضیلتیں، آتے میں دیں اور جاتے میں بھی اب میں عرض کروں گا، اب حنین کا موقع آیا تو عہد کی آخری لڑائی، رسولؐ نے کہا، یہ ہے بھئی آخری لڑائی، اب اگر کچھ پانا ہے تو اس میں پالو تم، اُس میں بھی بھاگ گئے اور فضیلت نہیں لی تو رسولؐ نے یہ کہا کہ فضیلت تو بچا کر رکھ لی تھی تمہارے لئے، ظاہر ہے اب علیؑ کو میں کیا دوں، اس لئے کہ سب کچھ تو عطا کر چکا، اب کچھ فضیلت میدانِ جنگ کی بچی ہی نہیں تھی اس لئے حنین میں جاتے ہوئے کوئی انعام دیا نہ آتے ہوئے کوئی انعام دیا۔ فضیلتیں ختم ہو چکی تھیں جنگِ خندق جاتے ہوئے کیا کہا کُلِ ایمان کُل کفر سے لڑنے جا رہا ہے، بات ہی ختم کر دی۔ رسولؐ نے تو کوئی جو ہے بس یہ ہے اور یہ کل کفر کے مقابلے میں جا رہا ہے اور جب واپس آئے تو کہا علیؑ کی ایک ضربت ثقلین کی عبادت سے افضل ہے، یہاں بھی خاتمہ کر دیا، وہاں ایمانِ کُل ایک جگہ کر دیا، یہاں عبادتیں ایک جگہ کر دیں، کہا عبادتِ ثقلین جو ہے وہ اُس پر بھاری ہے، علیؑ کی ایک ضربت، علیؑ کی ایک ضربت اور ثقلین کی عبادتیں ایک طرف اُس میں ملائکہ کے بھی سجدے اُس میں جنوں کے بھی سجدے، اُس میں انبیاء اور اولیاء کے بھی سجدے، اُس میں انسانوں کی بھی نمازیں، سب ایک طرف، علیؑ کی ایک ضربت ایک طرف اور

جاتے ہوئے کیا کہا کہ سارا کفر ایک طرف اور سارا ایمان ایک طرف کہا کہ اتنی بڑی فضیلت دی کیوں یہ اس لئے دی کہ سورۂ احزاب میں اللہ نے بتا دیا کہ دیکھو اُس وقت کو یاد کرو جب زمین سے لشکر اُبل رہے تھے، پہاڑیوں سے لشکر چلے آ رہے تھے اور تم سب مل کر رسولؐ سے یہ کہہ رہے تھے بیٹھے ہوئے کہ آج تو اللہ نے بھی دھوکا دیا اور اللہ کے رسولؐ نے بھی دھوکا دیا اور اُس وقت جب رات کو رسولؐ نے یہ کہا سلمانِ فارسیؓ سے کہ خندقیں کھودو تا کہ ایسا نہ ہو کہ رات کو دشمن حملہ کر دے رمضان کے زمانے میں یہ لڑائی ہوئی اور صاحب سردی اتنی تیز تھی، آپ یقین کریں کہ صحرا کی سردی، عرب کی سردی اور اُس سردی کے عالم میں تمام مسلمانوں سے یہ خندقیں کھدوائیں رات بھر اور دن بھر کی سردی میں خندقیں کھدوائیں، یہ خندقیں کیوں کھدوائیں رسولؐ نے کبھی ایسا نہ ہو کہ رات کو دشمن حملہ کر دیں یا دن کو دشمن پھاند کر اِدھر آ جائیں تو حفاظت کے لئے لیکن ہوا یہ کہ اتنی محنت سے کھودی ہوئی خندقیں، صبح جو ہوئی، کافروں کا سردار تھا عمر ابن عبدِوَد، وہ خندق پھاند کر رسولؐ کے خیمے کے پاس آ گیا اور اُس نے اپنا نیزہ رسولؐ کے خیمے میں چبھو دیا اور چبھو کر آواز دی کہ ہے تم میں کوئی جو نکلے، میرے مقابل آئے، میرے مقابل پر اب وہ پکار رہا ہے، کیا کہتا ہے، بھئی تمہارا تو مسلمانو یہ عقیدہ ہے کہ اگر تم مجھ کو مارو گے تو غازی بنو گے، جنّت میں جاؤ گے اور میرے ہاتھ سے قتل ہو جاؤ گے تو شہید کہلاؤ گے، پھر بھی جنّت میں جاؤ گے، تمہارے پاس دونوں طریقوں سے جنّت ہے، آؤ مقابل مارو یا مر جاؤ، غازی بنو یا شہید بنو، جنّت لے لو اب جو دیکھا ایک کافر، ایک مشرک، عقیدۂ جنّت کو للکار رہا ہے اور مسلمانوں کا کیا عالم ہے قرآن کہتا ہے ایسا لگتا ہے کہ

سروں پر طائر بیٹھے ہیں اور آنکھیں جو ہیں وہ اُلوؤں کی طرح گردش کر رہی تھیں، آنکھیں جو تھیں وہ گھوم رہی تھیں، یہ اللہ نے کیا محاورہ استعمال کیا کہ ایسا لگتا تھا کہ سروں پر طائر بیٹھا ہوا ہے، بچّوں کو سمجھا دوں کہ سروں پر طائر کا بیٹھنا کیا ہے، آپ نے اکثر دیکھا ہوگا دیہاتوں میں، کراچی میں بھی کہیں نظر آیا ہوگا، کسی میدان میں کہ گائیں اور بھینسیں چر رہی ہیں یا بیٹھی ہوئی جگالی کر رہی ہیں تو ایسے میں کوّا آیا کوئی چڑیا اُڑ کے آ کے بھینس کے یا گائے کے سر پر بیٹھ جائے اور وہ بیٹھنے کے بعد گائے یا بھینس کے کان میں اپنی چونچ سے کھانا شروع کرتی ہے۔ چڑیا یا کوّا تو جس وقت کوّا یا چڑیا آ کر اُس کے سر پر بیٹھتا ہے بھینس یا گائے کے تو وہ جگالی روک دیتی ہے اور سر کو ہلاتی نہیں کیوں اس لئے کہ کوا اُڑ جائے گا تو کان کون صاف کرے گا تو گائے یہ چاہتی ہے کہ کوّا بیٹھا رہے اور میں ہلوں نہ ورنہ ہلوں گی تو یہ اُڑ جائے گا تو وہ کان کو صاف کرتا رہتا ہے کیا مطلب یعنی اپنے کو ساکت کر لیتا ہے جب سر پر طائر بیٹھا تو جانور نے اپنے کو ساکت کیا۔ اللہ نے کہا کہ تمہارے سروں پر بھی طائر بیٹھ گئے تھے۔ سب ساکت ہو گئے تھے، عمر ابن عبدِوَد یہ پکار رہا تھا اور ان کے سروں پر طائر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک پکار رہا تھا آؤ اور رسولؐ کیا کہہ رہے تھے کون جائے گا اس کے مقابلے پر۔ پہلی بار رحمۃ اللعالمین کی زبان سے یہ لفظ نکلا کہ کون ہے کہ جو اس کتّے کی زبان کو قطع کر دے، یہ کیوں کہا اس پر غور کریں آپ یعنی جو خیمۂ رسالت تک آ کر حملہ کر دے وہ کتّا ہے جو خیمۂ رسالت پر حملہ کر دے وہ رسولؐ کی نظر میں کتّا ہے اور دوسری بات کیا بتائی دوسری بات یہ بتائی کہ یہ ایک عقیدے کو للکار رہا ہے اس لئے اس کی زبان کو قطع کر دو۔ یعنی عقیدۂ جنّت کو

جھوٹا ثابت کرنا چاہتا ہے اور رسولؐ نے کہا کون جائے گا اس کے مقابل جاؤ بھی اور جو جائے گا آج اس کے مقابل پر آنے والے دور میں میرا وصی اور جانشین بنے گا اور ذرا غور کریں جس کا دل چاہتا وہ اُٹھ کے چلا جاتا اس لئے کہ یہ یقین ہونا چاہئے تھا کہ مقابلے پر جائیں گے تو فاتح بن کر آئیں گے اس لئے کہ کسی کی لاش تھوڑی وصی اور جانشین بنے گی۔ رسولؐ کے قول میں چھپا ہوا تھا کہ وہ فاتح بن کر آئے گا۔

اور صاحب کوئی نہیں اُٹھا، بجائے اس کے یہ ہوا دشمنوں میں کچھ ایسے تھے جو اُس کا قصیدہ پڑھنے لگے کیا قصیدہ پڑھنے لگے کہ یا رسولؐ اللہ اس کے مقابل کون جائے گا اور ہم ایک بار اپنے قافلے کے ساتھ جا رہے تھے یہ بھی ساتھ میں تھا ایسے میں صحرا میں ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا یہ اتنا بہادر ہے کہ ڈاکوؤں کے مقابلے میں اُونٹ کے بچّے کو سپر بنالیا، جو اُونٹ کے بچّے کو ہاتھ میں اُٹھالے اس کے مقابل کون جا سکتا ہے۔ اب آپ نے دیکھا رسولؐ کے پہلو میں بیٹھ کر بھی کافر سرداروں کی تعریفیں ہوا کرتیں تھیں، قصیدے پڑھے جاتے تھے تو پہچان لیجئے کہ یہودی سازشیں کہاں کہاں کام کر رہی تھیں۔

رسولؐ کے دَور سے شروع ہوگئیں تھیں اور اب جب رسولؐ بار بار پکار رہے ہیں تو علیؑ یہ کہتے ہیں میں جاؤں گا اور رسولؐ اللہ نے بازو دبا دیا کہا بیٹھ جاؤ۔ پھر آواز دی۔ اب یہ تین بار کی کیا بات ہے یعنی تین بار کہا ایک بار کہا جاؤ بھی کون جائے گا پھر دوسری بار کہا پھر تیسری بار کہا ایک بار اور کہہ دیجئے یہ تین ہی بار تین آدمیوں کو کیوں پکارا جا رہا ہے۔ جاؤ جاؤ جاؤ اور پھر چوتھی بار علیؑ سے کیوں کہا جاؤ۔

اب رسولؐ اللہ سے یہ پوچھنا ہے ایک بات بلکہ دو باتیں پہلی بات تو یہ پوچھئے کہ بھئی یہ آپ نے محنت سے خندقیں کیوں کھدوائیں تھیں روزے میں اور اتنی سردی میں تو رسولؐ یہ کہیں گے اگر رسولؐ یہ کہہ دیں خدانخواستہ کہ دشمنوں سے حفاظت کے لئے وہ تو یہ کہا جاسکتا ہے رسولؐ سے وہ تو پھاند کر آ گیا کہ دشمن تو پھاند کر آ گیا۔ جس کی حفاظت آپ چاہتے تھے لشکرِ اسلام کی حفاظت ہو دشمن اِدھر نہ آئے وہ تو پھاند کر آ گیا تھا اندر تو کھدوانے کا کیا فائدہ ہوا تو رسولؐ یہ کہیں گے بھئی دشمنوں سے حفاظت کے لئے نہیں کھدوائی تھیں یہ خندقیں دشمن کے لئے نہیں کھدی تھیں بلکہ اپنوں کے لئے کھدیں کیا مطلب یعنی رسولؐ یہ بتانا چاہ رہے تھے کہ بدر میں بھاگ گئے، اُحد میں بھاگ گئے، خیبر میں بھاگ گئے، یہ خندقیں کھدوا دیں تا کہ بھاگ کے مدینے نہ جاسکیں۔ اپنوں کے لئے کھدوائی دشمنوں سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔ علیؑ جیسا پہلوان ساتھ ہے ہمیں کیا خطرہ۔ وہ تو اُن کے لئے کھدوائیں کہ یہ بھاگ کے نہ جانے پائیں اور بھاگتے تو اونچی پہاڑی پر جاتے، پناہ لینے کے لئے تو آج تو میں ان کو جانے نہیں دوں گا اچھا بھئی روکا کیوں آپ نے یہ روکنے کی کیا ضرورت ہے اس لئے اگر آپ نے اس لئے روکا ہے تا کہ مدد کریں گے تو پہلے اُنہوں نے کبھی مدد کی، اُحد میں مدد کی، بدر میں مدد کی، کبھی مدد کی نہیں روکنے کا فائدہ کیا ہوا اور کس مرض کی دوا بنا کر روکا ہے آپ نے تو اب رسولؐ اللہ کہیں گے کہ بات یہ ہے کہ یہ بدر میں بھاگ گئے اُحد میں بھاگ گئے، ہر جنگ میں بھاگ گئے ارے اُنہوں نے ہمارے شیر کو اب تک لڑتے نہیں دیکھا۔ آج روکا اس لئے ہے کہ دیکھو کُلِ ایمان کُلِ کفر کے مقابلے میں لڑتا کس طرح ہے۔ رُکو رُکو، اب لڑائی کا منظر دیکھو، رُکو ٹھہرو آج

تو دیکھ لو کہ ابوطالبؑ کا بیٹا جنگ کس طرح کرتا ہے۔ تو آج انہیں روک لیا اور علیؑ کو بھیج دیا تیار کر کے اپنے ہاتھ سے تیار کیا اور حد ہے کہ خیمے میں نعلین بھی پہنا دیں لیکن سر کا عمامہ سر پہ نہیں رکھا اور باہر آئے اور باہر آنے کے بعد مجمعے میں سب کو دکھا کر اپنے سر کا عمامہ اُتار کر علیؑ کے سر پر رکھا۔ اب تیار کیا علیؑ کو اور جب تیار کر چکے تو سلمانؓ نے مسکرا کر یہ پوچھ لیا کہ سارا لباس، سارے ہتھیار، سارے اسلحے اور زرہ سب کچھ خیمے میں اور یہ عمامہ اور خود مجمعے میں یہ کیا بات کہا بھئی یہ سب کو دکھا کے سر پر رکھا ہے عربوں کا تاج عمامہ ہوتا ہے جھگڑا جوتیوں پر نہیں ہوگا جو سامنے پہناتا، جھگڑا تو سر کے تاج پر ہوگا آج پہنا دیا۔ جھگڑا نہ کرنا۔

آج پہنا دیا ہے تمہارے سامنے اب جھگڑا نہ کرنا، خیر اب اُس کے بعد کیا کیا کہا کہ جاؤ دعا مانگی اے بارِ الٰہ تو نے اُحد میں ہم سے حمزہ کو لے لیا، بدر میں عبیدہ کو لے لیا اب یہ ایک ہمارا مددگار ہے اس کی حفاظت فرمانا، دعا فرما کے کہا جاؤ میدانِ جنگ میں جاؤ علیؑ چلے تو اب اِس شان سے چلے تاریخ لکھتی ہے کہ صاحب پیدل چلے ہر لڑائی میں وہ مرتجز اور ذوالجناح جو تھا وہ رہتا تھا ساتھ۔ بڑا وفادار گھوڑا ہے، وفادار گھوڑا بے چارہ اس جنگ میں نہیں گیا دیکھئے صاحب کتنا زبردست پہلوان وہ گھوڑے پر آیا ہے یہ پیدل جا رہے ہیں۔ حیدر آباد دکن میں مولانا سبطِ حسن صاحب اعلیٰ مقامہٗ خندق پڑھ رہے تھے۔ سنا میں نے اور اُن کی سوانحِ حیات میں بھی پڑھا، خندق پڑھ رہے تھے اور جب یہ جملہ کہا کہ صاحب علیؑ کو پیدل بھیجا تو نیچے بیٹھے تھے نظامِ دکن نظامِ دکن کا یہ عالم تھا کہ ذاکر اگر غلط پڑھ دے تو وہیں سے ٹوک دیتے تھے۔ سوال کر دیتے تھے اب دیکھئے کیا پوزیشن کہ اتنا بڑا ذاکر، خطیبِ اعظم تو آپ کو فن خطابت اُن سے ملا ہے وہ

پڑھ رہے ہیں اور نظامِ دکن نیچے سے ٹوک رہے ہیں۔ کہا مولانا ذرا یہ بتائیے کیا لشکرِ اسلام میں کوئی گھوڑا نہیں تھا جو علیؑ کو پیدل بھیج دیا۔ یہ بچے بہت غور سے سنیں۔ اُن کے لئے تبرکات بیچ میں سنا دیتا ہوں۔ پرانے ذاکرین کے جلسے میں شعر سنا دیتا ہوں دونوں چیزیں نظم ونثر کے تبرکات بچوں اور جوانوں کو دے دیتا ہوں۔ اُنہوں نے کہا گھوڑا نہیں تھا کوئی رسولؐ کے پاس جو پیدل بھیجا۔ بڑا مشکل تھا تو فوراً جواب دیا۔

یہ نکتہ کسی کتاب میں نہیں لکھا ہے، لیکن کیا کہنا ذہانت کا اور کیا کہنا فنِ خطابت کے عروج کا اور ارتقا کا تو بے اختیار مڑ کر کہا کہ نظام دکن گھوڑے بہت تھے لیکن چونکہ کُلِ ایمان کہہ کر بھیجا تھا تو علیؑ سر سے پیر تک ایمان تھے، گھوڑے پر بٹھاتے تو ایمان میں گھوڑا شامل ہو جاتا۔ کیا کہنے، کُل ایمان میں گھوڑا شامل ہو جاتا اور تلوار کو اس لئے ساتھ کیا کہ وہ کُلِ ایمان میں شامل تھی اس لئے کہ وہاں سے نازل ہوئی تھی۔

تو مولا علیؑ چلے اور اب میدانِ جنگ میں آئے اُدھر تو میدانِ جنگ میں گئے اُدھر سے عَمر ابنِ عبدِوُد مقابل میں آیا۔ رجز شروع ہوا اُس نے تین باتیں پیش کیں کہ مدِّمقابل میں جو آدمی ہوتا ہے اُس سے تین باتیں پوری کیا کرتے ہیں۔ پہلی بات تو اُس نے یہ کہی کہ تمہارے باپ کا کیا نام ہے انہوں نے کہا کہ ابو طالبؑ تو اُس نے کہا کہ ارے جوان تُو ابو طالبؑ کا بیٹا ہے فیصلہ اُس نے کیا۔ آپ بحث آج کر رہے ہیں سنئے فیصلہ خندق میں علیؑ نے کر دیا تھا اُس نے کہا ارے تو ابو طالبؑ کا بیٹا ہے وہ تو میرے دوست تھے پرانے۔ میں اپنے دوست کے بیٹے سے نہیں لڑوں گا، کیا جواب دیا ہے مولا نے کہا کیا بکتا ہے عمرو

عبدِوُد ارے کفر اور ایمان میں دوستی نہیں ہوتی۔ تو یہ کُلِ ایمان کہہ رہا ہے تو کُلِ ایمان کے باپ کا مرتبہ کیا ہوگا۔ کیا بک رہا ہے تُو تو کافر ہے تیری دوستی میرے باپ سے نہیں ہوسکتی ہے اور اُس کے بعد وہ کہتا ہے تین باتیں پوری کرتا ہوں۔ دو آپ نے کہا واپس چلا جا اُس نے کہا نہیں جاؤں گا، مذاق اُڑے گا، کہا اچھا تو پھر ایسا کر کہ میں پیدل ہوں تو گھوڑے پر سوار ہے اُتر کے جنگ کر۔ کہا ہاں یہ منظور ہے اُترا اور اُترتے ہی اُس نے تلوار کا وار بھی کیا تو ایک ہی وار میں گھوڑے کے چاروں پیر کٹ گئے، علیؑ خاموش۔ اب آپ نے دیکھا کہ اگر جانور بھی کفر کے ساتھ آ رہا ہے تو کُفر اُس سے بھی وفا نہیں کرتا۔ یعنی اپنے پرانے ساتھی کے پیر قطع کر دیئے یہ اُس کی سیرت ہے یہ علیؑ کی سیرت ہے اب اِدھر معصوم کی سیرت دیکھیں کُلِ ایمان کی سیرت دیکھیں اور اُدھر کُلِ کفر کی حالت دیکھیں۔ یہاں سیرت یہ ہے کہ سینے پر سوار ہو گئے منہ پر تھوک دیا تو اُتر آئے یہ ہے عدل یہ ہے صداقت یہ ہے سیرتِ معصوم اور جب پوچھا ارے کیا غضب کیوں چھوڑ دیا، اِدھر بعد میں پوچھا گیا علیؑ آئیں تو پوچھ لینا کہا بھئی اُتر اس لئے گیا تھا کہ غصہ آ گیا تھا۔ لعابِ دہن چہرے پر پھینکا تھا اگر غصے میں قتل کرتا تو اس جہاد میں میرا غصہ شامل ہو جاتا۔ خدا کے لئے یہ قتل نہ ہوتا میرا ذاتی فعل بن جاتا۔ جب غصہ میرا سرد ہو گیا تو جا کر میں نے سر قطع کر دیا لیکن جو جنگ ہوئی تو مبصرین نے لکھا کہ جیسے ہی لڑائی شروع ہوئی ایک گرد چھا گئی اور اُس گرد میں علیؑ بھی چھپ گئے عمرو بھی چھپ گیا اور یہاں رسولؐ نے کیا کیا خیمے میں بیٹھے رہے باہر نہیں نکلے باہر نہیں آئے خیمے میں بیٹھے رہے اور اعلان یہ کیا کہ آج علیؑ کی فتح کی خبر جو سب سے پہلے لائے گا وہ جنّت میں میرے ساتھ سب سے

پہلے جائے گا بس صاحب یہ سننا تھا کہ ایک دوسرے پر گرتے ہوئے میدان کی طرف چلے، بھاگتے ہوئے تیز۔ اب میدان میں جس کو جہاں جگہ ملی کوئی پہاڑی پر چڑھ گیا، کوئی ٹیلے پر چڑھ گیا، کوئی ببول کے کانٹوں کے درخت پر چڑھ گیا، کسی نے کھجور پر چڑھنے کی کوشش کی، کوئی کسی کی پشت پر چڑھ گیا کہ صاحب دیکھیں بس کسی طرح علیؑ کی فتح دیکھنی ہے سب تو بھاگ گئے دیکھنے فتح علیؑ کی۔ سلمان فارسیؒ خیمے میں بیٹھے رہے۔ کیا چالاک اور بہترین صحابی ہے۔ سیاستِ الٰہی کے نمائندے کو سمجھنے والا صحابی مسکرا رہا ہے۔ رسولؐ نے کہا سلمانِ فارسی تم نہیں گئے تمہیں جنّت نہیں چاہیے۔ کہا واہ رسولؐ اللہ جنّت کی لالچ میں مالک جنّت کو چھوڑ کر چلا جاؤں۔ آپ کیا چاہتے ہیں جنّت کی لالچ میں مالک جنّت کو چھوڑ دوں، مسکرائے خاموش ہو گئے۔ اب صاحب جب گرد جو تھی وہ چھَٹی تھوڑی دیر کے بعد اب جو گرد چھَٹی تو منظر یہ دیکھا کہ علیؑ جھومتے ہوئے آ رہے ہیں، ایک ہاتھ میں ذوالفقار ایک ہاتھ میں عمرو کا سر ذوالفقار سے تازہ لہو کی بوندیں ٹپک رہی ہیں اور اب مؤرخین نے لکھا کہ اس طرح چل رہے تھے کہ پھولتے تھے چلتے تھے سینے کو نکال کر چلتے تھے، جھومتے ہوئے چل رہے تھے۔ بعض مؤرخین نے لکھا کہ جنگل میں برستی ہوئی بوندوں میں جس طرح شیر جھوم جھوم کر چلتا ہے اُس طرح چل رہے تھے اور بعض نے یہ لکھا کہ لشکر والے اس طرح علیؑ کو دیکھ رہے تھے جیسے صبح کے ستارے کو دنیا دیکھتی ہے۔

چلے، یہ اِدھر سے چلے وہ اُدھر سے چلے ایک دوسرے پر گرتے ہوئے چلے کہ چل کے پہلے ہم خبر سنا دیں رسولؐ کو خبر سنا دیں رُسول کو اب ہر ایک شخص چاہتا ہے کہ پہلے میں خیمے میں پہنچوں اور بھاگتے ہوئے ایک دوسرے پر گرتے

ہوئے جلدی جلدی خیمے میں گھسے بے ادبی کے ساتھ اور ہانپتے کانپتے ہوئے کہا مبارک ہو یا رسولؐ اللہ علیؑ جیت گئے بس جیسے ہی انہوں نے کہا، کچھ انہوں نے کہا، کچھ انہوں نے کہا۔ جلدی جلدی ہر ایک چاہ رہا تھا کہ میری بات سن لیں تو ایسے میں رسولؐ اللہ نے بڑے اطمینان سے کہا کہ مجھے اطلاع مل گئی علیؑ نے فتح پائی تو کہا کس نے بتا دیا آپ کو؟ آپ تو خیمے میں بیٹھے تھے کہا سلمانؓ فارسی نے مجھے پہلے ہی بتا دیا تھا۔ مبارک ہو علیؑ نے فتح پائی۔ لیجئے صاحب جنّت گئی چلی گئی اتنا آسان راستہ رسولؐ نے بتایا تھا جب عمرو عبدِ وَد کہہ رہا تھا آؤ مجھے مارو گے تو جنّت لے لو گے یا مر جاؤ گے تو جنّت لے لو تو اتنی سخت جنّت لینے کو کوئی تیار نہیں تھا اور اتنی آسان کہ جانا ہے اور آنا ہے بھاگ کر آ کے کہنا ہے کہ مبارک ہو اور جنّت لے لینی ہے تو بتانا یہ تھا رسولؐ کو کہ سستی جنّت ملا نہیں کرتی اور ملتی ہے تو اُسی کو ملتی ہے کہ جو نفسِ مطمئنہ کا ساتھی ہو۔ تو اُسے ملے بجائے رسولؐ کے سلمانؓ کے اوپر یلغار، سلمانؓ تم تو خیمے میں تھے، تمہیں کیسے پتہ کہ علیؑ نے فتح پائی کہنے لگے میں نے خیمے سے دیکھ لیا تھا تمہارے آنے کا انداز یہ بتا رہا تھا چہروں کی خوشیاں یہ بتا رہی تھیں کہ علیؑ فتح یاب ہو گئے۔ میں نے جلدی سے کہہ دیا مبارک ہو علیؑ فتح پا گئے۔ نعرۂ صلوٰۃ۔

آپ نے دیکھا کہ اب یہاں پر اس موقعے پر رسولؐ یہ چاہ رہے ہیں کہ پہچنواؤں کہ اُولی الامر کون ہے۔ پہچان لو یہ ہے اُولی الامر اور اب تشنہ نہیں چھوڑا بلکہ نام بتا دیئے، اصحاب کی محفل میں ایک ایک کا نام بتایا۔ علیؑ میرے بعد اُولی الامر، اُس کے بعد حسنِ مجتبیٰؑ اُولی الامر پھر حسینؑ ابنِ علیؑ اُولی الامر اور پھر زین العابدینؑ یہاں پر رُکے اور کہا سنو اس کا لقب زین العابدینؑ اس لئے ہے

کہ محشر میں آواز دی جائے گی اس کو کہ اَین اَین زین العابدین تو میرا یہ چوتھا اُولی الامر بارگاہِ الٰہی میں آئے گا۔ اب اُس کے بعد آگے بڑھے، کہا سنو جابر میرے پانچویں اُولی الامر کا نام میرا نام ہوگا۔ اُس کی صورت میری صورت ہوگی، اُس کی رفتار اُس کی گفتار میری طرح ہوگی اور اُس کے بعد رُک گئے اور جابر کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور کہا جابر سنو تم زندہ رہو گے اُس وقت تک اور تم میرے پانچویں جانشین کو دیکھو گے اور جابر جب اُس کی خدمت میں پہنچنا تو میرا اسلام کہنا، اُس کا نام محمد ہوگا اور لقب اُس کا باقر ہوگا۔ پانچویں مجلس ہے آج پانچویں امام کی سیرت بیان کرنا ہے آج آپ کے سامنے۔

باقر کے معنی ہیں شگافتہ کر دینا، بیچ سے چاک کر دینا، شگافتہ کے معنی اور ہیں چاک کر دینے کے معنی اور ہیں۔ وہ لفظ جو اُردو میں ہے وہ استعمال نہیں کرنا چاہتا شگافتہ کے معنی شگافتہ کرنا اس لئے لقب پڑا کہ علم کے ایک ایک نقطے کو ایسے نقطے جو لا یتجزا تھے یعنی جن کے اور مزید ٹکڑے نہیں ہو سکتے تھے اُن علوم کو چاک کر کے دنیا کے سامنے رکھ دیا اور علوم کے سمندر د بہا دیئے۔ باقر علوم کا لقب پایا تو اب جا کے جب جانا خدمت میں تو میرا اسلام کہنا۔ اب جادو کا عالم یہ ہے صاحب کہ اُٹھتے بیٹھے یا باقر یا باقر کے نعرے اور قریب آتا جا رہا ہے۔ زمانہ اور لوگ دیکھتے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ باقر تو دیوانہ ہو گیا جابر دیوانہ ہو گیا۔ ہر وقت یا باقر کے نعرے لگاتا ہے تو جابر کبھی کبھی جواب دے دیتے تھے کہتے تھے ارے صحابیِ رسولؐ کو دیوانہ کہہ رہے ہو تم تو وہ ہو کہ جو رسولؐ پر ہذیان کی تہمت لگایا کرتے تھے تم لوگ وہ ہو تم، مجھ کو بھی دیوانہ سمجھتے رہو خود مخبرِ صادق نے کہا ہے میں دیکھوں گا اُسے اور پھر وہ دن آ گیا پہنچے خدمت میں اور جب پہنچے تو

مکان کے باہر پانچ برس کے معصوم بچے کو کھڑے پایا، دیکھتے ہی حیران ہو گئے۔ نگاہ میں صورت جو بسی ہوئی تھی رسولؐ کی بے اختیار کہا کہ شہزادے ذرا آگے بڑھو، شہزادہ آگے بڑھا کہا شہزدے ذرا پیچھے ہٹیے شہزادہ پیچھے ہٹا اور وہیں زمین پر بیٹھ گئے کہا خدا کی قسم وہی رفتار، وہی گفتار، وہی صورت، وہی شکل، آج میں نے دیکھ لیا آج میں نے پا لیا آج میں نے زیارت کر لی پانچویں اُولی الامر کی۔ شہزادہ مسکرایا کہا جابر میرے جد نے کیا کہا تھا تم سے، کہا آپ کے جد نے یہ کہا تھا، کہ تم پانچویں اُولی الامر کی زیارت کرو گے، کہا زیارت کر لی، کہا ہاں زیارت کر لی شہزادے۔ کہا جابر ایک پیغام بھی میرے جد نے مجھے دیا تھا کہا شہزادے معاف کیجئے گا بھول گیا۔ آپ کے جد نے کہا تھا، جب خدمت میں پہنچنا تو میرا اسلام کہنا، محمد باقرؑ سے۔

پانچواں امام بتانا یہ چاہتا ہے کہ اگر میرا جد یہ اطلاع دے سکتا ہے کہ میں آؤں گا، ظہور کروں گا تو میں یہ بتا سکتا ہوں کہ تم جو پیغام بھول گئے ہو اُسے پہنچاؤ یہ ربط ہے اُولی الامر کا۔ رسولؐ اللہ سے تاریخ میں یہ سیرت اشارے کر رہی ہے، یہ سیرت بتا رہی ہے معصومینؑ کی کہ ان سیرتوں میں کیا کیا نشانیاں موجود ہیں تو اب جابر کا عالم یہ ہے کہ شہزادہ جوان ہوا تو ساتھ ساتھ ہیں، زیادہ دن زندہ نہیں رہے تھوڑے دن رہے چوتھے امام کے بعد پانچویں امام کی صحبت میں لیکن وہ جابر غور کریں کہ جنھوں نے رسولؐ کی بزم دیکھی ہے، برسوں رسولؐ کے پہلو میں بیٹھے ہیں، علیؑ کی بزم دیکھی ہے، حسنؑ کی بزم دیکھی ہے، حسینؑ جیسے امام کی بزم دیکھی ہے، سیّد سجادؑ کی بزم دیکھی ہے، معصومینؑ کے پہلو میں بیٹھنے والا اب اِس بچے سے درس لے رہا ہے، رسولؐ کی صحابیت، بوڑھی صحابیت اس جوان

امامت سے درس لیتی ہے اب تو اُولی الامر کی اہمیت سمجھو، اب تو اُولی الامر کو سمجھو کہ اُولی الامر کیا ہوتا ہے، امام کیا ہوتا ہے، معصوم کیا ہوتا ہے اب جابر بزم میں بیٹھے ہوئے ہیں سوالات بھی کرتے ہیں۔ ایک دن امام نے مسکرا کر جابر کی طرف مڑ کر کہا جابر رسولؐ کی بزم میں تم بیٹھ چکے ہو، دادا علیؑ کی بزم میں تم بیٹھ چکے، حسنؑ اور حسینؑ جیسے اماموں کی محفل میں بیٹھ چکے ہمارے دادا کے ساتھ بیٹھے تم جابر یہ بتاؤ کہ اب ایمان کو کس منزل پر پاتے ہو تو یہاں سے تقریر ذرا غور سے سنئے کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں، میں اس سیرت میں کیا بتانا چاہتا ہوں بچوں اور جوانوں کو، یہ بتاؤ ایمان اب کس منزل پر ہے ایمان کو کہاں پاتے ہو تو بے اختیار کہا کہ اتنی محفلوں میں اور معصوموں کے انوار دیکھنے کے بعد مولا اب تو ایمان کا یہ عالم ہے اب تو ایمان کا یہ عالم ہے کہ میں غربت کو فوقیت دیتا ہوں دولت پر، میں بیماری کو فوقیت دیتا ہوں صحت پر، میں موت کو ترجیح دیتا ہوں زندگی پر۔ اب ان چیزوں کی پروا نہیں کہ صحت کیا ہے اور دولت کیا ہے۔ جب بتا چکے تو کہا بس جابر تمہارا ایمان اس منزل پر ہے، یاد رکھیئے کہ کس سطح پر بول رہے ہیں۔ کتنے معصوموں سے مل چکے ہیں مسئلے مسائل پوچھ چکے ہیں اور آج اپنا ایمان بیان کر رہے ہیں اور پھر یہ معصوم کہتا ہے کہ بس تمہارے ایمان کی یہی منزل ہے حالانکہ اس سے آگے کوئی حد نہیں تھی۔ جابر نے جواب صحیح دیا لیکن اب معصوم بتانا چاہ رہا ہے اپنی سیرت سے کہ ایمان کی منزل کیا ہے تو بے اختیار جابر نے کہا کہ مولا میرا ایمان تو یہیں تک ہے اچھا آپ یہ بتا دیجئے کہ ائمہ کا اور معصومینؑ کا ایمان کس منزل پر ہوتا ہے تاکہ میں پہچان لوں کہا بس جابر یہی ہم میں اور تم میں فرق ہے ہمارے اور تمہارے ایمان میں یہ فرق ہے

کہ جب تم کہتے ہو اپنے بارے میں، کچھ ایمان کا ذکر کرتے ہو تو اُس میں اپنی ''مَیں'' لگاتے ہو۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ نہ ہم غربت کو فوقیت دیتے ہیں دولت پر، نہ دولت کو فوقیت دیتے ہیں غربت پر، نہ صحت کو بیماری پر ترجیح دیتے ہیں نہ بیماری کو صحت پر بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ جو چیز ہمارے لئے مقدّر کر دے وہ پسند ہے۔ یہ ہے ہمارا ایمان، وہ بیماری چاہتا ہے تو بیماری دے دی، وہ صحت چاہتا ہے تو صحت دے دے، وہ دولت چاہتا ہے تو دولت دے دے، وہ چاہتا ہے کہ غربت تو ہمارے لئے غربت۔ ہم اپنے ایمان کا فیصلہ رب پر چھوڑتے ہیں۔ تم اپنے فیصلے خود کر لیتے ہو تمہارے یہاں مَیں لگ جاتی ہے تو میں لگا دیتے ہو تم انا لگا دیتے ہو ارے جابر یہ مَیں کہاں سے آئی۔ بس یہ کہنا تھا اس سلسلے میں کہ یہ میں کہاں سے آئی یعنی معصوم کو اپنی سیرت میں (مَیں) پسند نہیں ہے۔ یہ میں کہاں سے آ گئی اور ایک بوڑھا صحابی مَیں کہے امام کے سامنے، امام اپنی سیرت میں یہ بتائے کہ قدرت کو مَیں پسند نہیں غرور پسند نہیں ہے۔ امام تو مَیں نہ پسند کرے اور انسان کا یہ عالم کہ مَیں ہوں سب سے بڑا تو امام نے یہ سبق دیا کہ مَیں کو ہٹا کر گفتگو کرو، غرور اللہ پسند نہیں کرتا۔

کل کی تقریر یاد ہے اسی لئے سجدہ رکھا اگر نمازیں پڑھ کر غرور رہا تو کیا نمازیں پڑھیں۔ نمازیں پڑھا کر غرور رہا تو کیا نمازیں پڑھائی بس اللہ کو غرور پسند نہیں۔ سجدہ اس ہی لئے رکھا کل ایک جملہ چھوڑ گیا تھا آج اُسے کہہ دوں کہ علیؑ سے پوچھا گیا کہ سجدے کا مفہوم کیا ہے تو نہج البلاغہ میں یہ بتایا کہ سجدہ اس لئے رکھوایا تاکہ جب خاک پر اپنی پیشانی کو رکھو اور سجدے سے سر اُٹھاؤ تو زمین کی خاک جو چہرے پر لگے تو اندر کا مَیں کہلانے کا بت ٹوٹ کے چکنا چور

ہو جائے اور سجدے سے سر اُٹھا کر بھی اگر غرور کا بُت نہیں ٹوٹا تو پھر سجدے کا کیا فائدہ، پھر نماز کا کیا فائدہ۔ اگر غرور برقرار رہا اور غرور بھی کس سے اپنی غریب قوم سے غرور، اپنی نادار قوم سے غرور، اپنے قومی لوگوں سے غرور اور غرور دکھاؤ اپنے شاہانِ مملکت کو دکھاؤ حکمرانوں کو غرور دکھاؤ وہاں تو سر جھکا کر انکساری سے جاؤ اور قوم کے غریبوں کے سامنے غرور دکھاؤ یہ کیسا غرور یہ کیسی انا ہے۔

یہ محبت کی باتیں ہیں کسی کو بُرا ماننے کی ضرورت نہیں یہ تو عام بات کہہ رہا ہوں اجتماعی بات کہہ رہا ہوں، نہ کسی کی طرف اشارہ ہے نہ کسی کو بُرا کہنا چاہتا ہوں بلکہ ہر ایک اپنا اپنا جائزہ لے لے۔ اِن مسائل کے بعد جو قوم پر مسائل پڑے کہ کہاں جانا ہے اور سیرتِ معصومین سے کیا سبق حاصل کرنا ہے تو مولا نے بتایا کہ دیکھو تم میری سیرت کو پرکھو۔ پانچویں امام ایمان کی منزل بتا رہے ہیں اور ایمان کی منزل کا کیا کہنا کہ اگر علم کی منزل ہے تو اُس میں بھی ایمان شامل، اُس میں بھی عبادت شامل اور اگر عبادت ہے عبادت کا کیا کہنا۔ جیسا کہ کل کہا کہ تینوں منزلوں پر یعنی معصوم نے کہا علم، شجاعت اور عبادت ان تین چیزوں میں ہم سب برابر ہیں۔ اب آپ دیکھیں یہ کنواں کُھدا تو پتہ چلا کہ مزدور اُس میں بیس پچیس ڈوب گئے۔ اتر گئے واپس نہیں آئے یہاں رسی پھینکی جا رہی ہے کہ صاحب ڈول آئے گا مٹی سے بھرا ہوا لیکن کوئی جواب ہی نہ آیا، پتہ لگانے کے لئے کچھ لوگ بھیجے گئے وہ بھی واپس نہ آئے۔ اب تو حیرانی کہ یہ کیا ہوا۔ اب بتایئے خلیفۂ وقت یہ مسئلہ کیسے حل کرے۔ ہائے ہائے خلافت لینے کی تمنا سب کو لیکن مسائل کو حل کرنا نہیں آتا۔ وہ علیؑ کا دَور تھا جب کہا کہ ہلاک ہو جاتا اگر تم نہ ہوتے تو ابھی تک کے دَور میں یہ ہی عالم ہے یہاں بھی

یہی عالم ہے، ادھر مسئلہ حل نہ ہوا تو بلُا یا امام کو اور جب امام کو بلایا تو آ کر وادی کو دیکھا اور کہا سنو ایک قوم تھی جس پر عتاب نازل کیا تھا اور زہریلی ہوا بھیجی تھی اللہ نے۔ اُس ہوا کا اثر اب تک اس زمین میں باقی ہے۔ وہ مزدور جو کنویں میں تھے تو زہریلی گیس یا ہوا نے اُن پر موت طاری کر دی ہے۔ قرآن میں اس کا ذکر ہے اس لئے اس کنویں کو مت کھودو اور کچھ قدم آگے بڑھتے چلے گئے اور بڑھنے کے بعد ایک جگہ رُکے اور پیر سے نشان لگا کر بتایا یہاں کنواں کھودو اس لئے کہ حمزہؑ اور ابو طالبؑ اور عبدالمطلبؑ کے دور سے لے کر اب تک حاجیوں کی سقّایت کا انتظام آلِ محمدؐ نے کیا ہے۔ آج یہ ذمّے داری تو لینا چاہ رہا تھا لیکن قیامت تک یہ کنواں محمد باقرؑ کے نام سے رہے گا۔ یہ خدائی منصب تو مجھ سے چھن نہیں سکتا، یہ پانی پلانے کا منصب جو ہے یہی تو ایک نیکی ہے قدرت ہر ایک کو نہیں دیا کرتی۔ بھائی اس فلسفے کو بھی سمجھ لیجئے کہ پانی پلانے کا ثواب کیا ہے تو آپ کو معلوم ہے مصائب نہیں پڑھ رہا ہوں کہ آپ کے نام پیغام کو چھوڑا گیا۔ سلام کہنا اور یہ کہنا کہ جب ٹھنڈا پانی پینا تو میری پیاس کو یاد رکھ لینا۔ کوئی پیغام نہیں، اتنا ہلکا اتنا چھوٹا پیغام لیکن خدا کی قسم کائنات میں اس سے بڑا پیغام نہیں ہوسکتا کیوں اس لئے کہ ایک حدیث مولا کی آپ کو سناتا ہوں کہ پانی پلانے کا ثواب کیا ہے، پانی پلانے کا مرتبہ کیا ہے۔ یعنی آپ کی فقہ میں جیسے مسائل میں بیٹھ کے حل کرتا ہوں کیونکہ آ گیا ہے اس لئے بچّوں کو یاد رکھنا چاہیۓ۔ فقہی مسائل میں یہ ہے کہ اگر تم وضو کرنے جا رہے ہو اور ایک لوٹا پانی تمہارے پاس ہے اور اب تمہیں یہ معلوم ہے کہ اس کے بعد تمہیں پانی کہیں سے دستیاب نہیں ہوگا، کہیں سے پانی دستیاب نہیں ہوگا پانی بس اتنا ہی ہے وضو

کے لئے پانی نہیں ملے گا اور ایسے میں ایک پیاسی بلّی آ جائے تو سنو تم وضو نہ کرو وہ پانی پیاسی بلّی کو پلا دو اور تیمّم کر کے نماز پڑھ لو۔ یہ عبادتِ الٰہی اور وہ پیاسا جانور۔ اب آپ نے دیکھا کہ خدا کو اپنی ربوبیت میں جانور کی پیاس بھی برداشت نہیں۔ اپنی عبادت کی ایک فضیلت کو جانور کے سامنے پیش کروا دیتا ہے تو اب انسانوں کو پانی پلانے کا مرتبہ کیا ہوگا۔ غور کریں تو اب اسی لئے مجھے یہ چیز ایک ہفتے پہلے معلوم نہیں تھی کہ کتاب پڑھ رہا تھا، اُس میں جو پڑھا تو بڑا حیران ہوا اور جس دن یہ حدیث چھوٹی سی ملی اتنا خوش ہوا کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتا اور آج پہلی بار منبر سے پڑھ رہا ہوں۔ مولائے کائنات نے فرمایا پوچھا گیا اور دیکھیے سوال بھی کیسا، سوال ہے کہ نامۂ اعمال میں سب سے اوپر، سب سے اوپر کون سی نیکی لکھی جائے گی اور محشر کے دن کس نیکی کی جزا سب سے پہلے ملے گی۔ ہر ایک کے اعمال میں سب سے اوپر جو نیکی لکھی جائے گی وہ پانی پلانے کی نیکی ہے اور سب سے پہلے جس نیکی کا ثواب دیا جائے گا وہ پانی پلانا ہے تو بھائی اتنا سستا ثواب لے سکتے ہو تو لے لو اس ہی لئے ہماری قوم نے قدم قدم پر سبیل لگانے کی بنیاد رکھیں تھیں کہ کوئی پیاسا بچ کر نہ جائے جو بنوا دے اُس کے نام سے یہ پانی جاری و ساری رہے تو آپ نے دیکھا کہ پانی پلانے کا ثواب کتنا ہے۔ آج آپ کو معلوم ہے پانچویں مجلس ہے اور ذکر مجھے شہزادی اُمِ لیلیٰؑ کا کرنا ہے یعنی ابھی مصائب پر نہیں آ رہا ہوں جملہ دینا چاہ رہا ہوں کہ لفظِ سبیل آپ کو دیا کس نے۔ سبیل کے معنی ہیں راستے کے لیکن اب جہاں آپ نے کوزے رکھ دیئے، جام رکھ دیئے، پانی کے مٹکے اور گھڑے رکھ دیئے وہاں آپ نے سبیل لکھ دیا۔ سبیلِ حسینؑ کہ بھائی سبیل کے معنی تو راستہ ہے یہ پانی

پلانے کی سبیل تم نے کیسے بنا دی تو بات یہ ہے کہ کربلا والوں نے لغت کے بعض الفاظ کے معنی بدل دیئے۔ بعض الفاظ کے معنی بالکل پلٹ کر رکھ دیئے اور لڑتے ہوئے آئے تھے اور کہا بابا کوئی سبیل ہو سکتی ہے تو چاہنے والوں نے کہا کہ قدم قدم پر سبیل ہے، شہزادے تم نے ایک سبیل کی خواہش کی اب قیامت تک ہر شہر میں ہر گلی میں ہر کوچے میں ایامِ عزا میں سبیلیں ہوں گی، پانی بہتا ہوگا، پانی کے چشمے جاری ہوں گے، پیاسے پیئیں، کسی بھی دین و مذہب کے ہوں کسی بھی ملّت کے ہوں اور اس سبیل سے پیاسے نہ جائیں تو آپ نے دیکھا کہ سقایت کا منصب آلِ محمدؐ کے پاس اور علم کی یہ منزل کہ صاحب روم کے بادشاہ نے یہ لکھا کہ دیکھو اگر تم نے ہمارا سکّہ نہیں خریدا جو کہ ہمارے یہاں بنتا ہے تو ہم پھر اپنے سکّے پر یعنی عرب میں پانچویں امام کے دور تک عرب کا اپنا سکّہ نہیں تھا، روم کا سکّہ چلتا تھا تو بادشاہ نے یہ لکھا کہ اگر تم نے ہمارا کاغذ استعمال نہیں کیا تو آئندہ ہم سکّے پر تمہارے نبیؐ کے خلاف الفاظ لکھوا دیں گے اور وہ سکّہ پورے عرب میں چلے گا، لیجئے عبدالملک بن مروان حیران ہو گیا کہ اب کیا کیا جائے، بلوایا امام کو کہا ارے اس مسئلے کو اتنا مشکل کیوں لے کر سمجھ لیا ارے اب تک تو بادشاہِ روم سے سکّے لے کر اپنے ملک میں چلواتا ہے اب تک اُن کا محتاج ہے اپنا سکّہ خود کیوں نہیں بناتا یہ چیز اس سے پہلے عقل میں کیوں نہیں آئی تھی۔ خلافت سب کریں گے، خلافت چلانا کسی کو نہیں آتی۔ اب تک سکّہ نہیں رائج ہوا پانچویں اُولی الامر کا دور ہے اب تک سکّہ نہیں رائج ہوا امامؑ نے کہا کہ سکّہ بنوا۔ ایک طرف لا الٰہ الّا اللہ لکھ دے دوسری طرف محمد الرّسول اللہ لکھ دے تو اسلامی سکّے کا موجد ہمارا پانچواں امام ہے تو جہاں جہاں اسلامی مملکت میں سکّے

چل رہے ہیں اُن سب پر احسان ہمارے پانچویں امام کا ہے۔ ایک یہ تو احسان یاد رکھو کم از کم۔

علم اس کمال پر ہے اور بلندی پر ہے کہ طاؤسِ یمانی خدمت میں آئے ہیں اور آ کر کہتے ہیں کہ مولا یہ فرمایئے کہ وہ کون سا دور تھا کہ جب ایک تہائی دنیا کی آبادی ختم ہو گئی تھی۔

امامؑ نے کہا تمہیں تو سوال کرنے کا بھی سلیقہ نہیں آتا، تہائی دنیا نہیں ختم ہوئی تھی بلکہ چوتھائی دنیا ختم ہوئی تھی ایک بٹا چار دنیا ختم ہو گئی تھی طاؤسِ یمانی نے کہا مولا کب، امامؑ نے کہا سنو چار انسان تھے دنیا میں آدمؑ، حوا، ہابیل، قابیل اور جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو یہ چار میں ایک چوتھائی آبادی ایک بٹا چار ختم ہو گئی تھی ایک ہی سوال میں اشارہ کر دیا معصوم نے کہ اگر چار لوگ ہوں اور چار کے برابر پوری دنیا ہو تو اُس میں سے اگر ایک مر جائے تو چوتھائی دنیا کے برابر ہے۔ یعنی ایک انسان چوتھائی دنیا کے برابر ہے اور قاتل جو ہے وہ ایک بٹا چار آبادی کا قاتل ہے۔ یعنی قابیل ایک انسان کا قاتل نہیں بلکہ چوتھائی دنیا کا قاتل ہے اشارہ یہ کرنا چاہتے تھے کہ امام جو ہے وہ قلبِ کائنات ہوتا ہے اور جو قلبِ کائنات کو قتل کرے گویا اُس نے پوری کائنات کو قتل کیا تو اُس کی سزا کیا ہے کہ اگر ستّر ہزار قاتلانِ حسینؑ کو معصوم آ کر انتقامِ حسینؑ میں قتل کرے گا تو ستر ہزار کچھ نہیں ہیں اگر امام مہدیؑ یہ فرمائیں کہ ابھی تو چیونٹی کے برابر بھی بدلہ نہیں لیا بلکہ قاتلِ حسینؑ کائنات کا قاتل ہے اور جو جو انسان اُس قتل پر خاموش ہے وہ قتل میں شامل ہے اور جب تک وہ خاموشی اختیار کرے گا قتلِ حسینؑ میں شامل ہوتا جائے گا اور وہ پردۂ غیب ہٹنے کے بعد تہہِ ذوالفقار آئے گا۔ تو امام محمد باقر

علیہ السلام سمجھاتے جاتے ہیں، ایک ایک مسئلے میں بہت سے مسائل اب دوسرا سوال پوچھتا ہے کہ مولا وہ کیا چیز ہے جو گھٹتی تو ہے لیکن بڑھتی نہیں۔ وہ کیا شے ہے جو گھٹتی رہتی ہے لیکن بڑھتی نہیں تو مولا نے کہا انسان کی عمر ہے جو گھٹتی رہتی ہے بڑھتی نہیں۔ اُس نے پوچھا وہ کیا شے ہے کہ جو بڑھتی رہتی ہے گھٹتی نہیں کہا سمندر کا پانی ہے کبھی نہیں گھٹتا بڑھتا ہی رہتا ہے۔ کہا وہ کون سا روزہ تھا کہ جس میں کھانا اور پینا حلال تھا۔ کہا وہ مریمؑ کا روزہ تھا، خاموشی کا روزہ تھا۔

طاؤس یمانی نے پوچھا فرزندِ رسولؐ قابیل کا انجام کیا ہوا، امامؑ نے فرمایا کہ قابیل کو یہ سزا ملی کہ وہ سورج میں لٹکا دیا گیا اور قیامت تک وہ سخت گرم پانی میں پکایا جاتا رہے گا۔

یہ طاؤسِ یمانی پوچھ رہے ہیں، ایک صحابی پوچھ رہا ہے اور اگر عیسائی مقابل آ گیا تو اب شان کچھ اور ہوگی۔ راہب آیا مجمع بہت ہے امامؑ نے کہا اچھا سارے مسلمان جا رہے ہیں اب مجھے بھی لے کر چلنا اور پہنچے اپنے اصحاب کے کاندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے راہب کے سامنے گئے، بیٹھ گئے پوچھا کس قوم سے تعلق رکھتے ہو، اُمتِ مرحومہ سے ہو کہا ہاں اُمتِ مرحومہ سے ہوں۔ اب اُس نے سوال یہ کیا اُس نے کہا کہ اگر اُمتِ مرحومہ سے ہو تو یہ بتاؤ کہ اُس اُمت کے جاہلوں میں ہو یا اُس اُمت کے عالموں میں ہو۔ بتایئے جواب کیا دیں گے۔ خدا کی قسم اگر ہم میں سے کوئی ہوتا تو کہتا کہ ہم ملّتِ جعفریہ کے عالموں میں سے ہیں، ہزاروں کا مجمع ہم کو بیٹھ کر سنتا ہے، ہم بڑے عالم ہیں قوم کے لیکن واہ یہ امام کی سیرت ہے اور اگر اُس پر عمل کر سکو تو عمل کرو، جواب کیا دیا، میں اُس اُمت کے جاہلوں میں سے نہیں ہوں۔ اب اگر سمجھنا چاہو تو سمجھ لو